حضرت مسیح موعودؑ کے فرزندار جمند

حضرت
مرزا سلطان احمد

مرتبہ: میر انجم پرویز مربی سلسلہ

حضرت مسیح موعودؑ کے فرزند ارجمند

حضرت

مرزا سلطان احمد

"مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے اور سب لباس سرتاپا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی اُسی وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے اُس وقت مَیں نے گھر میں مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۴۴۸)

مرتبہ: میر انجم پرویز مربی سلسلہ



احمد اکیڈمی ربوہ
حیات مارکیٹ گولبازار ربوہ
047-6215528

ناشر .... جمال الدین انجم
کمپوزنگ .... فخر احمد
نظر ثانی .... مرزا خلیل احمد قمر

مطبوعہ: لاہور آرٹ پریس، انار کلی لاہور

فہرست عناوین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب اُردو زبان کے ایک بلند پایہ مصنف اور عظیم المرتبہ مضمون نگار تھے۔ آپ کا قلم بہت رواں اور زبان نہایت شستہ اور اعلیٰ تھی۔ پچاس کے قریب آپ کی تصنیفات ہیں جو مختلف موضوعات اور متنوع معلومات پر مشتمل ہیں۔ یہ تصنیفات نہ صرف آپ کی زبان کی فصاحت و بلاغت پر دال ہیں بلکہ آپ کی وسعت علمی، بالغ نظری اور نکتہ آفرینی پر بھی شاہد ناطق ہیں۔

پیدائش

آپ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر ابھی تقریباً ۱۶ برس کی تھی جب آپ کی پہلی شادی اپنے حقیقی ماموں مرزا جمعیت بیگ صاحب کی صاحبزادی حرمت بی بی سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیوی سے آپ علیہ السلام کو دو فرزند عطا کئے جن میں سے بڑے صاحبزادے مرزا سلطان احمد صاحب تھے اور چھوٹے مرزا فضل احمد صاحب تھے۔ [۱] مرزا سلطان احمد صاحب کی پیدائش ۱۸۵۳ء میں ہوئی۔ [۲]

آپ کے چھوٹے بھائی

مرزا فضل احمد صاحب ۱۸۵۵ء میں پیدا ہوئے۔ [۳] عین جوانی میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کی شادی اپنے ماموں مرزا علی شیر صاحب کی بیٹی سے ہوئی جس کا نام عزت بی بی تھا۔ [۴] مرزا فضل احمد صاحب کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ [۵] ان کی دوسری شادی بیگم بی بی صاحبہ سے ہوئی جو کشمیر کی رہنے والی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب ہی ان کی دونوں بیویوں کی سرپرستی کرتے رہے۔ مرزا فضل احمد صاحب کی شادی مرزا سلطان احمد صاحب سے کئی سال پہلے ہوئی تھی۔ [۶]

أخُوکَ ڈائیڈ

مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ناظر دیوان اپنے والدِ بزرگوار حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے برادرِ خورد صاحبزادہ مرزا افضل احمد صاحب کی وفات ہوئی تو آپ کو کشف میں ایک پوسٹ کارڈ دکھایا گیا جس پر یہ الفاظ مندرج تھے:

''أخُوکَ ڈائیڈ'' (اخوک died)

یعنی تیرا بھائی فوت ہوگیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے بھائی کی وفات کے بارہ میں خبر دے دی۔

تعلیم

مرزا صاحب نے آج کل کی اصطلاح میں جسے باقاعدہ یا سکول کی تعلیم کہا جاتا ہے۔ کوئی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ اگر سکول ہی کی تعلیم کو تعلیم کہا جائے تو آپ صرف پرائمری پاس تھے۔ مگر یوں اگر تعلیم کے صحیح معنوں پر غور کیا جائے تو آپ کی مشرقی طریق پر معقول تعلیم ہوئی تھی۔ اُردو تو خیر آپ کی زبان ہی تھی۔ فارسی میں ادیبانہ شان تھی۔ یوں نہیں کہ عربی سے بیگانہ نہ تھے بلکہ اس زبان کی ادبیات پر بھی عبور تھا۔ انگریزی زبان سے بھی ضروریاتِ زمانہ کے لحاظ سے بہت حد تک واقف تھے۔ ۷

بچپن میں آپ نے اپنے والد ماجد یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی چند کتب سبقاً پڑھی تھیں جن میں تاریخ فرشتہ، نحو میر اور گلستان و بوستان شامل ہیں۔ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب کبھی کبھی پچھلا پڑھا ہوا سبق بھی سُنا کرتے تھے مگر پڑھنے کے متعلق مجھ پر کبھی ناراض نہیں ہوئے، حالانکہ مَیں پڑھنے میں بے پرواتھا۔ ممکن ہے آپ اپنے والد بزرگوار سے اور بھی کسبِ فیض کرتے لیکن آپ کے دادا محترم مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے آپ کو حضرت اقدسؑ سے اس خیال کی بناء پر پڑھنے سے روک دیا کہ کہیں آپ بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی طرح صرف دین کے ہو کے نہ رہ جائیں اور آپ ہی کے رنگ میں رنگین نہ ہو جائیں۔ ۸

مارچ ۱۸۸۴ء میں آپ نے تحصیلداری کا امتحان دیا۔ اس موقع پر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کے لئے ایک رقعہ لکھ کر بھیجا۔ آپؑ نے وہ رقعہ پھینک دیا اور فرمایا ''ہمیشہ دنیاداری ہی کے طالب ہوتے ہیں''۔ ۹ اُسی وقت یہ الہام ہوا۔ ''پاس ہو جاوے گا''۔ ۱۰ جس آدمی کے ہاتھ یہ رقعہ بھیجا گیا تھا اُس نے صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کو آکر سارا واقعہ بتادیا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا اور آپ امتحان میں پاس ہوگئے۔ ۱۱

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مکتوب میں اس واقعہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

> ''شاید عرصہ تین ماہ یا کچھ کم وبیش ہوا ہے کہ اس عاجز کے فرزند نے ایک خط لکھ کر مجھ کو بھیجا کہ جو مَیں نے امتحان تحصیلداری کا دیا ہے اس کی نسبت دعا کریں کہ پاس ہو جاؤں اور بہت کچھ انکسار اور تذلل ظاہر کیا کہ ضرور دعا کریں۔ مجھ کو وہ خط پڑھ کر بجائے رحم کے غصہ آیا کہ اس شخص کو دنیا کے بارے میں کس قدر ہم اور غم ہے۔ چنانچہ اس عاجز نے وہ خط پڑھتے ہی بہ تمام تر نفرت و کراہت چاک کر دیا اور دل میں کہا کہ ایک دنیوی غرض اپنے مالک کے سامنے کیا پیش کروں۔ اس خط کے چاک کرتے ہی یہ الہام ہوا۔ چنانچہ وہ لڑکا پاس ہوگیا''۔ ۱۲

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ نے حیاتِ احمد جلد دوم میں یہی واقعہ بیان کرنے کے بعد تحریر فرمایا:

> ''خدا تعالیٰ کی شان کریمی کے قربان! مرزا سلطان احمد صاحب نے اس ایمان سے محرک ہو کر جوان کو حضرت کی دعاؤں کی قبولیت پر تھا، خط تحریر کیا۔ خدا تعالیٰ نے ان کے حسنِ ظن کو ضائع نہ کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مقام کہ دنیا کے اغراض کے لئے بیٹے کے واسطے بھی دعا پسند نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کو باپ اور بیٹے کا یہ فعل پسند آیا اور نماز میں آپ کو بشارت مل گئی کہ پاس ہو جائے گا۔ آپ نے مسکرا کر اس کو بیان کیا کہ ہم نے تو دعا نہیں کی مگر خدا تعالیٰ نے

کامیابی کی بشارت دے دی۔ چنانچہ اسی کے موافق وہ پاس ہو گئے اور اُن کی ترقیات کا سلسلہ جاری ہو گیا''۔ [۱۳]

ای اے سی کا امتحان

مشہور صحافی سیّد شفیع احمد صاحب محقق دہلوی کی ایک قدیم روایت کے مطابق حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جب ای اے سی کا امتحان دینے کے لئے قادیان سے لاہور تشریف لے گئے تو دوسرے امیدواروں نے آپ کا خوب مذاق اڑایا کہ ان کو بھی امتحان کا شوق چڑھ آیا ہے۔ گویا یہ تاثر قائم کیا کہ آپ کی کامیابی سراسر محال ہے۔ یہ سُن کر آپ نے دل میں کہا کہ مَیں حضرت والد صاحب کی خدمت میں دعا کی درخواست کر کے آیا ہوں اور آپ نے دعا کا وعدہ بھی کیا ہے۔ خدا کرے مَیں کامیاب ہو جاؤں۔ انہی خیالات کے ہجوم میں آپ سو گئے اور قریباً چار بجے صبح خواب دیکھا کہ حضرت صاحب تشریف لائے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا۔ اس خواب کی آپ نے یہ تعبیر فرمائی کہ مَیں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اور یہی بات آپ نے تحدی کے ساتھ مذاق اُڑانے والوں سے بھی کہہ ڈالی چنانچہ آپ بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہو گئے۔ [۱۴]

ڈپٹی کے عہدہ کے لئے دعا کا خط

اہلیہ محترمہ قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی قادیان نے ...... بیان کیا کہ جب حضور علیہ السلام جہلم کے مقدمہ (۱۹۰۳ء۔ ناقل) سے واپس آئے تو چارپائی پر بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کپڑے سے صاف کئے۔ فرمایا:

''تم کو معلوم ہے سلطان احمد ڈپٹی ہو گیا ہے۔ ہم کو خط لکھا تھا دعا کرو۔ ہم نے دعا کی وہ ڈپٹی ہو گیا ہے۔'' [۱۵]

علمِ طب

علمِ طب آپ کا خاندانی علم تھا۔ آپ کے باپ دادا علمِ طب میں خاصی دستگاہ رکھتے تھے اور ہمیشہ مُفت علاج کرتے تھے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے بھی طب پڑھی تھی لیکن اسے بطور پیشہ اختیار نہیں فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی

اولاد کو علم طب پڑھنے کی بطور خاص تاکید فرمایا کرتے تھے۔ [۱۶]

نیرنگ خیال جبلی نمبر کی مئی، جون ۱۹۳۴ء کی اشاعت میں آپ کے حصولِ تعلیم کی مزید تفصیلات بیان ہوئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کچھ دنوں تک دیوبند میں بھی پڑھتے رہے اور دیوبند ہی سے نکل کر گھر والوں کی اطلاع کے بغیر آپ نے سرکاری نوکری بھی کر لی تھی۔ دہلی میں بھی اسی سلسلۂ حصولِ تعلیم میں آپ کا قیام رہا۔ ۱۸۹۹ء میں جب آپ پہلی بار بسلسلہ ملازمت لاہور وارد ہوئے۔ ان دنوں میں آپ نے حصولِ تعلیم کے بارہ میں کہا تھا کہ آپ نے شاہی طریقہ سے تعلیم نہیں پائی بلکہ طالبعلمی کی ہے۔ آپ دہلی کی کسی مسجد میں رہتے تھے اور تعلیم پاتے تھے۔ [۱۷]

مطالعہ کا شوق

حضرت صاحبزادہ صاحب کو بچپن ہی سے مطالعہ اور کتب بینی کا بے حد شوق تھا۔ آپ کی ایک روایت ہے کہ

''دادا صاحب کی ایک لائبریری تھی جو بڑے بڑے پٹاروں میں رہتی تھی اور اُس میں بعض کتابیں ہمارے خاندان کی تاریخ کے متعلق بھی تھیں۔ میری عادت تھی کہ مَیں دادا صاحب اور والد صاحب کی کتابیں وغیرہ چوری نکال کر لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ والد صاحب اور دادا صاحب بعض وقت کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں کو یہ ایک چوہا لگ گیا ہے۔'' [۱۸]

بچپن کے بعض واقعات

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے والد محترم یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام دن رات دینی کاموں میں مصروف رہتے۔ عبادات، قرآن کریم کا مطالعہ اور دوسری دینی خدمات آپ کا اوڑھنا بچھونا تھیں اور آپ کی خواہش تھی کہ آپ کی ساری اولاد اپنی تمام ترقوتیں دین کی خدمت میں صرف کرے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ہر چند اپنی ساری

زندگی نہایت شرافت اور دیانتداری کے ساتھ بسر کی اور اپنے والد محترم کی سچے دل سے عزّت کرتے تھے اور شروع سے ان کی سچائی اور بزرگی کے قائل تھے لیکن دین کے معاملہ میں آپ کو اس قدر شوق اور شغف نہیں تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش تھی۔ آپ نے خود لکھا کہ میرے والد صاحب میری بعض کمزوریوں کی وجہ سے میرے فائدے کے لئے مجھ پر ناراض بھی ہوئے اور میں صدقِ دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ ان کی ناراضگی واجبی اور حق تھی۔ [19]

سیرت المہدی میں حضرت مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے سے روایت ہے کہ

> ''میں نے حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا کہ کیا حضرت صاحب کبھی کسی پر ناراض بھی ہوتے تھے؟ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ اُن کی ناراضگی بھی صرف دینی معاملات میں ہوتی تھی۔ بعض اوقات مجھے نماز کے لئے کہا کرتے تھے۔'' [20]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چونکہ دنیاوی اموال اور جائیدادوں سے کوئی غرض نہ تھی اور ابتداء سے آپ دنیا کے جھگڑوں سے قطعاً بیزار اور لاتعلق تھے اس لئے کاروبار اور جائیداد کے سب انتظامات آپ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب کے ہاتھ میں تھے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب اپنی ضروریات اور اخراجات کے لئے اپنے تایا مرزا غلام قادر صاحب کی طرف ہی رجوع کرتے تھے اور اپنے والد صاحب سے زیادہ اُن سے آپ کا تعلق تھا۔ وہ بھی آپ کو بیٹوں کی طرح رکھتے تھے۔ آپ خود روایت کرتے ہیں کہ

> ''والد صاحب کے ہمارے ساتھ بہت کم تعلقات تھے۔ یعنی میل جول کم تھا...... اور چونکہ تایا صاحب مجھے بیٹوں کی طرح رکھتے تھے اور جائیداد وغیرہ بھی سب اُنہی کے انتظام میں تھی۔ والد صاحب کا کچھ دخل نہ تھا اس لئے بھی ہمیں اپنی ضروریات کے لئے تایا صاحب کے ساتھ تعلق رکھنا پڑتا تھا۔'' [21]

صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی توجہات باوجود اپنی خاندانی شرافت و نجابت سے حصّہ

پانے کے، دنیاوی ترقیات حاصل کرنے کی طرف تھیں اور آپ کے والد بزرگوار خالصۃً خداخواہی اور دینی مہمات میں مشغول تھے اس لئے طبعاً باپ بیٹے میں ایک حجاب بیگانگی حائل ہوگیا تھا۔

جائیداد

۹ر جولائی ۱۸۸۳ء کو جب مرزا سلطان احمد صاحب کے تایا مرزا غلام قادر صاحب لاولد فوت ہوگئے تو آپ کی تائی حرمت بی بی صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئیں اور آپ سے التجا کی کہ مرزا غلام قادر کی جائیداد مرزا سلطان احمد کے نام بطور متبنّٰی کرا دیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بھاوج کی خوشی اور دلداری کی خاطر مرزا غلام قادر صاحب کی تمام جائیداد مرزا سلطان احمد صاحب کے نام داخل خارج کرادی اور اپنے نام نہیں کرائی۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ حضرت صاحب نے متبنّٰی کی صورت کس طرح منظور فرمالی؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ یہ تو یونہی ایک بات تھی ورنہ وفات کے بعد متبنّٰی کیسا! [22]

شادی اور اولاد

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی شادی اپنی ماموں زاد سردار بیگم دختر مرزا علی شیر صاحب سے ہوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے برادرِ نسبتی تھے۔

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی برات اُسی دن گئی تھی جس دن حضرت مسیح موعودؑ دوسری شادی کے لئے دلّی تشریف لے گئے تھے۔ [23] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شادی حضرت امّاں جانؓ سے ۱۷ر نومبر ۱۸۸۴ء کو بروز سوموار ہوئی تھی۔ [24]

پس حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی شادی کی تاریخ بھی یہی بنتی ہے۔ اس کی تصدیق حضرت امّاں جانؓ کی اِس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

ایم اےؓ نے سیرت المہدی جلد اوّل میں رقم فرمایا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ جس دن میں قادیان بیاہی ہوئی پہنچی تھی اسی دن مجھ سے چند گھنٹے قبل مرزا سلطان احمد اپنی پہلی بیوی یعنی عزیز احمد کی والدہ کو لے کر قادیان پہنچے تھے اور عزیز احمد کی والدہ مجھ سے کچھ بڑی معلوم ہوتی تھی اور والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ فضل احمد کی شادی مرزا سلطان احمد صاحب سے بھی کئی سال پہلے ہو چکی تھی''۔ [25]

حضرت امّاں جانؓ سے روایت ہے:

''مرزا سلطان احمد کی پہلی بیوی ایمہ ضلع ہوشیار پور کی رہنے والی تھی اور حضرت صاحب اس کو اچھا جانتے تھے۔ مرزا سلطان احمد نے اسی بیوی کی زندگی میں ہی مرزا امام الدین کی لڑکی خورشید بیگم سے نکاح ثانی کر لیا تھا اس کے بعد عزیز احمد کی والدہ جلد ہی فوت ہو گئی۔'' [26]

صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ نرینہ سے نوازا۔ آپ نے دو شادیاں کیں جن سے آپ کے دو فرزند پیدا ہوئے۔ پہلی بیوی سے حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اور دوسری بیوی سے حضرت صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب۔

صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب

حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ عنہ ۳؍اکتوبر ۱۸۹۰ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں ابتدائی تعلیم پائی۔ جس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے علی گڑھ تشریف لے گئے۔ آپ لمبے عرصہ تک ایک محنتی فرض شناس اور دیانتدار افسر کی حیثیت سے سرکاری ملازمت میں رہے اور بالآخر ۱۹۴۵ء میں اے ڈی ایم کے اعلیٰ عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ اس کے بعد بقیہ ساری زندگی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کے لئے وقف رکھی۔ قیام پاکستان اور ہجرت کے بعد

۱۶؍جولائی ۱۹۴۹ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا ناظر اعلیٰ مقرر فرمایا۔ اس عہدہ پر آپ ۳۰؍اپریل ۱۹۷۱ء تک فائز رہے۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد مارچ ۱۹۳۰ء میں آپ کی دوسری شادی حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی محترمہ سیّدہ نصیرہ بیگم صاحبہ سے ہوئی جن کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے پانچ صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے عطا فرمائے۔ [27] آپ کے دونوں صاحبزادے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد سلسلہ احمدیہ کی خدمت کر رہے ہیں اور واقفِ زندگی ہیں یعنی محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ایم اے ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ اور محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ناظر دیوان وصدر مجلس انصار اللہ پاکستان۔

آپ کی پانچ صاحبزادیاں شادی شدہ ہیں۔ محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب (ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ) محترم سیّد احمد ناصر صاحب (ابن حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ) محترم ملک فاروق احمد صاحب (ابن محترم ملک عمر علی صاحب مرحوم آف ملتان) اور محترم مرزا ادریس احمد صاحب (ابن محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب) اور مکرم مرزا فرید احمد صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثالث آپ کے داماد ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کا وجود باوجود اپنے نہایت اعلیٰ اوصاف اور اہم دینی خدمات کے علاوہ اس لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کا ایک نشان تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ خواب آپ کے قبول احمدیت کا نظارہ دکھایا گیا تھا جو کہ حیرت انگیز رنگ میں پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے والد بزرگوار سے پہلے یعنی مارچ ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ بیعت سے سات برس قبل ۲۰؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو حضور علیہ السلام کو یہ خواب دکھایا گیا کہ:

''ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے اور اس کے باپ کے نام کے سر پر

سلطان کا لفظ ہے۔ وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے سامنے بٹھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے۔" ۲۸

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے کہ

"رؤیا مذکور اشارتاً درج ہوئی تھی ورنہ صاف طور پر آپ نے فرمایا تھا کہ عزیز احمد خلف مرزا سلطان احمد کو میں نے دیکھا ہے"۔ (الحکم ۱۰؍ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

چنانچہ یہ رؤیا اس طرح پوری ہوئی کہ اواخر فروری ۱۹۰۶ء میں اس رؤیا کے قریباً ساڑھے چھ سال بعد حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو گئے۔

اس رؤیا میں مرزا عزیز احمد صاحب کو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی طرف منسوب کرنے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نہ صرف مرزا عزیز احمد صاحب بلکہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بھی حضورؑ کی بیعت میں داخل ہو کر جسمانی رشتہ کے علاوہ روحانی طور پر بھی فرزندی میں داخل ہو جائیں گے۔ سو الحمد للہ کہ حضرت ممدوح بھی ۲۵؍ دسمبر ۱۹۳۰ء کو اپنے چھوٹے بھائی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں داخل ہو گئے۔

صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی دوسری شادی مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ سے ہوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچازاد مرزا امام الدین صاحب کی بیٹی تھیں۔ مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ کے بطن سے ۱۵؍ جون ۱۹۰۵ء کو صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب پیدا ہوئے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دست مبارک پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت کی سعادت پائی۔

آپ کی شادی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ سے جون ۱۹۲۴ء میں ہوئی جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام بتایا گیا تھا۔

تریٰ نسلاً بعیدا یعنی تو دور کی نسل کو دیکھے گا۔ ۲۹

یہ رشتہ صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی خواہش پر ہوا تھا۔ آپ نے سندھ میں پانچ ہزار ایکڑ زمین لے کر کاشتکاری کا آغاز فرمایا۔ اس فارم کا نام نسیم آباد رکھا۔ ۱۹۶۲ء کی زرعی اصلاحات کے نتیجہ میں آپ کو بہت سی زمین سے دستبردار ہونا پڑا۔ اس کے بعد آپؒ نے لاہور میں رہائش اختیار کر لی۔ ایک مختصر سی علالت کے بعد ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۷۷ء میں اوکاڑہ میں وفات پائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۸؍ اکتوبر کو نماز جنازہ پڑھائی اور قبرستان عام میں تدفین عمل میں آئی۔

اولاد

۱- صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ (جو حادثہ میں فوت ہو گئیں)

۲- صاحبزادہ مرزا نسیم احمد صاحب جن کی شادی صاحبزادی شاہدہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب سے ہوئی۔

۳- صاحبزادی صبیحہ امینہ بیگم صاحبہ جن کی شادی صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی سے ہوئی۔

۴- صاحبزادی آصفہ بیگم صاحبہ جن کی شادی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہوئی۔

۵- صاحبزادی انیسہ فوزیہ صاحبہ جن کی شادی ملک شیر احمد صاحب ابن ملک یار محمد صاحب سے ہوئی۔

۶- صاحبزادہ مرزا سلیم احمد صاحب جن کی شادی اینا صاحبہ اٹالین خاتون سے ہوئی۔

۷- صاحبزادہ مرزا شمیم احمد صاحب جن کی شادی صاحبزادی فوزیہ شمیم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب سے ہوئی۔

بذریعہ الہام والد صاحب کی وفات کی خبر

مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی قادیان بیان کرتے ہیں کہ

حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے بیان فرمایا کہ

''جب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تو لاہور سے بذریعہ تار کپورتھلہ کی جماعت کو اطلاع پہنچی۔ ہم سب احباب جماعت صدمہ رسیدہ دلوں کے ساتھ قادیان کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم امرتسر پہنچے تو ریلوے پلیٹ فارم پر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب رضی اللہ عنہ ابن سیّدنا حضرت اقدس علیہ السلام کو پُر آشوب اور بے قراری کی حالت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا۔ حضرت مرزا صاحب ان دنوں جالندھر میں افسر مال تھے اور اس وقت جالندھر سے روانہ ہو کر قادیان تشریف لے جا رہے تھے۔

ہم نے آگے بڑھ کر اظہار تعزیت وافسوس کیا جس کا آپ نے مناسب جواب دیا اور فرمایا کہ میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ گزرا ہے۔ ہمارے دریافت کرنے پر آپ نے بتایا کہ

''مَیں دورہ پر تھا اور جالندھر کے بعض نواحی دیہات میں گھوڑے پر جا رہا تھا۔ (حضرت مرزا صاحب اپنی ملازمت کے دوران میں عام طور پر صرف ایک دو اہلکاروں کو ساتھ لے کر دورہ پر نکلتے تھے۔ زیادہ عملہ ساتھ لے جانا رعایا پر بوجھ سمجھتے ہوئے ناپسند فرماتے تھے۔ ناقل) کہ اچانک مجھے زور سے یہ الہامی آواز سُنائی دی:

''ماتم پرسی''

اس آواز کے سنائی دینے کے ساتھ ہی مجھ پر شدید ہم وغم کی کیفیت طاری ہوگئی اور میری کمر بوجھ سے دب گئی۔ چونکہ میرا زیادہ تعلق تائی صاحبہ سے تھا۔ اس سے میرا ذہن سب سے پہلے انہی کی طرف منتقل ہوا کہ شاید ان کی وفات ہوگئی ہو لیکن معاً بعد مجھے خیال پیدا ہوا کہ تائی صاحبہ کا مقام اللہ تعالیٰ کے حضور اتنا بلند نہیں۔ بلکہ حضرت والد ماجد (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) وفات پا گئے ہیں اور وہی علو مرتبت کے اعتبار سے یہ مقام رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے اظہار تعزیت فرمائے۔

اس یقین کے پختہ ہونے پر مَیں گھوڑا تیز کر کے جالندھر شہر پہنچا اور سیدھا کچہری میں ڈپٹی کمشنر کے پاس جو انگریز تھا، گیا اور اسے درخواست دی کہ میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ مجھے پانچ دن کی رخصت دی جائے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب میری درخواست پڑھ کر کہنے لگے کہ آپ کے والد صاحب مشہور خلائق شخصیت تھے۔ ان کی علالت کی کوئی خبر یا اطلاع شائع نہیں ہوئی۔ کیا آپ کو کوئی تار ملا ہے کہ ان کی وفات اچانک ہوگئی ہے۔ مَیں نے جواباً کہا کہ مجھے تار وغیرہ تو کچھ نہیں ملا لیکن مجھے الہام ''ماتم پرسی'' ہوا ہے جس سے مَیں یقین کرتا ہوں کہ میرے والد صاحب وفات پا گئے ہیں۔

میری یہ بات سُن کر ڈپٹی کمشنر صاحب ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ الہام ولہام کوئی چیز نہیں۔ یہ محض آپ کا وہم ہے۔ آپ کے والد خیریت سے ہیں کوئی فکر نہ کریں۔ پھر کہا میں رخصت دینے میں روک نہیں ڈالتا۔ اگر آپ چاہیں تو پانچ دن سے زیادہ رخصت لے لیں۔

چونکہ اس وقت مجھے غم اور تشویش تھی اور مَیں جلد قادیان پہنچنا چاہتا تھا اس لئے مَیں نے مسئلہ الہام وغیرہ پر بحث کو طول دینا مناسب نہ سمجھا

اور رخصت لے کر رخت سفر باندھنے کے لئے اپنی رہائش گاہ پر آیا۔ ابھی مَیں بستر وغیرہ تیار کر رہا تھا کہ لاہور سے مرسلہ تار آ گیا جس میں لکھا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں وفات پا گئے ہیں۔ جنازہ قادیان لے جایا جا رہا ہے۔ قادیان پہنچیں۔

مَیں نے جب تار پڑھا تو یہ خیال کر کے کہ یہ انگریز الہام کا منکر ہے اس پر حجت کر آؤں۔ دوبارہ کچہری گیا اور ڈپٹی کمشنر صاحب کو تار دکھا کر کہا کہ آپ الہام کے منکر تھے۔ لیجئے اب یہ تار کے ذریعہ سے بھی اس کی تصدیق ہو گئی ہے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب تار دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے اور منہ میں انگلی ڈال کر کہنے لگے کہ:

''یہ بات میری سمجھ سے بالا ہے''

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کا حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی زبان سے سُنا ہوا مندرجہ بالا واقعہ جب مَیں نے حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے بھی اپنے والد صاحب مرحوم سے یہ واقعہ سُنا ہے۔ اسی طرح محترمی شیخ محمد احمد صاحب ایڈووکیٹ ابن حضرت منشی صاحب نے بھی اس واقعہ کے متعلق حضرت منشی صاحب کی روایت کی تصدیق فرمائی۔'' [۳۰]

سفر ولایت اور حج بیت اللہ

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے ۱۹۱۳ء یا ۱۹۱۴ء میں سفرِ ولایت بھی کیا اور حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ نبی کریمؐ سے بھی مشرف ہوئے تھے۔

آپ کے سفر یورپ کے ایک واقعہ کا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''ہمارے بڑے بھائی مرزا سلطان احمد مرحوم نے سنایا کہ جب وہ لنڈن میں تھے تو ایک دن جس مکان میں وہ رہتے تھے اسی کا کوڑا کرکٹ اُٹھا کر خادمہ نے جب باہر پھینکا تو ایک انگریز لڑکا جھپٹ کر آیا تو اس نے کوڑے کرکٹ کے انبار میں سے ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا نکال کر کھایا۔'' [۳۱]

''خان بہادر'' کا خطاب

آپ کو انگریزی حکومت کی طرف سے ''خان بہادر'' کا خطاب ملا۔ یہ خطاب یقیناً آپ کی قابلیت کی وجہ سے اور آپ کی خدمات کے اعتراف میں آپ کو دیا گیا تھا لیکن آپ اس خطاب کو اپنے لئے باعثِ افتخار و شرف نہ گردانتے تھے اور نہ ہی اسے کوئی آسمانی خطاب سمجھتے تھے۔ عام طور پر اپنے نام کے ساتھ ''خان بہادر'' لکھا بھی نہیں کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک انگریز افسر نے آپ سے پوچھا کہ خان بہادر! آپ اپنے دستخطوں کے ساتھ ''خان بہادر'' کیوں نہیں لکھتے۔ آپ نے جواباً اسے کہا۔ ''صاحب! خان بہادر کا خطاب سرکار سے مجھے اب ملا ہے اور مرزا کا لقب مجھے ابًا عن جدٍ حاصل ہے۔ خان بہادر کا خطاب مشروط ہے اور مرزا کا خطاب غیر مشروط۔ اس لئے مَیں وہی خطاب اپنے نام کے ساتھ لکھتا ہوں جو ہر حال میں میرے نام کے ساتھ رہا اور رہے گا۔'' [۳۲]

ملازمت کے مواقع

آپ نے سرکاری ملازمت پٹواری کے عہدہ سے شروع کی تھی اور درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک پہنچے۔ پٹواری سے قانون گو، پھر نائب تحصیلدار، پھر تحصیلدار، پھر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور افسر خزانہ ہوئے اور ایک دفعہ مختصر زمانے کے لئے قائمقام حاکم ضلع یا ڈپٹی کمشنر کے فرائض بھی آپ نے انجام دیئے تھے۔ پنجاب کے اکثر

اضلاع میں بحیثیت افسر محکمۂ بندوبست فرائض انجام دیئے جس کا آپ نے اپنی کتاب امثال میں بھی ذکر کیا ہے۔ ایک بار گورنمنٹ کی طرف سے ریاست بہاولپور میں مشیر مال بنا کر بھی بھیجے گئے تھے جہاں خاصی مدت تک آپ کا قیام رہا۔ ۳۳

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب لکھتے ہیں:

''خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب حضرت مرزا صاحبؑ کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے...... وہ آج کل سونی پت حصہ ضلع میں سب ڈویژنل آفیسر ہیں جہاں وہ ریاست بہاولپور کی ریونیو منسٹری سے اپنی میعاد پوری کر کے گئے ہیں۔'' ۳۴

ملازمت کے دوران پیش آنے والے بعض واقعات

سرکاری ملازمت میں اُنہوں نے اپنے فرائض بڑی محنت، ذہانت اور دیانت داری سے انجام دیئے۔ جس جگہ بھی رہے، نیک نام رہے، بالا دست افسر بھی خوش، ماتحت عملہ اور اہلِ معاملہ عوام بھی مطمئن۔ وُہ اپنی اِن خوبیوں کے سہارے ترقی کرتے کرتے ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک پہنچے جو اُس زمانے میں ایک ہندوستانی کی معراج تھی۔ ۳۵

سادگی

سادہ لباس، سادہ طبیعت، انکسار اور مروّت اُن کے مزاج کا خاصا تھا۔ اُن کی ذات کے جوہر اُس وقت پوری طرح نمایاں ہو کر سامنے آئے جب وہ ریاست بہاولپور کے وزیر بنا کر بھیجے گئے۔ کوٹھی میں داخل ہوتے ہی ملازمین سے کہا:

''سلطان احمد اِس ٹھاٹھ باٹھ اور ساز و سامان کا عادی نہیں ہے۔''

چنانچہ اُن کے کہنے سے تمام اعلیٰ قسم کا فرنیچر اور ساز و سامان اکٹھا کر کے ایک کمرے میں مقفل کر دیا گیا۔ اُنہوں نے رہنے کے لیے صرف ایک کمرہ منتخب کیا۔ نمائش اور دکھاوا تو اُنہیں آتا ہی نہ تھا۔ لباس اور رہائش کی طرح کھانا بھی سادہ کھاتے۔ ۳۶

غیرت و حمیت

مکرم احمد شجاع پاشا صاحب اپنی کتاب ''لاہور کا چیلسی'' میں لکھتے ہیں:

''مرزا سلطان احمد ایک معزز سرکاری عہدہ پر فائز ہونے کے علاوہ بڑے پائے کے ادیب شاعر اور سخن فہم تھے۔ جب اِبٹسن نے جو بعد میں صوبہ پنجاب کے لفٹیننٹ گورنر مقرر ہوئے اپنی ''سینس رپورٹ'' لکھی تو اس میں اُنہوں نے مسلمانوں کے خلاف بہت زہر اُگلا۔ مرزا سلطان احمد نے، اگرچہ اس زمانے میں انہیں کے ماتحت ایکسٹرا کمشنر تھے، اس رپورٹ کے خلاف ایک مدلل اور بے ریا درشت رسالہ شائع کیا جس نے نہ صرف اِبٹسن کے دانت ہی کھٹے کر دیئے بلکہ مرزا سلطان احمد کی غیرت وحمیت کا سکہ مسلمانوں کے دل پر بٹھا دیا۔''

واقعہ بہاولپور

جب آپ بہاولپور میں وزیر مالیات اور ایک بااختیار حاکم تھے آپ کو معلوم ہوا کہ نواب صاحب کی دادی صاحبہ بالقابہا کا ایک پروردہ خادم ہمیشہ قانون کے خلاف بے عنوانیاں کرتا اور غریب رعایا کو پریشان کرتا رہتا تھا۔ مرزا صاحب سے پہلے کے حکام تو اس شخص پر اس کی لغویتوں کے باوجود بیگم صاحبہ کے ڈر سے ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتے تھے لیکن جب آپ وہاں پہنچے اور تھوڑے عرصہ کے بعد اس شخص کے کرتوتوں کی رپورٹ آپ کو ملی تو آپ نے بیدھڑک اس کو پکڑ کر حوالات میں بھیج دیا۔ اُس کے ورثا روتے دھوتے بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوئے اور فریادی ہوئے۔ مرزا صاحب کی بھی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی میں طلبی ہوئی۔ جواب طلب کیا گیا کہ تم نے ہمارے آدمی کو جیل کیوں بھیجا۔ مرزا صاحب کا جواب یہ تھا کہ حضور کے حکم سے۔ وہ کیسے؟ وہ یوں کہ مجھے حضور کی ریاست کی طرف سے حضور کی رعایا کے حقوق اور اُن کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے اس عہدہ پر مقرر کیا گیا ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا اور مجھ پر ثابت ہو گیا کہ وہ شخص حضور کی رعایا

کے لئے سبب زحمت ہے تو میں نے حضور کے ہی دیئے ہوئے اختیارات سے کام لے کر اُس کو سزا دے دی۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو اس فرض کی بجا آوری میں کوتاہی ہوتی جس کے بجا لانے کے لئے حضور کی ریاست نے مجھے مقرر کیا ہے۔ بیگم صاحبہ آپ کے جواب سے بہت خوش ہوئیں اور منہ چڑھے خادم نے اپنے کئے کی سزا پائی۔ [۳۷]

بے داغ کردار

جب بڑے بڑے اختیارات کی باگیں مرزا سلطان احمد صاحب کی مٹھی میں تھیں اور وہ اپنی ایک گردشِ چشم یا ایک جنبشِ قلم اور زبان کی معمولی سی حرکت سے متعلقہ لوگوں کے کام بنا اور بگاڑ سکتے تھے۔ ہر نازک موقعہ پر ترغیب وتحریص کی آلائشوں سے ان کا دامن پاک رہا۔ ایسا ہی ایک واقعہ یہ ہے کہ جب وہ ایک ضلع میں حاکم با اختیار ہو کر گئے جہاں کے بعض بڑے بڑے لوگ اپنی شورہ پستی میں شہرۂ آفاق تھے۔ ان کا دستور تھا کہ جب کوئی نیا حاکم ان کے ضلع میں جاتا تو وہ اسے کسی نہ کسی طرح اپنے شیشہ میں اُتار لیتے اور اپنے رنگ پر لے آتے۔

جب مرزا سلطان احمد صاحب وہاں پہنچے تو یہ انسانی بھیڑیئے بھی شیر دار بکریوں کی صورت میں آپ کے سامنے آئے۔ مگر ان کو معلوم نہ تھا کہ مرزا ایسی مٹی سے نہ بنا تھا جو ان کی باتوں یا گھاتوں میں آ جاتا۔ آپ نے ان کی وہ تواضع کی کہ آئندہ ہمیشہ کے لئے ان حاکموں کے دشمنوں، پبلک کے دشمنوں اور نفس کے بندوں نے حکام کو رُسوا کرنے والی اپنی ایسی حماقتوں سے توبہ کر لی۔ [۳۸]

واقعہ گوجرانوالہ

جب ملازمت سے اُن کے سبکدوش (ریٹائر) ہونے کا وقت آیا تو انہی دنوں پہلی جنگِ عظیم کے اختتام کے بعد حکومت کے خلاف ترکِ موالات (نان کوآپریشن) کے ہنگامے شروع ہو گئے۔ پہلے لاہور اور پھر گوجرانوالہ ان ہنگاموں کی لپیٹ میں آ گیا۔ مرزا سلطان احمد صاحب گوجرانوالہ میں ڈپٹی کمشنر تھے۔ وہاں سب سے زیادہ ہنگامے ہوئے۔ عوام کے جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ لیڈروں کی ہدایات

کے برخلاف اُنہوں نے آئینی حدود کو توڑ دیا۔ بعض سرکاری عمارتوں کو نقصان پہنچایا اور ریلوے اسٹیشن تو پورے کا پورا جلا دیا۔ ایک جمِ غفیر ہاتھوں میں بانس، لاٹھیاں اور اینٹ پتھر لیے ہوئے ضلع کچہری کی طرف بڑھا۔ ایسے وقت میں مرزا سلطان احمد سے کہا گیا کہ وہ عوام کے اس مشتعل گروہ کو منتشر کرنے اور آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے گولی برسانے کا حکم دے دیں۔

ایسے وقت میں اگر کوئی اور کمزور دل ودماغ کا انسان ہوتا تو کیا کرتا یہ ایک الگ سوال ہے لیکن اب مرزا سلطان احمد صاحب کی حالت پر بھی غور کیجئے اور ان کے فیصلہ کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ ان کی ذمہ داریوں کو بھی پیشِ نظر رکھیئے۔ فوجی اور دیگر اعلیٰ حکام کی خواہش بھی ذہن میں رکھیئے۔ پھر سُنئے کہ مرزا سلطان احمد صاحب نے کیا کیا اور وہ کیا جس کی ایک ہندوستانی حاکم سے غالباً امید نہیں کی جا سکتی۔ آپ نے کہا میں ان معصوم بچوں اور ان بے خبر لوگوں پر گولی چلانے کا حکم نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میرے نزدیک شورش کے ذمہ دار یہ نہیں کوئی اَور ہیں اور وہ جو ذمہ دار ہیں وہ لوگ اس مجمع میں موجود نہیں۔ آپ کے اس فیصلہ کی وجہ سے گوجرانوالہ دوسرا جلیانوالہ باغ بن جانے سے محفوظ رہا۔ گو عمارات وغیرہ کا نقصان ضرور کچھ نہ کچھ ہوا۔

مرزا سلطان احمد صاحب ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ اگر اپنے تدبر اور خوش بیانی سے کام نہ لیتے تو یہ مشتعل لوگ نہ جانے کیا کر کے دم لیتے۔ مرزا صاحب نے اُس پُر جوش ہجوم کے سامنے ایسی سلجھی ہوئی تقریر کی کہ نفرت وغصّہ کی یہ آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ وُہی جلوس مرزا سلطان احمد صاحب کی سرکردگی میں شہر کو واپس ہوا اور جن کی زبانوں پر ''انگریز مُردہ باد'' کے نعرے تھے، وہ اب ''مرزا سلطان احمد زندہ باد'' کے جیکارے لگانے لگے۔

یہ نازک موقع گذر گیا۔ تحقیقاتی کمیٹیاں بیٹھیں، آپ بھی کمیشن کے سامنے پیش ہوئے۔ آپ کے یہ جواب پبلک میں آئے اور ان پر ولایت کے دارالعلوم میں سوال وجواب اور چہ میگوئیاں ہوئیں۔ لوگوں کا خیال تھا کہ مرزا کی پنشن اور سرکار کے عطا کئے ہوئے مربع جات

ضبط ہوں گے اور معتوب ٹھہرائے جائیں گے۔ مگر آپ نے کسی بات کی پرواہ نہ کی اور آخر میں یہ سب افواہیں بھی بے بنیاد ثابت ہوئیں۔

ترکِ موالات کے ہنگامے ٹھنڈے پڑ گئے تو گورنر پنجاب نے ایک ملاقات میں مرزا سلطان احمد صاحب سے کہا کہ آپ گوجرانوالہ کا اِنتظام ٹھیک طور پر نہ کر سکے۔ مرزا صاحب اس کے جواب میں بولے کہ لاہور میں تو ''یور ایکسی لینسی'' بنفسِ نفیس موجود تھے۔ پھر بھی یہاں کے ہنگاموں کو نہ روک سکے۔ آپ یہاں روکتے تو یہ ہنگامے وہاں نہ پہنچتے۔ مرزا صاحب کے اِس جرأت مندانہ معقول جواب پر لاٹ صاحب خفیف ہو کر رہ گئے۔ ۳۹

صاف گوئی اور بے باکی

مکرم فقیر سیّد وحیدالدین صاحب بیان کرتے ہیں:

''انگریز حکومت نے جب پنجاب میں مارشل لاء نافذ کیا ہے تو وہ بڑی سختی اور شدید آزمائش کا زمانہ تھا۔ امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ اور حافظ آباد کے باشندوں پر سب سے زیادہ سختی کی گئی۔ مَیں اُس زمانے میں نویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ بڑے تشدّد اور جبر و استبداد کا دُور تھا۔ برطانوی ملوکیت چنگیزیت پر اُتر آئی تھی۔ ہر روز ایک سے ایک زیادہ سخت حُکم نافذ ہوتا۔ ان مظالم کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

مارشل لاء جب ختم ہؤا تو انگریز سرکار نے اِس ''لاقانونی دور'' کے واقعات کی تحقیقات کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی، جس کے صدر مسٹر ہنٹر قرار پائے۔ عوام کی طرف سے ممتاز قومی نمائندے گواہ کی حیثیت سے ہنٹر کمیٹی کے سامنے پیش ہوئے۔ مرزا سلطان احمد صاحب نے جس صاف گوئی، بے باکی اور اخلاقی جرأت کے ساتھ اس کمیٹی کے رُوبرو گواہی دی اور واقعات کا تجزیہ کیا وہ

''ہنٹر کمیٹی'' کی رپورٹ میں زرّیں ورق کی صورت میں محفوظ رہے گا۔'' ۴۰

حضرت مصلح موعودؓ عدالتوں میں گواہیوں کے سلسلہ میں آپ کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم جو ہمارے بڑے بھائی تھے اور ای۔اے۔سی تھے۔ وہ اپنا تجربہ سُنایا کرتے تھے کہ جتنے جوش سے کوئی شخص قرآن کریم ہاتھ میں لے کر میرے سامنے گواہی دیتا تھا میرے تجربہ میں اُتنا ہی وہ جھوٹا ہوتا تھا۔ وہ ایک لطیفہ سُنایا کرتے تھے کہ ایک شخص جو میرا اچھا واقف تھا اُس کا مقدمہ میرے سامنے پیش ہؤا۔ وہ کہنے لگا مجھے کوئی اور تاریخ دی جائے۔ کیونکہ جو گواہ مَیں نے پیش کرنے تھے وہ فلاں فلاں وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے۔ مَیں نے ہنس کر کہا مَیں تو تمہیں بڑا عقلمند اور ہوشیار آدمی سمجھا کرتا تھا لیکن اب میری طبیعت پر یہ اثر ہؤا ہے کہ تم بڑے بیوقوف ہو۔ وہ کہنے لگا کیوں؟ مَیں نے کہا۔ گواہوں کے لئے جگہ اور وقت کی کیا ضرورت ہے۔ اگر تمہارے پاس کچھ ہے تو روپیہ اٹھنی دے کر بعض آدمی گواہی کے لئے لے آؤ۔ چنانچہ وہ باہر چلا گیا اور عملی طور پر تھوڑی دیر کے بعد ہی کچھ گواہ لے آیا۔ گواہی لیتے وقت میں ہنستا بھی جاؤں اور اُن سے مذاق بھی کرتا جاؤں۔ وہ لوگ قرآن کریم سر پر رکھ کر اور قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ واقعہ یوں ہؤا ہے۔ حالانکہ تھوڑی دیر ہوئی مَیں نے خود مدعی کو اس غرض کے لئے باہر بھیجا تھا کہ وہ کچھ دے دلا کر چند گواہ لے آئے۔ جب وہ گواہی دے چکے تو مَیں نے انہیں پکڑا اور اُن سے کہا کہ تم بڑے کذّاب ہو تمہیں واقعہ کا کچھ بھی علم نہیں لیکن محض چند ٹکوں کی وجہ سے تم اتنا جھوٹ بول رہے ہو کہ قرآن کریم کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ ۴۱

قبولِ احمدیت

"بیت تو ہر ایک کو لگ جانے ہیں" مکرم چوہدری سعید احمد صاحب عالمگیر افسر خزانہ صدر انجمن احمدیہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے اپنی زندگی کے بعض واقعات لکھوا دیا کریں۔ جس پر صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ تم خود لکھ لیا کرو اور مجھے دکھا لیا کرو۔ چنانچہ انہوں نے بہت سے واقعات لکھ کر ان سے تصحیح کروالی تھی۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب بیان کرتے ہیں:

"میرے بیعت کرنے کے بعد جب میرے والد صاحب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب قادیان تشریف لائے تو مکرمہ تائی صاحبہ ان کے پاس گئیں اور میری شکایت کی جس کے یہ الفاظ تھے۔ سلطان احمد تیرے منڈے نوں کی داوگ گئی اے (یعنی تیرے لڑکے کو کیا ہو گیا ہے) جس پر حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ تائی میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔ جس پر تائی صاحبہ نے دوبارہ فرمایا کہ تمہارے لڑکے کو بیت دے گئے ہیں (یعنی تمہارے لڑکے نے بیعت کر لی ہے) اس پر والد صاحب نے فرمایا اس نے اچھا کیا ہے، ہم سے تو اچھا ہی رہے گا۔ نمازیں تو پڑھے گا۔

پھر تائی صاحبہ نے خود بیعت کر لی تو مَیں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت وہ جھاڑو دے رہی تھیں۔ مَیں نے ازراہِ مذاق انہی کے الفاظ میں انہیں کہا کہ تائی اب آپ کو کیا واوگ گئی ہے۔ جس پر تائی صاحبہ نے کہا کہ

مرزا عزیز احمد بڑوں سے یوں باتیں نہیں کیا کرتے۔ بُری بات ہے۔ پھر مَیں نے ان کو کہا تائی آپ کو بھی بیت لگ گئے ہیں۔ اس پر وہ میرا مذاق سمجھیں اور فرمانے لگیں کہ عزیز احمد بیت تو ہر ایک کو لگ جانے ہیں۔" [۴۲]

تائی صاحبہ نے جو یہ فرمایا کہ "بیت تو ہر ایک کو لگ جانے ہیں" اس میں غالباً اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب بھی بالآخر بیعت سے مشرف ہو جائیں گے۔
حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے بارہ میں بیان کرتے ہیں:

"درحقیقت آپ کی روح احمدیت قبول کئے ہوئے تھی۔ اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ جب آپ کے بیٹے حضرت مرزا عزیز احمد صاحب نے ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تو آپ کی تائی صاحبہ نے طنزاً آپ سے کہا کہ تیرا بیٹا بھی ایسا ویسا ہو گیا ہے تو اس پر آپ نے برجستہ یہ جواب دیا کہ "اچھا ہُوا نماز تو پڑھا کرے گا۔" [۴۳]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب کے نکاح کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے بارے میں فرمایا:

"اب میں دُعا کرتا ہوں خدا تعالیٰ ان کی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن کی طرف مَیں نے اشارہ کیا ہے پھر ان کے خاندان میں اب ایک ہی وجود ایسا ہے جس نے ابھی تک اس ہدایت کو قبول نہیں کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے۔ ان کے لئے بھی دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ لوگ سوتیلے بھائیوں میں فرق کرتے ہیں مگر مَیں تو کوئی فرق نہیں سمجھتا۔

ایک انگریز نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا مرزا سلطان احمد صاحب تمہارے حقیقی بھائی ہیں؟ چونکہ مَیں ان کو حقیقی ہی سمجھتا ہوں۔ مَیں نے کہہ دیا کہ ہاں وہ

حقیقی بھائی ہیں۔ بعد میں مجھے خیال آیا وہ میری اصطلاح نہیں جانتا ہوگا کہیں مجھے جھوٹا ہی خیال نہ کرے۔ غرض جب سے مَیں نے ہوش سنبھالی ہے مَیں برابر ان کے لئے دعا کرتا رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ مَیں سُنتا رہتا ہوں وہ احمدیت کو ہدایت کی راہ ہی خیال کرتے ہیں مگر کوئی روک ہے۔ جس کے لئے دُعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ اس روک کو ہٹا دے۔ آمین۔"

اس کے بعد دعا کی گئی۔ [۴۴]

اعلانِ احمدیت [۴۵]

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو دراصل شروع ہی سے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بے حد عقیدت و شیفتگی تھی اور آپ حضرت اقدس علیہ السلام کو بے مثال عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے اور آپ کے دعاوی کو برحق تسلیم کرتے تھے اور آپ کی روح تحریک احمدیت کو قبول کر چکی تھی مگر آپ کو اس کے اظہار و اعلان میں بہت تامل تھا اور اس بات کا علم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی تھا اور حضور ہمیشہ ان کے حلقہ بگوش احمدیت ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ جون ۱۹۲۴ء میں حضور نے ان کے فرزند مرزا رشید احمد صاحب کا خطبہ نکاح پڑھا تو ایجاب و قبول کے بعد ارشاد فرمایا:

"ان کے خاندان میں اب ایک ہی وجود ایسا ہے جس نے ابھی تک اس ہدایت کو قبول نہیں کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے ان کے لئے بھی دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے...... جب سے مَیں نے ہوش سنبھالی ہے مَیں برابر ان کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ مَیں سُنتا رہتا ہوں کہ وہ احمدیت کو ہدایت کی راہ ہی خیال کرتے ہیں مگر کوئی روک ہے جس کے لئے دعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ اس روک کو ہٹا دے۔ آمین۔" [۴۶]

الحمد للہ خدا کے خلیفہ برحق کی دعا درگاہ عالی میں مقبول ہوئی اور آخر اکتوبر ۱۹۲۸ء کے پہلے ہفتہ میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے اعلان احمدیت کر دیا اور اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اعلان الفضل میں شائع کرایا:

"تمام احباب کی اطلاع کے لئے مَیں یہ چند سطور شائع کرتا ہوں کہ مَیں حضرت مرزا علیہ السلام کے سب دعوؤں پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں صادق اور راستباز تھے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے جیسا کہ میرے ان مضامین سے آپ لوگوں پر ظاہر ہو چکا ہوگا جو سلسلہ احمدیہ کی خدمات کے متعلق میں شائع کرتا رہا ہوں مگر اس وقت تک بوجہ بیماری اور ضعف کے مَیں ان مسائل کے متعلق پورا غور نہیں کر سکا جن کے بارے میں قادیان اور لاہوری احمدیوں میں اختلاف ہے اور اسی وجہ سے اب تک اپنی احمدیت کا اعلان نہیں کر سکا۔ مگر اب مَیں نے سوچا ہے کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے مَیں اس امر کا سردست اعلان کر دوں کہ مَیں دل سے احمدی ہوں۔ جب مجھے اللہ توفیق دے گا تو مَیں اختلافی مسائل پر غور کر کے اس امر کا بھی فیصلہ کر سکوں گا کہ مَیں دونوں جماعتوں میں سے کس کو حق پر سمجھتا ہوں۔ پس سردست اپنے احمدی ہونے کا اعلان ان چند سطور کے ذریعہ سے کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے دوسرے سوال کے متعلق بھی اپنے پاس سے ہدایت فرمائے اور وہ راہ دکھائے جو اس کے نزدیک درست ہو۔ آمین۔

(خان بہادر) مرزا سلطان احمد (خلف اکبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام)" [۴۷]

اس اعلان کے علاوہ آپ نے ایک ٹریکٹ "الصلح خیر" نامی شائع کیا جس میں تحریر فرمایا:

"میری عقیدت حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ نہ صرف اس وقت سے ہے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیحیت کا دعویٰ کیا بلکہ ان ایام سے میں

عقیدت رکھتا ہوں کہ جبکہ میری عمر بارہ تیرہ برس کی تھی۔ مَیں تصدیق کرتا ہوں اور صدق دل سے مانتا ہوں کہ میرے والد صاحب مرحوم کی ہستی ایسی عظیم الشان تھی جو اسلام کے واسطے ایک قدرتی انعام تھا...... مَیں اپنے والد صاحب مرحوم مرزا غلام احمد صاحب کو ایک سچا انسان اور پکا مسلمان الموسوم مسیح موعود علیہ السلام سمجھتا ہوں اور ان کی حقانیت پر ایمان رکھتا ہوں اور مَیں اپنے آپ کو اس رنگ میں ایک احمدی سمجھتا ہوں۔ آپ مجھ سے پوچھیں گے کہ کیوں حضرت مولوی نورالدین صاحب یا میاں محمود صاحب یا مولوی محمد علی صاحب کی بیعت نہیں کی۔ اس کا جواب یہ ہے مَیں نے کبھی اپنی زندگی میں باوجود اس کے کہ میرے والد صاحب مرحوم میری بعض کمزوریوں کی وجہ سے میرے فائدہ کے لئے مجھ پر ناراض بھی تھے اور مَیں اب صدق دل سے یہ اعتراف کرتا ہوں کہ ان کی ناراضگی واجبی اور حق تھی۔ باوجود ان کی ناراضگی کے بھی مَیں نے کبھی اخیر تک بھی ان کے دعاوی اور ان کی صداقت اور سچائی کی نسبت کبھی کوئی مخالفانہ حصہ نہیں لیا جس کو میرے احمدی اور غیر احمدی دوست بخوبی جانتے ہیں جو قریباً ۳۰ سال سے میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا میری صداقت ہوگی اور بایں حالات کون کہہ سکتا ہے کہ مَیں ان کا مخالف یا ان کے دعاوی کا منکر ہوں۔ جب یہ حالت ہے تو مجھے کوئی یہ الزام نہیں دے سکتا کہ مَیں ان کا منکر تھا یا ہوں......

بیعت کیا چیز ہے ایک یقین اور صداقت کے ساتھ ایک مقدس انسان کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور اس کے ساتھ ہی صدق دل سے خدا کو اس امر پر شاہد کرنا۔ پس مَیں اب تک اپنے والد صاحب مرحوم کو سچا مسیح موعود مانتا ہوں اور میرا خدا اس پر شاہد ہے۔ مَیں اعلان اور اظہار کو بیعت یقین کرتا ہوں۔" [۲۸]

دستی بیعت

آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ کے دور خلافت میں ۲۵ر دسمبر ۱۹۳۰ء کو بیعت کی۔ اس بیعت کے بارے میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا سلطان احمد صاحب اپنی لمبی بیماری کے دوران جو انہیں پنشن کے کچھ عرصہ بعد لاحق ہوگئی تھی پہلے لاہور تشریف فرما تھے پھر قادیان آگئے اور یہاں علاج معالجہ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اسی لمبی اور آخری بیماری کے دوران خاکسار کو بہت کچھ طبی خدمت کا موقعہ ملتا رہا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"مَیں نے کبھی مرزا صاحب کو مغموم نہ پایا۔ اکثر لطائف کے رنگ میں بات کرتے تھے"۔

"خاکسار نے ۱۲ر رمضان ۱۹۳۰ء کو جب مَیں فجر کی نماز کے بعد لیٹ گیا تھا تو رؤیا میں دیکھا کہ شور بپا ہے اور اعلان سا ہو رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آرہے ہیں پھر دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ جن کے ہمراہ اس وقت صرف یہ ناچیز راقم ہے حضرت کے استقبال کے لئے چوک بیت مبارک سے ریلوے اسٹیشن سے آنے والے راستہ کی طرف بڑھے ہیں اور ابھی تھوڑا سا آگے بڑھے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس وقت حضور نے نہایت سفید براق نقاب پہنا ہوا ہے جس کو حضور نے جب اتارا تو حضور کا چہرہ مبارک ایسا منور نظر آیا جس کی مثال بیان نہیں کی جاسکتی۔ اس وقت پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ نے مصافحہ کیا اس کے بعد خاکسار نے۔ حضور پُرنور نے خاکسار کے ہاتھ کو کچھ زیادہ دیر تک اپنے ہاتھ میں تھامے رکھا۔ ابھی میرا ہاتھ حضور کے

ہاتھ میں ہی تھا کہ ایک طرف تو حضور کی شکل میں کچھ تبدیلی نظر آئی اور حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی شبیہہ سے کچھ مشابہ ہوگئی اور دوسری طرف میرے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ مرزا سلطان احمد صاحب لاہور میں بیمار تھے اور تندرست ہوکر آئے ہیں۔ مگر یہ خیال زیادہ غالب نہ آیا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت جب مَیں نے یہ خواب دیکھا تو میرا بدن خوشی کے اثر سے جو رؤیاء کی حالت میں پہنچی تھی چارپائی پر تھرتھرا رہا تھا۔''

جب مَیں نے یہ رؤیا مرزا صاحب کو سنائی تو آپ اسے سن کر بہت مغموم ہوگئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور رقت قلب کے ساتھ خاکسار سے مخاطب ہوئے کہ

''ڈاکٹر صاحب میرے لئے دعا کریں کہ مَیں بھی انسانوں میں شامل ہو جاؤں۔''

آپ نے یہ الفاظ کچھ ایسے رنگ میں کہے تھے کہ میرے دل پر ان کا بہت گہرا اثر ہوا۔

مَیں ان کے لئے دعا کرتا رہا اور علاج معالجہ بھی چلتا رہا اور کبھی سلسلہ احمدیہ کا تذکرہ بھی ہو جاتا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وہ دن لے آیا کہ مرزا صاحب کے اہل بیت کی طرف سے خاکسار کو بلایا گیا کہ مَیں حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں عرض کر کے حضور کو بلاؤں تاکہ حضور مرزا صاحب کی بیعت لے لیں۔ اس وقت مجھے بہت خوشی پہنچی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ سامنے آگیا کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر خدا کی راہ میں بکنے لگا ہے۔ مَیں نے حضرت صاحب کی خدمت میں مرزا صاحب کے ہاں تشریف لے جانے اور بیعت لینے کے لئے عرض کیا۔ حضور اُسی وقت میرے ہمراہ

مرزا صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے اور اس کمرہ میں تشریف لے گئے جہاں مرزا صاحب بستر علالت پر تھے۔ مرزا صاحب کی طبیعت اس وقت اچھی تھی۔ کوئی بخار وغیرہ یا کسی قسم کا عارضہ نہ تھا بجز اس تدریجی کمزوری کے جو ٹانگوں میں پیدا ہوگئی تھی اور آپ کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔

دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کی مزاج پُرسی کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ مرزا صاحب کی چارپائی کے پاس کرسی پر بیٹھ گئے۔ دونوں بھائیوں پر خاموشی طاری تھی تو کچھ توقف کے بعد مَیں نے مرزا صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جیسا کہ آپ خواہش ظاہر کر چکے ہیں اب آپ ہاتھ بڑھائیں اور بیعت کرلیں۔ چنانچہ آپ نے برضا و رغبت ہاتھ بڑھایا اور حضرت خلیفۃ المسیح نوراللہ مرقدہٗ نے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تاکہ اس دیر سے بچھڑے ہوئے بھائی کو اپنے عالی مقام والا شان خدا کے جری کے آغوش شفقت میں داخل کرلیں۔

بیعت شروع ہوئی۔ حضور دھیمی آواز میں بیعت کے الفاظ کہتے تھے اور مرزا صاحب ان کو دہراتے تھے۔ جس وقت یہ الفاظ بولے گئے

''آج مَیں محمود کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر کے احمدی جماعت میں داخل ہوتا ہوں۔''

تو اس وقت میرے قلب کی عجیب کیفیت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب نظارہ آنکھوں کے سامنے آگیا کہ ایک چھوٹے بھائی کو جو بڑے بھائی سے عمر میں بہت چھوٹا ہے بلکہ اس کی اولاد کے برابر ہے خدا تعالیٰ نے وہ مرتبہ دیا ہے کہ وہ اپنے بڑے بھائی سے یہ الفاظ کہلوا رہا ہے کہ مَیں آج اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر کے جن میں مَیں گرفتار تھا سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں۔ پھر اس

کے بعد یہ الفاظ بھی دُہرائے گئے کہ آئندہ بھی ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کروں گا۔ دین کو دُنیا پر مقدم رکھوں گا اور جو آپ نیک کام بتائیں گے ان میں آپ کی فرمانبرداری کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام دعووں پر ایمان رکھوں گا۔ وغیرہ وغیرہ

اس کے بعد حضور نے حسب معمول دُعا کروائی اور دُعا کے کچھ دیر بعد واپس اپنے مقام پر تشریف لے گئے اور یہ ناچیز بھی خوشی سے لبریز دل کے ساتھ اپنے کام پر چلا گیا۔

مرزا صاحب نے میرے رؤیا بیان کرنے پر مجھ سے جو برقتِ قلب کہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب دُعا کریں کہ مَیں بھی انسانوں میں داخل ہو جاؤں۔ کچھ ایسے رنگ میں یہ الفاظ کہے گئے تھے کہ خدا تعالیٰ کے حضور قبولیت پکڑ گئے اور حضرت مرزا صاحب کو سلسلہ میں داخل ہونا اور بہشتی مقبرہ میں اپنے عالی شان والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں سونا نصیب ہوا۔

حضرت مرزا صاحب نے ۲۵ ردسمبر ۱۹۳۰ء کو بیعت کی تھی اور ۲ رجولائی ۱۹۳۱ء کو وفات پائی۔

آپ کی بیعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی جو موعود فرزند کے بارے میں تھی کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا، پوری ہوئی اور آپ کا بیعت کرنا ایک غیر معمولی اہمیت کا حامل ہوا۔ ۲۹

آپ کی بیعت ایک نشان تھا

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی وفات کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ رجولائی ۱۹۳۱ء میں صاحبزادہ صاحب کے قبولِ احمدیت کے نشان اور بیعت کے بعد آپ کے اخلاص کے بعض واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام و لانبقی لک من المخزیات ذکرا۔☆ یعنی ہم تیرے متعلق ایسی تمام باتوں کو تیرے لئے شرمندگی یا رسوائی کا موجب ہو سکیں مٹا دیں گے۔ اس الہام کو مَیں دیکھتا ہوں کہ ان عظیم الشان کلماتِ الٰہیہ میں سے ہے جو متواتر پورے ہوتے رہتے ہیں اور جن کے ظہور کا ایک لمبا سلسلہ چلا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک اہم اعتراض یہ بھی تھا کہ آپ کے رشتہ دار آپ کا انکار کرتے ہیں اور پھر خصوصیت سے اعتراض کیا جاتا تھا کہ آپ کا ایک لڑکا آپ کی بیعت میں شامل نہیں۔

یہ اعتراض اس کثرت کے ساتھ کیا جاتا تھا کہ جن لوگوں کے دلوں میں سلسلہ کا درد تھا وہ اس کی تکلیف محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ مَیں دوسروں کا تو نہیں کہہ سکتا لیکن اپنی نسبت مَیں کہہ سکتا ہوں کہ مَیں نے متواتر اور اس کثرت سے اس امر میں اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کیں کہ مَیں کہہ سکتا ہوں کہ مَیں

☆ تذکرہ صفحہ ۳۷۱ پر یہ الہام اس طرح موجود ہے۔ لَا اُبْقِیْ لَکَ فِی الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا
اور صفحہ ۵۶۸ پر اس طرح لکھا ہے: لَا تُبْقِ لِیْ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا

نے ہزار ہا دفعہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کی ہوگی اور مَیں یقین سے کہہ سکتا ہوں بغیر ذرہ بھر مبالغہ کے کہ بیسیوں دفعہ میری سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اس وجہ سے نہیں کہ جس شخص کے متعلق اعتراض کیا جاتا تھا وہ میرا بھائی تھا بلکہ اس وجہ سے کہ جس شخص کے متعلق اعتراض کیا جاتا تھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا تھا اور اس وجہ سے کہ یہ اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑتا تھا۔ مَیں نے ہزاروں دفعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور آخر اللہ تعالیٰ نے اس کا نتیجہ یہ دکھایا کہ مرزا سلطان احمد صاحب جو ہماری دوسری والدہ سے بڑے بھائی تھے اور جن کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ان کے لئے اب احمدیت میں داخل ہونا ناممکن ہے، احمدی ہوگئے۔ ان کا احمدی ہونا ناممکن اس لئے کہا جاتا تھا کہ جس شخص نے اپنے باپ کے زمانہ میں بیعت نہ کی ہو اور پھر ایسے شخص کے زمانہ میں بھی بیعت نہ کی ہو جس کا ادب اور احترام اس کے دل میں موجود ہو۔ اس کے متعلق یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی وقت اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرے گا لیکن کتنا زبردست اور کتنی عظیم الشان طاقتوں اور قدرتوں والا وہ خدا ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدتوں پہلے فرمادیا تھا۔ ولا نبقی لک من المخزیاتِ ذکرا۔ یعنی ہم تیرے اوپر جو جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان کا نشان بھی نہیں رہنے دیں گے بلکہ سب کو مٹا دیں گے۔ تین سال کے قریب ہوئے مرزا سلطان احمد صاحب شدید بیمار ہوئے۔ قریباً ایسی ہی بیماری تھی۔ نفخ تھا اور بخار بھی تھا۔ مَیں ڈاکٹر صاحب سے ان کا علاج کراتا تھا لیکن سب سے بڑی فکر جو مجھے ان کے متعلق تھی وہ یہ تھی کہ اگر یہ اسی حالت میں فوت ہوگئے تو مخالفوں کا اعتراض باقی رہ جائے گا......

عام طور پر مَیں دیکھتا ہوں لوگوں کو پہلی حالت کا ذکر کرنے میں ایک قسم کا حجاب ہوتا ہے چنانچہ جب ہماری تائی صاحبہ بیعت میں داخل ہوئیں تو ہماری جماعت میں سے کئی لوگ کہنے لگے تائی صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت نہیں کیا کرتی تھیں مگر چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کو زیادہ ظاہر کرنے والے ہیں۔

مَیں نے دیکھا ہے ہم چھوٹے ہوتے تھے۔ ایک سیڑھی تھی جو ہمارے دونوں گھروں کے درمیان تھی۔ ہم وہاں سے گذرتے تو ہماری تائی صاحبہ اکثر کہتیں۔ ''جیسے کو ویسے کو'' یعنی جس رنگ کا باپ ہے یہ بچے بھی اسی رنگ میں رنگین ہیں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے کچھ حجاب نہیں آتا۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ قلب کی حالت ہو اور پھر ہدایت نصیب ہو تو یہ تو معجزہ ہو جاتا ہے اور پھر ان کا درجہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ باوجود اتنی مخالفت کے اللہ تعالیٰ نے آخر کوئی نیکی دیکھی ہی تھی جو انہیں ہدایت دے دی۔

یہی حال مَیں دیکھتا ہوں مرزا سلطان احمد صاحب کا تھا۔ اس رنگ میں تو نہیں جس رنگ میں تائی صاحبہ کا تھا مگر ایک اور رنگ میں ان کا بھی ضرور ایسا ہی حال تھا۔ اس میں شبہ نہیں۔ مرزا سلطان احمد صاحب ہمیشہ یقین رکھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوٹ نہیں بولتے۔ اپنا باپ ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ فی الواقع ان کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راستبازی گھر کر چکی تھی۔ مگر یہ نہیں کہ وہ آپ کے الہامات کی ایسی عظمت اور شان سمجھتے ہوں جیسے ایک مامور کے الہامات کی سمجھنی چاہیئے۔ مجھے ان کا ایک فقرہ خوب یاد ہے۔ شروع شروع میں جب مَیں نے ان سے ملنا شروع کیا تو ایک دن باتوں باتوں میں کہنے لگے۔ مجھے یقین ہے ہمارے والد

صاحب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھ کر محبت تھی۔ اپنے رنگ میں تو انہوں نے یہ فقرہ محبت میں ہی کہا ہوگا۔ مگر مجھے بڑا بُرا معلوم ہُوا۔ کیونکہ خدا کے مقابلہ میں کسی رسول سے زیادہ محبت ہو ہی کس طرح سکتی ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ کہنے لگے اگر یہ سڈیشن کا قانون پہلے نکلتا تو ہمارے والد صاحب ضرور قید ہو جاتے کیونکہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان قائم رکھنے کے لئے کسی مصیبت کی بھی پرواہ نہیں کرنی تھی۔ اس قسم کے الفاظ ممکن ہے محبت کی وجہ سے اُن کے مونہہ سے نکلے ہوں مگر ایسے الفاظ ہم لوگوں کے مونہوں سے جو مامورین کی حقیقی قدر و منزلت جانتے ہیں کبھی نہیں نکل سکتے۔

غرض الہام الٰہی کا ادب اور وقار احمدیت کی حد تک ان کے دل میں نہ تھا۔ اگرچہ وہ یقین رکھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوٹے نہیں ایسی قلبی کیفیت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی اور ایسے وقت میں دی کہ صاف طور پر وہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان معلوم ہوتا ہے۔ دسمبر ۱۹۳۰ء میں انہوں نے بیعت کی اور چھ مہینوں کے بعد وہ فوت ہو گئے جس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ ان کی بیعت الٰہی تصرف کے ماتحت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ اب یہ جلدی فوت ہو جانے والے ہیں اس لئے اگر انہوں نے بیعت نہ کی تو ایک مخزیہ رہ جائے گی۔ پس خدا نے انہیں بیعت میں داخل کر کے اس مخزیہ کو بھی دور فرما دیا۔ اس سے پہلے بعض دوست جب انہیں بیعت کے لئے کہتے تو وہ یہی جواب دیتے کہ مَیں یہ تو سمجھتا ہوں کہ سلسلہ سچا ہے مگر مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کروں قریباً

سال بھر ان کی یہ حالت رہی اور اس سے پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ وہ کہتے تھے یہ سلسلہ تو سچا ہے مگر ابھی مَیں نے فیصلہ کرنا ہے کہ لاہوری حق پر ہیں یا قادیانی جماعت۔ مجھے ان کے جب یہ خیالات معلوم ہوئے تو مَیں نے انہیں تحریک کی کہ اپنی احمدیت کا اعلان کر دیں کیونکہ اس سوال کا فیصلہ کئے بغیر بھی تو ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لا سکتا ہے۔ اس پر انہوں نے اعلان کر دیا کہ مَیں سلسلۂ احمدیہ میں تو داخل ہوتا ہوں مگر ابھی میں کہہ نہیں سکتا کہ قادیانی جماعت حق پر ہے یا لاہوری۔ اس اعلان کے ایک سال بعد انہیں شرح صدر ہو گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ جماعتِ قادیان ہی صداقت پر ہے اور یہی سلسلہ سچا ہے۔ مگر شرم یہ آتی کہ مَیں اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کروں۔ آخر ایک دن ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔ مرزا سلطان احمد صاحب بیعت کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے کہا ہے مَیں تو چل نہیں سکتا آپ کو کسی دن فرصت ہو تو میری بیعت لے لیں۔ اس دن میری طبیعت اچھی نہیں تھی اور مَیں بیمار تھا مگر مَیں نے کہا مَیں ابھی ان کے پاس چلتا ہوں ممکن ہے بعد میں دل بدل جائے اور پھر یہ وقت ہاتھ نہ آئے اِس لئے مَیں اسی وقت گیا اور انہوں نے میری بیعت کر لی۔“ ۵۰

بیعت کے بعد آپ کا اخلاص

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے بیعت کے بعد اپنے قول و فعل سے انتہائی اخلاص اور اطاعت کا نمونہ پیش کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ آپ کے اس مخلصانہ کردار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بیعت کے بعد مَیں یہ دیکھتا رہا کہ ان کی بیعت خلوص دل سے ہے یا صرف ظاہری طور پر۔ مگر مَیں نے دیکھا بیعت سے پہلے میرے نام جوان کے رقعے آتے تھے ان میں ایک ایسا رنگ پایا جاتا تھا جس طرح کوئی علیحدہ شخص ہوتا ہے مگر بیعت کے بعد میرے نام ایک دن انہوں نے ایک رقعہ لکھا۔ مَیں نے اسے پڑھا اس کے نیچے میرزا سلطان احمد لکھا ہوا تھا مگر پڑھنے اور یہ یقین ہونے کے باوجود کہ یہ مرزا سلطان احمد صاحب نے ہی رقعہ لکھا ہے مجھے شبہ ہوا کہ یہ کسی اور نے نہ لکھا ہے کیونکہ وہ رقعہ اس قدر مخلصانہ انداز میں لکھا ہوا تھا اور اس قدر ادب اور احترام اس میں پایا جاتا تھا جس طرح پرانے مخلص احمدی خط لکھا کرتے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ انہیں ایسی حالت میں بیعت کی توفیق ملی جب ان کے قویٰ مضمحل ہو چکے تھے اور دوسروں کو ہی چارپائی سے اٹھانا پڑتا تھا اور دوسروں کو ہی کھلانا اور پلانا پڑتا تھا مگر ہدایت دماغ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ ظاہری جسم کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اس وقت تک توبہ قبول فرماتا ہے ما لم

یغرغر جب تک نزع کی حالت نہیں آتی۔ گویا جب تک اس کا دماغ معطل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ دماغ کے موت کے اثر سے مؤثر ہو جانے سے پہلے پہلے ہر شخص کی توجہ کو قبول کر سکتا ہے اور مَیں سمجھتا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے عین وفات کے قریب انہیں بیعت کی توفیق عطا فرمائی۔

بیعت کے بعد ان کے اندر اس قدر اخلاص پیدا ہو گیا تھا کہ مرزا سلطان محمد☆ صاحب جب ایک دفعہ قادیان آئے تو بعض اور دوستوں اور میاں بشیر احمد صاحب کو بھی خیال آیا کہ انہیں تبلیغ کرنی چاہئے چونکہ مرزا سلطان احمد صاحب سے ان کے پرانے تعلقات تھے۔ اس لئے انہیں تحریک کی گئی کہ وہ مرزا سلطان محمد صاحب کو تبلیغ کریں۔ چونکہ آپ چل نہیں سکتے تھے اس لئے دو آدمیوں کا سہارا لے کر اس مکان پر گئے جہاں مرزا سلطان محمد صاحب ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں جا کر انہیں تبلیغ کی اور کہنے لگے جب تبلیغ کرنی ہے تو اپنے مکان پر بلا کر نہیں کرنی چاہئے بلکہ وہیں چلنا چاہئے جہاں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ باوجود بیماری کی سخت تکلیف کے وہ وہاں گئے اور انہیں تبلیغ کی۔

پس اللہ تعالیٰ کا یہ ایک عظیم الشان فضل ہوا ہے کہ ہمارے رستہ میں جو ایک مخزیہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دور کر دیا اور جس طرح تائی صاحبہ کو بیعت میں داخل کر کے اللہ تعالیٰ نے الہام پورا کیا اسی طرح مرزا سلطان احمد صاحب کو بھی بیعت میں داخل کر کے اللہ تعالیٰ نے اس مخزیہ کو دور کر دیا جو آپ کے بیعت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے تھی۔'' [۵۱]

☆ مرزا سلطان محمد صاحب مکرمہ محمدی بیگم کے خاوند تھے اور مرزا احمد بیگ کے داماد تھے۔ محمدی بیگم کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے بارے میں مخالفین احمدیت نے آپ سے رابطہ کیا اور پچاس ہزار روپے دینے کی پیشکش کی کہ یہ تحریر کر دیں کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ مگر مرزا سلطان محمد صاحب نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں بزرگی کا اظہار کرتے رہے۔

الہامی شخص

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُردو کلاس نمبر ۳۳۶ میں حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

’’یہ حضرت مسیح موعود کے سب سے بڑے بچے تھے۔ میرے ابا جان سے بڑے تھے لیکن یہ پہلی بیگم میں سے تھے ان کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ فرمایا:

حضرت مسیح موعود کی دعائیہ نظموں میں ان کا نام نہیں آتا اس کی کیا وجہ ہے۔ پھر خود ہی فرمایا:

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام الہام میں چھپا دیا تھا۔ مصلح موعود کے متعلق الہام یہ ہوا تھا کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ تین بھائی تھے اور یہ چوتھے ہو گئے پیشگوئی اس میں یہ تھی کہ جب تک حضرت مصلح موعود خلیفہ نہیں ہوں گے اس وقت تک یہ بیعت نہیں کریں گے۔ حضرت مصلح موعود تین کو چار کرنے والے بنے۔

مرزا سلطان احمد صاحب بیعت نہیں کرتے تھے مگر حضرت مسیح موعود کا ان کے دل میں بہت احترام تھا۔ سچا کہتے تھے مگر بیعت نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کو بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بیعت کیوں نہیں کرتے اور ان کو بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بیعت کیوں نہیں کر رہا۔

یہ کہا کرتے تھے کہ میرے اعمال اتنے اچھے نہیں ہیں کہ میں اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں۔ اس لئے ان کی طبیعت میں ایک انکسار تھا ہمیشہ اپنے

آپ کو چھوٹا کہتے تھے۔

بہت سادہ مزاج، بہت کثرت سے لوگوں پر احسان کئے ہوئے ہیں۔ بہت بڑے بڑے لوگ جو امیر کبیر خاندان بن گئے ہیں وہ ان کی وجہ سے ان کے احسانات کی وجہ سے بنے ہیں۔ کیونکہ یہ حکومت میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ جہاں جاتے تھے وہاں لوگوں سے احسان کا تعلق ہوتا تھا اور ساتھ ہی طبیعت میں بہت انکسار، اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ کہتے تھے میں بیعت کس طرح کر سکتا ہوں میرا باپ تو اتنا بڑا آدمی ہے میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ ان کو اصل وجہ پتہ نہیں تھی۔ اصل وجہ وہ الہام تھا۔ اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک مرزا محمود احمد خلیفہ نہیں ہوگا۔

اس کا مطلب ہے اس وقت تک زندہ بھی رہیں گے ان کے بڑے بیٹے کا نام مرزا عزیز احمد تھا۔ ہم ان کو بھائی جان عزیز احمد کہا کرتے تھے۔

مرزا عزیز احمد صاحب نے بیعت کر لی تھی لیکن انہوں نے نہیں کی۔ اس لئے لوگ حیران تھے کہ یہ کیا واقعہ ہوا۔

آخر ایک دن خود ہی پیغام بھیجا کہ میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں الہامی شخص بن گئے کیونکہ ان کا نام ایک الہام میں تھا ان کی پیدائش حضرت مصلح موعود سے بہت پہلے کی تھی۔ حضرت مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود نے ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی فرمائی اور ۱۸۸۹ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ مرزا سلطان احمد صاحب کی پیدائش ۱۸۵۱ء میں ہوئی (اس وقت حضرت مسیح موعود کی عمر ۱۶ سال کی تھی)۔

پیشگوئی یہ تھی کہ یہ زندہ رہے گا جب تک چھوٹا بیٹا خلیفہ نہ بن جائے عمر کے آخر پر انہوں نے بیعت کرنی تھی۔ بیعت سے پہلے یہ فوت نہیں ہو سکتے تھے

یہ الہام تھا۔ انہوں نے ۱۹۳۰ء میں بیعت کی تھی۔ ۱۹۳۰ء میں ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ دیکھو پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ ۸۰ سال تک ان کی زندگی کی ضمانت تھی یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ پہلے مر جائیں۔ ۸۰ سال کی عمر میں اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ۳۱ء میں وفات ہوگئی۔ صرف ایک سال موت سے پہلے بیعت کر لی۔ اس خاندان کے بڑے بڑے دلچسپ قصے ہیں۔ اس زمانے میں یہ ڈپٹی کمشنر کے طور پر ریٹائر ہوئے تھے۔ اس زمانے میں ڈپٹی کمشنر کا عہدہ بہت بڑا ہوا کرتا تھا۔ آج کل کے وزیروں کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ مگر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر کو بڑے اختیار تھے۔ چنانچہ بہت سے خاندان جو اس وقت بہت امیر کبیر ہیں (پاکستان میں) ان کا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ چوٹی کے امیر خاندان ہیں۔ وہ ان کے بنائے ہوئے ہیں۔ ان کے والدین کے ان کے ساتھ تعلق تھے ان کو زمینیں الاٹ کیں، چیزیں الاٹ کیں، بے شمار امیر کر دیا اور اپنے اوپر ایک پیسہ خرچ نہیں کیا۔ اسی طرح بالکل سادہ مزاج، کوئی کمائی نہیں کی۔ ۵۲

”تین کو چار کرنے والا“

مرزا سلطان احمد صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حرم اوّل سے فرزند اکبر تھے اور انہیں حضور کی مقدس زندگی کا ایک بہت بڑا دور دیکھنے کی سعادت ملی اور وہ آپ کو بصدق دل عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عاشق قرآن یقین کرتے تھے مگر وہ حضور کی زندگی میں بیعت میں شامل نہ ہوئے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کو مرزا صاحب موصوف سے انتہا درجہ کی محبت والفت تھی اور وہ اکثر حضرت اقدسؑ کے سامنے آپ کی بعض کتب کی تعریف کیا کرتے تھے اور منشاء یہ ہوتا تھا کہ حضور کی نظر کرم صاحبزادہ صاحب کی طرف ہو جائے اور ان کے لئے دعا فرمائیں۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے معمول کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے مرزا سلطان احمد صاحب کی ایک کتاب کا ذکر کیا تو حضور نے فرمایا ”مرزا سلطان احمد سے کہو کہ خدا سے صلح کر لے“ لیکن صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ کو حضرت اقدسؑ کی زندگی میں اپنے مقدس باپ کی بیعت کا موقعہ میسر نہ آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انتقال کے بعد خلافت اولیٰ کا زمانہ آیا۔ مگر اب بھی حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ سے خاص عقیدت کے باوجود صاحبزادہ صاحب سلسلہ احمدیہ میں داخل نہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خلافت کا دور شروع ہو گیا اور اب بظاہر مرزا سلطان احمد کے حق کی طرف آنے کا امکان یکسر ختم ہو گیا۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کے چھوٹے بھائی تھے اور باہم عمر کا تفاوت اس درجہ تھا کہ مرزا سلطان احمد صاحب کی برات اسی دن گئی تھی جس دن حضرت مسیح موعودؑ دوسری شادی کے لئے دلی تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ وہ خود بھی حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سے خلافت ثانیہ کے ابتداء میں یہ تذکرہ کیا کرتے تھے کہ بڑے مرزا صاحب زندہ

ہوتے تو مَیں ان کی بیعت کر لیتا...... اب مَیں اپنے چھوٹے بھائی کی بیعت کیا کروں۔ چنانچہ اسی تذبذب میں خلافت ثانیہ کے بھی ۱۵ سال گزر گئے اور عمر کا آخری حصہ آ پہنچا۔ ہاتھ پاؤں جواب دے گئے اور پاؤں کو بآسانی ہلانے کی سکت بھی باقی نہ رہی کہ یکایک انہوں نے دسمبر ۱۹۳۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ کو پیغام بھیجا کہ مَیں تو چل نہیں سکتا آپ کسی وقت آ کر میری بیعت لے لیں۔ چنانچہ حضور نے اسی دن ان کی بیعت لی۔ حضور ان کی چارپائی کے قریب ہی بیٹھ گئے اور مرزا سلطان احمد صاحب نے اپنا ہاتھ بیعت کے لئے بڑھا دیا اور بیعت کر لی اور اس طرح مصلح موعود کی بدولت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین زندہ صلبی و روحانی بیٹوں (حضرت مصلح موعود، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب) میں مرزا سلطان احمد صاحب کا بھی اضافہ ہو گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ خود مرزا سلطان احمد صاحب کو بھی مدتوں قبل بذریعہ رؤیا یہ بتایا گیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھڑے ہیں اور وہ بھی حضورؑ کے پاس ہیں اور وہاں ایک جگہ پر چار کرسیاں بچھی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ ایک کرسی پر تم بیٹھ جاؤ‘‘۔ [۵۳]

آخری ایام

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کو بڑھاپے اور عوارض نے بہت کمزور کر دیا تھا۔ آخری بیماری میں بالکل صاحب فراش ہو گئے تھے لیکن حواس میں کسی قسم کا فرق نہ آیا تھا۔

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب آپ کے آخری ایام کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم اپنی لمبی بیماری کی ابتداء میں جو انہیں پنشن کے کچھ عرصہ بعد لاحق ہو گئی تھی لاہور میں تشریف فرما تھے اور پہلے پہل ان کے مرض کا علاج معالجہ ہوتا رہا۔ مگر کچھ عرصہ بعد آپ قادیان تشریف لے آئے۔ یہاں بھی علاج معالجہ کا سلسلہ جاری رہا لیکن اگر اس کا کچھ فائدہ بیان کیا جا سکتا ہے تو صرف اس قدر کہ مرض نے زیادہ تدریجی رنگ اختیار کر لیا۔ مرزا صاحب مرحوم کی بیماری کی کیفیت یہ تھی کہ ٹانگوں پر سختی واقع ہو گئی تھی جس کی وجہ سے تھوڑے وقت کے لئے بھی سیدھا کھڑے نہ رہ سکتے تھے۔ بلکہ آگے کی طرف قدم لینے پر مجبور ہو جاتے تھے اور وہ بھی اس طرح جیسے کوئی لڑکھڑا رہا ہے لیکن یہ طاقت بھی آہستہ آہستہ مفقود ہو گئی اور آپ چارپائی پر لیٹنے پر مجبور ہو گئے۔

لمبی اور آخری بیماری کے دوران میں خاکسار کو بھی بہت کچھ طبی خدمات کا موقعہ ملتا رہا۔ مَیں نے مرزا صاحب مرحوم کو کبھی مغموم نہ پایا اور اکثر لطائف کے رنگ میں بات کرتے تھے‘‘۔ [۵۴]

جب حضرت مصلح موعودؓ آپ کی بیعت لینے کے لئے بنفسِ نفیس تشریف فرما ہوئے تو اس

وقت صاحبزادہ صاحب بسترِ علالت پر تھے۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''مرزا سلطان احمد صاحب کی طبیعت اس وقت اچھی تھی۔ کوئی بخار وغیرہ یا کسی قسم کا عارضہ نہ تھا۔ بجز اس تدریجی کمزوری کے جو لاتوں میں پیدا ہو گئی تھی اور شدید قبض کی شکایت تھی۔ آپ اسی حالت میں لاتوں کی کمزوری کی وجہ سے لیٹے رہنے پر مجبور تھے مگر آپ کے علمی مشاغل جاری تھے مثلاً اخبار پڑھنا وغیرہ۔ ۵۵

باوجود اس ضعف و نقاہت کے آپ نے اپنی زندگی بھر کے رفیق کتاب و قلم کو نہیں چھوڑا۔ ہاتھوں میں رعشہ کی وجہ سے خود لکھ نہیں سکتے تھے اس لیے خطوں وغیرہ کا جواب املاء کروایا کرتے تھے اور آخر تک یہی خواہش رہتی تھی کہ کوئی کتاب پڑھنے کو میسر آجائے۔ آپ کا علمی مشاغل میں اس قدر شغف دیکھ کر غالبؔ کا یہ شعر یاد آجاتا ہے ؎

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

مکرم فقیر سیّد وحید الدین صاحب بیان کرتے ہیں:

''مرزا سلطان احمد پر فالج کا حملہ جان لیوا ثابت ہؤا۔ علاج معالجے کے لیے انہیں لاہور لایا گیا۔ راقم الحروف کے ایک بزرگ سیّد اصغر علی شاہ کے ہاں اُن کا قیام رہا۔ یہ مکان ہمارے مکان سے ملحق تھا۔ مَیں اکثر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اپنے خطوں کے جوابات وہ مجھ سے لکھواتے۔ میرے لیے بڑی مشکل کا سامنا تھا۔ مرزا صاحب بیمار ہونے کے باوجود روانی کے ساتھ خط کی عبارت فرفر بولتے اور مَیں اپنی بدخطی چھپانے کے لیے آہستہ لکھتا۔ میری سُست نگاری، اُن کی زود گوئی کا ساتھ کہاں دے سکتی تھی۔ جب مَیں خط لکھ چکتا تو مرزا صاحب اُسے پڑھتے اور مَیں اُن کے تیوروں سے

بھانپ لیتا کہ میری تحریر سے وہ مطمئن نہیں ہیں بلکہ کچھ دل گرفتہ ہی ہیں۔ مَیں دل ہی دل میں شرمندہ ہوتا۔ مجھے اُن کا ایک جُملہ جو اُنہوں نے اپنے دوست کے خط میں مجھ سے لکھوایا تھا، آج تک یاد ہے

''یہ خط وہ شخص کسی اور سے لکھوانے کا محتاج ہے، جو جب بھی قلم اُٹھاتا تھا تو صفحے کے صفحے بے تکان لکھتا چلا جاتا اور پھر بھی اُس کا قلم رُکنے کا نام نہ لیتا۔''

اس بیماری سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ چند دن کے لیے طبیعت بحال بھی ہوئی تو وہ موت کا سنبھالا تھا۔ ۵۶

وفات

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب طویل علالت کے دوران نمونیا کا حملہ ہونے کی وجہ سے ۲؍جولائی ۱۹۳۱ء بروز جمعرات صبح کے وقت انتقال فرما گئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کا انجام نہایت ہی مبارک کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نعش کو مقبرہ بہشتی کے اس احاطہ میں دفن کرنے کا فیصلہ فرمایا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار ہے اور خدا تعالیٰ نے حقیقی طور پر حضرت مرزا صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت میں داخل کرنے کا نشان قائم کیا۔ پونے پانچ بجے کے قریب جنازہ اٹھایا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑے مجمع کے ساتھ باغ میں نماز جنازہ پڑھائی اور لمبی دعا کی۔ نماز جنازہ کے بعد سب مجمع کو شکل دکھائی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے جنازہ کو کندھا دیا اور لاش اٹھا کر قبر میں رکھائی اس وقت جبکہ قبر میں مٹی ڈالی جا رہی تھی حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر دُعا کی۔ پھر سیّدہ امۃ الحی صاحبہ مرحومہ کی قبر پر دعا کی۔ بالآخر حضرت مرزا صاحب

مرحوم کی قبر پرُ دعا کر کے واپس تشریف لائے۔ ۵۷

چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے ۴؍جولائی ۱۹۳۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں ایک عریضہ تعزیت ارسال کیا۔ اس میں لکھا:

”آج الفضل میں جناب میرزا سلطان احمد صاحب کی وفات کی خبر پڑھی انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مجھے جب کبھی مرحوم کی بیماری کے آخری ایام میں مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو مرحوم کو دیکھ کر یہ مصرعہ میری زبان پر جاری ہو جایا کرتا تھا۔

دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے ۵۸

وفات کی خبر مختلف رسائل میں

ہمہ گیر و ہمہ رس انشاء پرداز

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا انتقال ادب اردو کے لئے بہت بڑا نقصان تھا جو ادبی حلقوں میں بہت محسوس کیا گیا۔ مثلاً ”ادبی دنیا“ کے ایڈیٹر اور شمس العلماء احسان اللہ خاں تاجور نجیب آبادی (۱۸۹۴-۱۹۵۱ء) نے اپنے رسالہ میں آپ کی تصویر دے کر یہ نوٹ شائع کیا کہ:

”دنیائے ادب اس ماہ اردو کے نامور بلند نظر اور فاضل ادیب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب سے بھی محروم ہو گئی۔ آپ نہایت قابل انشاء پرداز تھے۔ اردو کا کوئی حصہ ان کی رشحات قلم سے محروم نہ رہا ہوگا۔ قانون و عدالت کی اہم مصروفیتوں کے باوجود بھی مضامین لکھنے کے لئے وقت نکال لیتے تھے۔ بہت جلد مضمون لکھتے تھے۔ عدالت میں ذرا سی فرصت ملی تو وہیں ایک مضمون لکھ کر کسی رسالہ کی فرمائش پوری کر دی۔ اردو زبان کے بہت سے مضمون نگاروں نے ان کی طرز انشاء کو سامنے رکھ کر لکھنا سیکھا۔ افسوس کہ ایسا

ہمہ گیر و ہمہ رس انشاء پرداز موت کے ہاتھوں نے ہم سے چھین لیا۔

مرزا صاحب مرحوم سیلف میڈ (خودساز) لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے پٹواری کی حیثیت سے ملازمت شروع کی اور ڈپٹی کمشنر تک ترقی کی۔ آپ مرزا غلام احمد صاحب (مسیح موعود) کے فرزند تھے...... اردو میں بیش قیمت لٹریچر آپ نے اپنی یادگار کے طور پر چھوڑا ہے۔ علم اخلاق پر آپ کی کتابیں اردو زبان کی قابل قدر تصانیف میں سے ہیں۔“ ۵۹

محسنِ علم و ادب

انجمن حمایت اسلام لاہور کے ترجمان ”حمایت اسلام“ ۹؍جولائی ۱۹۳۱ء نے لکھا:

”یہ خبر گہرے حزن وملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے صاحبزادے خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب جو پراونشل سول سروس کے ایک ہر دلعزیز اور نیک نام افسر تھے اس جہان فانی سے رحلت کر گئے۔ خان بہادر صاحب مرحوم نے علم وادب پر جو احسانات کئے ہیں وہ کبھی آسانی سے فراموش نہیں کئے جاسکتے ان کے شغف علمی کا اس امر سے پتہ چل سکتا ہے کہ وہ ملازمت کی انتہائی مصروفیتوں کے باوجود گراں بہا مضامین کے سلسلے میں پیہم جگر کاری کرتے رہے۔ ہمیں مرحوم کے عزیزوں اور دوستوں سے اس حادثہ میں دلی ہمدردی ہے۔ باری تعالیٰ مرحوم کو فردوس کی نعمتیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔“ ۶۰

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا ذکرِ خیر

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب فرماتے ہیں:

"حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی زوجہ محترمہ کے بطن سے تھے، نے ایک لمبے عرصے تک کھلے طور پر احمدیت قبول کرنے کا اعلان نہ کیا تھا لیکن آپ کی روح احمدیت کو قبول کئے ہوئے تھی۔ آپ نہایت درجہ فہیم، علم دوست اور بلند اخلاق کے مالک تھے اور خوب سمجھتے تھے کہ اسلام کی روح جو اُن کے گرانقدر والد مسلمانوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ روح مسلمانوں میں مفقود تھی اور خود مرزا سلطان احمد صاحب پر بھی ماحول نے اثر ڈالا ہوا تھا اور وہ اپنے آپ کو ان نقوش پر جن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام چلانا چاہتے تھے کہ بندۂ دنیا نہ رہے بلکہ بندۂ خدا بن جائے پر چلنے سے عاری سمجھتے تھے لیکن آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس استغناء سے بھی واقف تھے کہ خدا کی راہ میں حائل ہونے والے کو خواہ وہ حضور کا جگر گوشہ ہی کیوں نہ ہو ذرّہ بھر وقعت نہ دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ گوشہ تنہائی اور دور رہنے میں عافیت سمجھتے تھے لیکن اس کے باوجود ہر آن حضور کے حکم کی جو کاروبار دنیا کے متعلق ہوں تعمیل کرنے کو حرز جان سمجھتے تھے اور حضرت اقدس کی شخصیت کے متعلق نہایت غیرت رکھتے تھے۔ ادھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی جبر کے سخت خلاف تھے۔ بلکہ آپ کی ماموریت کا

کارنامہ ہی یہ تھا کہ لوگوں کو اسلام کا حسین چہرہ دلائل، حسن اخلاق اور نور سماوی کی جھلک کے ذریعے دکھلائیں۔ حضور ہرگز یہ گوارہ نہ فرماتے تھے کہ اپنے بیٹے کو جبری حکم کے ذریعے اسلام کے جملہ احکام کا پابند فرمائیں۔ یہی وجہ ہے کہ باپ اور بیٹے میں بُعد جاری رہا۔ حتیٰ کہ حضرت اقدس کا وصال ہو گیا اور احمدی دنیا اور دوسرے لوگ یہی سمجھتے رہے کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب احمدیت کے قائل نہیں لیکن خدائے علیم وبصیر ان کے دل کی حالت کو جانتا تھا کہ وہ نہ صرف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جسمانی بیٹے ہیں بلکہ ان کے روحانی فرزند ہونے کا بھی مقام حاصل ہے جو اس لطف خداوندی سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کے وصال کے روز آپ کو ماتم پرسی کے الہام سے نوازا اور آپ کے قلب میں اس کی یہ تعبیر ڈالی گئی کہ والد صاحب فوت ہو گئے ہیں لہٰذا آپ اس یقین کے ساتھ تمام روکوں کو دور کر کے اپنے دورہ کے مقام سے قادیان روانہ ہو گئے اور حضرت اقدس کے جنازہ میں شامل ہوئے۔

احمدیت سے وابستگی

پھر آپ کی احمدیت سے وابستگی اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ چند مخلص احمدی احباب جو آپ سے دوستانہ اور بے تکلفانہ تعلق رکھتے تھے آپ کی خدمت میں وفد کے طور پر حاضر ہوئے تا کہ انہیں حلقہ احمدیت میں لانے کی کوشش کریں۔ آپ نے ان کی باتوں کو سُن کر فرمایا:

"میں اپنے والد صاحب کے مقام کو آپ سے زیادہ جانتا ہوں۔ ظاہری بیعت سے جو رُکا چلا آ رہا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی فرمودہ تعلیم کی بجا آوری کی تاب تواں اپنے اندر نہیں رکھتا۔"

اسی طرح فتنہ افراد کے زور کے زمانہ میں چند متعصب لوگ جو غیر از جماعت تھے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ کی زمین کے دو چھوٹے ٹکڑے میاں محمود

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ) آپ کی اجازت کے بغیر زیر کاشت لے آئے ہیں۔

اس پر آپ ان لوگوں پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

''فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ میاں محمود میرے بھائی ہیں۔ اگر وہ میرے مکان کی چھت پر بھی ہل چلوا دیں تو بھی مَیں ان سے اختلاف نہیں کروں گا۔''

یہ بظاہر ایک وقتی بات تھی لیکن اس کے اندر یہ شہادت پائی جاتی ہے کہ آپ بخوبی سمجھتے تھے کہ حضرت محمود (نور اللہ مرقدہٗ) جس کارِ دین کو سرانجام دے رہے ہیں وہ وہی کام ہے جسے ان کے گرانقدر والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سرانجام دے رہے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد جب مخالفین نے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے خلاف شرانگیز خبریں اُڑائیں اور یہ کوشش شروع کی کہ کسی طرح آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری زوجہ محترمہ حضرت اماں جان سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی اولاد کی مخالفت پر آمادہ کیا جائے تو اس پر آپ نے ایک دوست کے نام مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا جو کہ پیسہ اخبار میں شائع ہو گیا تھا۔

''مکرم بندہ!

والا نامہ پہنچا۔ مشکور فرمایا۔ ہمیشہ لوگ اپنی ذات پر اور اپنے نفس پر دوسروں کا فیصلہ کیا کوتے ہیں۔ ذاتی کاوشوں کا مذہبی رنگ میں لاکر نتائج نکالنے کے عموماً عادی ہوتے ہیں۔ جن جلد بازوں نے میرے متعلق یہ خبریں اُڑائیں انہوں نے یہ سمجھا کہ سچا اسلام صرف یہی ہے کہ ایک لڑکا اپنے باپ کے مرنے پر شرارت اٹھائے اور قفل بندی کردے لیکن ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں اس قسم کے اسلام سے بیزار ہوں اور میری رائے میں جو اسلام یہ سکھاتا ہے کہ باپ کی بے عزتی اور بے وقری کی جائے اور باپ کے پسماندگان کے ساتھ فساد کیا جائے وہ کفر اور ارتداد سے بھی بدتر ہے۔ اگر ایسے شرمناک اسلام کی

وجہ سے بہشت بھی مل سکے تو میری رائے میں وہ دوزخ سے بھی بدتر ہے۔

لعنتی ہے وہ بیٹا اور کم بخت ہے وہ لڑکا جو باپ کی میت کو خراب کرے اور چھوٹے بھائیوں سے ناحق الجھے۔ مسلمان ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ ماں باپ کے قدموں کے نیچے بہشت اور دوسری طرف یہ امید رکھتے ہیں کہ ایک سمجھدار لڑکا باپ کی تخریب کا موجب ہو اور دین و دنیا میں روسیاہی سہیڑے اور مَیں اگر یہ حرکت کرتا بھی تو کیا اس تصور پر کہ قادیان میں ان کی بدولت روز و شب قرآن کریم کی تلاوت آذان کی آواز گونجتی ہے۔ مَیں سست اعمال تھا۔ مجھے اسلامی جوش اس قدر مجبور کرتا کہ مَیں اس قدر مومن ہو جاتا کہ قرآن خواں جماعت کو قادیان سے نکالنے کی فکر کرتا۔ حاشا وکلا......

قادیان کی جماعت خدا کے فضل و کرم سے بمقابلہ میرے ہزاروں درجہ نیک، متقی، عامل شریعت، شب بیدار اور پرستار خدائے لایزل ہے اور میرے اعمال آپ خوب جانتے ہیں کیا ہیں۔ کیا باوجود ان اعمال کے ایسی جماعت کی مخالفت کرسکتا ہوں۔ لوگ انہیں کافر سمجھیں اور قابل دار۔ وہ مجھ سے حد درجہ نیک اور قابل عزت ہیں......

مرزائی ٹولہ کو اگر خدا اپنی مرضی سے قادیان سے نکالے تو نکالے۔ نہ وہ سلطان احمد کے کہنے سے نکلتے ہیں اور نہ سلطان احمد ان کو نکالتا ہے بلکہ ان کی مناسب دلجوئی پر مستعد اور تیار ہے۔ مَیں کیا؟ کل خاندان سے کسی ایک نے بھی مخالفت نہیں کی۔ آخر غیرت بھی تو کوئی شے ہے اور وہ منجملہ فرائض اسلام کے ہے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں نہ مجھ سے کوئی ایسی شرمناک حرکت سرزد ہوئی اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ ہوگی۔''

سلطان احمد جالندھر ۲؍جون ۱۹۰۸ء'' [61]

آپ کے مندرجہ بالا خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ باوجود بیعت نہ کرنے اور دور دور رہنے کے آپ نے نہ صرف مخالفت نہ کی بلکہ نہایت غیرت مندی کا ثبوت دیا اور انکساری دکھائی۔

والد ماجد کا غیر معمولی احترام

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب اپنے والد ماجد حضرت مسیح موعودؑ کی بے حد عزت و احترام کرتے تھے اور آپؑ کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ شاید اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبول احمدیت کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ کی سیرت کا یہ نمایاں وصف آپ کی فطری سعادت مندی اور نیک طینتی پر دلالت کرتا ہے۔ آپ کی اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے روزنامہ الفضل لکھتا ہے:

''باوجود بے حد خطرناک اور پیچیدہ حالات میں سے گزرنے کے جن میں شیطان کو اپنی شرارت کا بہت کچھ موقعہ مل سکتا ہے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کبھی کوئی بے ادبی کا کلمہ نہ کہا۔ بلکہ ہمیشہ پوری طرح ادب اور تعظیم کو ملحوظ رکھا۔ حتیٰ کہ بعض ایسے مواقع پر جبکہ کسی فتنہ جو اور شرارت پسند نے ان کی حمایت کے پردہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا تو انہوں نے بڑی غیرت اور حمیّت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے فعل کے خلاف سخت نفرت اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ یہی وجہ تھی کہ مخالفین سلسلہ عالیہ احمدیہ کو آپ کی طرف کوئی بات منسوب کر کے شرارت کرنے کی جراٴت نہ ہوتی۔'' [۶۲]

مکرم و محترم علی محمد صاحب افسر مال راولپنڈی ایک غیر احمدی دوست سیّد فقیر افتخار الدین صاحب آف لاہور کی زبانی تحریر کرتے ہیں کہ:

''مرزا سلطان احمد صاحب کے ساتھ اگرچہ میرے تعلقات بہت پرانے ہیں۔ ضلع ملتان میں جب ہم اکٹھے تھے اس سے بھی پہلے کے ہیں لیکن

ان کی صحیح سیرت کا مجھے تب ہی اندازہ ہوا جبکہ مَیں کابل میں برٹش ایجنٹ تھا اور حضرت مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ۱۹۰۸ء میں رحلت فرمائی اور مَیں نے مذاق کے طور پر اپنے خط میں ان کو ''خدا کا پوتا'' لکھ دیا۔ میری اس حرکت سے مرزا سلطان احمد صاحب کو سخت رنج ہوا اور انہوں نے مجھے لکھا کہ افسوس ہے میرے اور تمہارے بہت قدیم سے تعلقات ہیں لیکن آج تک تم مجھے پہچان نہیں سکے اور میرے ساتھ سلسلہ خط و کتابت بند کر دیا۔ جس پر مَیں نے معافی مانگی۔'' [۶۳]

مکرم محترم چوہدری محمد علی صاحب ایم اے وکیل التصنیف بیان کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ لاہور میں پنجاب کے سینئر افسران کی دعوت تھی جس میں علاوہ دیگر افسران کے صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب بھی مدعو تھے۔ بشپ آف لاہور بھی وہاں موجود تھے۔ صاحبزادہ صاحب نے چونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت نہیں کی تھی، بشپ صاحب نے غالباً اس خیال سے کہ یہ بھی حضرت اقدس علیہ السلام کے مخالفین میں شامل ہیں آپ علیہ السلام کے خلاف زبان درازی کرنی چاہی۔ صاحبزادہ صاحب نے انہیں دو ایک بار ایسا کرنے سے روکا لیکن وہ باز نہ آئے۔ جس پر صاحبزادہ صاحب نے کھانے سے بھری پلیٹ بشپ صاحب کو دے ماری۔ آپ اگرچہ ابھی تک حضرت اقدس علیہ السلام کی بیعت سے مشرف نہ ہوئے تھے لیکن آپ علیہ السلام کے لیے دل میں ایک غیرت اور احترام کا تعلق رکھتے تھے لہٰذا آپ نے اس بات کی کوئی پروانہ کی کہ دعوت میں موجود حاضرین و افسران بشپ کے رویّے کے خلاف آپ کے اس ردِّعمل پر کیا کہیں گے۔''

احمدیت میں داخل نہ ہونے کی وجہ

آپ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور راستبازی تقویٰ اور طہارت کے معترف رہے اور احمدیت میں داخل ہونے میں روک اپنی عملی کمزوری قرار دیتے۔ گویا اس وقت بھی آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان عقائد کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے اپنی کمزوری بتاتے تھے۔ یہ بھی آپ کی سعادت کی بہت بڑی علامت تھی اور کیا عجب ہے کہ اسی کے نتیجہ میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا۔ [۲۴]

مکرم علی محمد صاحب افسر مال راولپنڈی حضرت صاحبزادہ صاحب کی سیرت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سیّد فقیر افتخار الدین صاحب جو لاہور کے رہنے والے تھے اور ضلع ہوشیارپور میں مہتمم بندوبست کے عہدہ پر فائز رہ کر بوجہ علالت ۱۹۱۳ء میں اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے ان کے اور حضرت مرزا صاحب مرحوم کے آپس میں نہایت پرانی اور گہری دوستی و یگانگت کے تعلقات تھے اور ایسی دوستی کہ جس کی دنیاوی تعلقات میں بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔ مَیں ۱۹۱۱ء میں فقیر صاحب کی پیشی میں تھا۔ مجھ پر بھی ان کی نظر عنایت عام مروجہ صورتوں سے بہت بڑھ کر تھی۔ میرے ساتھ ہمیشہ وہ اپنے عزیزوں سا سلوک فرماتے تھے۔ مَیں بھی کسی کسی موقعہ پر ان کی خدمت میں احمدیت کی صداقت کے متعلق عرض کر دیتا تھا۔ آپ نے ایک دن اِس ضمن میں فرمایا کہ مَیں اور مرزا سلطان احمد صاحب اس

لئے غیر احمدی نہیں کہ ہم احمدیت کو حق اور صداقت نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہم نہیں چاہتے کہ اس پاک سلسلہ میں ہمارے جیسے آدمی شامل ہو کر اس کی بدنامی کا موجب ہوں۔'' [۲۵]

حضرت سیّد شفیع احمد صاحب محقق دہلوی بیان کرتے ہیں کہ

''کسی نے حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا کہ وہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو مان کیوں نہیں لیتے جواب دیا مَیں دنیاداری میں گرفتار ہوں اور مَیں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بیعت کر لینے کے بعد بھی میرے اندر دنیا کی نجاست موجود رہے...... اپنے مقدس باپ کا اثر ان کے اندر اس قدر موجود تھا کہ نائب تحصیلدار کے بعد تحصیلدار پھر ای اے سی پھر افسر مال پھر ڈپٹی کمشنر وغیرہ رہے مگر کسی جگہ آج تک مرزا صاحب سے کسی کو شکایت نہیں ہوئی۔ انہوں نے کبھی کسی کو دکھ نہیں دیا۔ نہ ظلم کیا نہ جھوٹ بولا اور نہ رشوت قبول کی بلکہ ڈالی تک قبول نہ کرتے تھے۔ یہ تمام خوبیوں کا مجموعہ انہیں وراثۃً باپ سے ملا تھا۔ نہ صرف اس قدر بلکہ ان کے بچوں میں بھی فطرتاً یہ باتیں موجود ہیں۔ مرزا عزیز احمد صاحب ایم اے بھی سرکاری ملازم ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ ان کے دفتر والے ماتحت اور افسر بلکہ ہمسایہ تک ان کے چلن اور اخلاق کے مداح ہیں۔'' [۲۶]

مرزا غلام قادر صاحب کے انتقال ہونے سے دو تین دن پہلے پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دکھایا گیا کہ گویا مرزا سلطان احمد صاحب مرزا غلام قادر صاحب کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں کہ

''اے عمی بازی خویش کردی و مرا افسوس بسیار دادی''

اس واقعہ کو بہتر ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب کے ہی الفاظ میں لکھ دوں۔ چنانچہ فرماتے

ہیں:

''اپنے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی وفات کی نسبت پیشگوئی ہے جس میں میرے ایک بیٹے کی طرف سے بطور حکایت عن الغیر مجھے یہ الہام ہوا۔

''اے عمی بازی خویش کردی و مرا افسوس بسیار دادی'' یہ پیشگوئی بھی اس شرمپت آریہ کو قبل از وقت بتلائی گئی تھی اور اس الہام کا مطلب یہ تھا کہ میرے بھائی کی بے وقت موت ہوگی۔ جو موجب صدمہ ہوگی۔ جب یہ الہام ہوا تو اس دن یا اس سے ایک دن پہلے شرمپت مذکور کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے امین چند رکھا ہے۔ مَیں نے کہا کہ ابھی مجھے الہام ہوا ہے کہ ''اے عمی بازی خویش کردی و مرا افسوس بسیار دادی'' اور ہنوز اس الہام کے میرے پر معنی نہیں کھلے۔ مَیں ڈرتا ہوں کہ اس سے مراد تیرا لڑکا امین چند ہی نہ ہو کیونکہ تیری میرے پاس آمد و رفت بہت ہے اور الہامات میں کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ کسی تعلق رکھنے والے کی نسبت الہام ہوتا ہے۔ وہ یہ بات سُن کر ڈر گیا اور اس نے گھر میں جاتے ہی اپنے لڑکے کا نام بدلا دیا۔ یعنی بجائے امین چند کے گوکل چند نام رکھ دیا۔ وہ لڑکا اب تک زندہ ہے اور ان دنوں میں کسی ضلع کے بندوبست میں مثلخوان ہے اور بعد اس کے میرے پر کھولا گیا کہ یہ الہام میرے بھائی کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ میرا بھائی دو تین دن کے بعد ایک ناگہانی طور پر فوت ہو گیا اور میرے اس لڑکے کو اس کی موت کا صدمہ پہنچا اور اس پیچ میں آ کر شرمپت مذکور جو سخت متعصب آریہ ہے گواہ بن گیا۔''

غرض جس طرح پر حضرت مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم کی وفات کی خبر قبل از وقت آپ کو دی گئی تھی اپنے بڑے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی وفات کی خبر بھی اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت دی اور یہ واقعہ ۱۸۸۳ء میں ہوا۔

رانی اور درشنی آدمی

اس الہام کی تائید میں ایک اور مبشر رؤیاء بھی حضرت والد صاحب قبلہ کی وفات کے دوسرے یا تیسرے دن آپ نے دیکھی۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

''اس عاجز کو بھی اس بات کا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض اوقات خواب یا کشف میں روحانی امور جسمانی شکل پر متشکل ہو کر مثل انسان نظر آ جاتے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میرے والد صاحب غفر اللہ لہ جو ایک معزز رئیس اور اپنی نواح میں عزت کے ساتھ مشہور تھے انتقال کر گئے تو ان کے فوت ہونے کے بعد دوسرے یا تیسرے روز ایک عورت نہایت خوبصورت خواب میں مَیں نے دیکھی جس کا حلیہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور اس نے بیان کیا کہ میرا نام رانی ہے اور مجھے اشارت سے کہا کہ مَیں گھر کی عزت اور وجاہت ہوں اور کہا کہ مَیں چلنے کو تھی مگر تیرے لئے رہ گئی۔''

اس رؤیاء کے وقت آپ نے دیکھا تھا کہ

گویا اصل مکان موجودہ مرزا سلطان احمد صاحب والے میں ایک دالان میں بیٹھا ہوں۔ مغربی کوٹھڑی سے ایک برقعہ پوش عورت نکلی۔

انہیں دنوں میں مَیں نے ایک نہایت خوبصورت مرد دیکھا اور مَیں نے اسے کہا کہ تم ایک عجیب خوبصورت ہو۔ اس نے اشارہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ مَیں تیرا بخت بیدار ہوں اور میرے اس سوال کے جواب میں کہ تو عجیب خوبصورت آدمی ہے اس نے یہ جواب دیا کہ ہاں میں درشنی آدمی ہوں۔ ۶۲

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی نسبت

حضرت مسیح موعودؑ کے بعض نشانات

مکرم ومحترم غلام احمد خان صاحب ایڈووکیٹ سابق امیر جماعت احمدیہ پاکپتن تحریر کرتے ہیں:

''ماہ رمضان گزشتہ میں مَیں نے اخبار الفضل کے ذریعہ ظاہر کیا تھا کہ حضرت میرزا سلطان احمد صاحب کے احمدی ہونے اور بالخصوص بیعتِ خلافت سے مشرف ہونے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کہ خدا تین کو چار کرے گا اپنے نئے رنگ اور نئی شان میں پوری ہوئی۔ اب میں حضرت میرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اور نشانات جو پورے ہوئے بیان کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب سراج منیر صفحہ ۷۹ پر پینتیسویں پیشگوئی میں شیخ محمد حسین بٹالوی کا ذکر کیا ہے اور پھر ایک خواب بیان فرمایا ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے۔

''پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ ایک شخص جس کا نام سلطان بیگ ہے۔ جان کندن میں ہے۔ مَیں نے کہا کہ عنقریب وہ مرجائے گا کیونکہ مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے کہ اس کی موت کے دن صلح ہوگی۔''

تشریح: سلطان بیگ کے نام سے ظاہر ہے کہ جس شخص کا ذکر ہے وہ قوم کا مغل ہے۔ پھر یہ وہ سلطان بیگ ہے جو خواب آنے کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مخالف ہے۔ اس لئے صلح کا محتاج ہے۔ جان کندن میں ہونے سے مراد وہ لمبی بیماری ہے جس میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بہت مدت تک مبتلاء رہے اور بالآخر چلنے پھرنے کے بھی ناقابل

ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو آپ کی بیعت لینے کے لئے آپ کے پاس جانا پڑا۔ موت کے دِن سے مراد موت کا سال ہے۔ کیونکہ مذہبی اصطلاح میں کبھی دن سال کے برابر ہوتا ہے۔ اس جگہ دِن ایک سال کے برابر ہے اور خواب کی یہ تعبیر ہوئی کہ حضرت میرزا سلطان احمد صاحب کی موت کے سال صلح ہوگی اور وقوع میں بھی یہی آیا ہے کہ آپ کی صلح یعنی بیعت کا دِن یعنی سال ابھی گزرنے نہیں پایا تھا کہ آپ کا وصال ہوگیا۔

پھر شیخ محمد حسین بٹالوی کے ذکر میں آپ کا ذکر اس لئے آیا کہ آپ کو شیخ صاحب مذکور سے مخالفت مسیح موعودؑ اور پھر رجوع یا صلح میں ایک گونہ مناسبت تھی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''۲۰؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو خواب میں مجھے یہ دکھایا گیا کہ ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے اور اس کے باپ کے نام کے سر پر سلطان کا لفظ ہے۔ وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے سامنے بٹھایا گیا۔ مَیں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے۔''[۶۸]

اس خواب میں جناب میرزا عزیز احمد صاحب کے والد ماجد حضرت میرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کا ذکر ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''آج اس موقعہ کے اثناء میں جبکہ یہ عاجز بغرض تصحیح کاپی کو دیکھ رہا تھا کہ بعالم کشف چند ورق ہاتھ میں دیئے گئے اور ان پر لکھا ہوا تھا کہ ''فتح کا نقارہ بجے'' پھر ایک نے مسکرا کر ان ورقوں کی دوسری طرف ایک تصویر دکھلائی اور کہا کہ ''دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری'' جب اس عاجز نے دیکھا تو وہ اسی عاجز کی تصویر تھی اور سبز پوشاک تھی۔ مگر نہایت رُعبناک۔ جیسے سپہ سالار مسلح فتحیاب ہوتے ہیں اور تصویر کے یمین و یسار میں ''حجۃ اللہ القادر و سلطان احمد مختار'' لکھا تھا۔''[۶۹]

اس کشف میں اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام سلطان احمد مختار رکھا گیا ہے۔ تاہم اس میں حضور کے بیٹے سلطان احمد کی صلاحیت کی نسبت اشارۃً ذکر ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پیشگوئی مصلح موعود تین کو چار کرنے والا ہوگا کے بارے میں فرماتے ہیں:

''تیسرے اس طرح بھی مَیں تین کو چار کرنے والا ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندہ اولاد میں سے ہم صرف تین بھائی یعنی مَیں، مرزا بشیر احمد صاحب اور مرزا شریف احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھنے کے لحاظ سے آپ کے روحانی بیٹوں میں شامل تھے۔ مرزا سلطان احمد صاحب آپ کی روحانی ذریت میں شامل نہیں تھے۔ اُنہیں حضرت خلیفہ اوّل پر بڑا اعتقاد تھا مگر باوجود اعتقاد کے آپ کے زمانہ میں وہ احمدی نہ ہوئے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک رؤیا سے معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہدایت مقدر کی ہوئی ہے اور رؤیا یہ ہے کہ آپ نے دیکھا کہ

''مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے اور سب لباس سرتاپا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی اُسی وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے اُس وقت مَیں نے گھر میں مخاطب ہوکر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔''

آپ کا مرزا سلطان احمد صاحب کے متعلق یہ کہنا کہ ''یہ میرا بیٹا ہے'' بتا رہا تھا کہ اُن کے لئے آپ کی روحانی ذرّیت میں شامل ہونا مقدر ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں وہ

احمدیت میں داخل نہ ہوئے۔ جب میرا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان کئے کہ وہ میرے ذریعے سے احمدیت میں داخل ہوگئے۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات میں میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی حالانکہ وہ میرے بڑے بھائی تھے اور بڑے بھائی کے لئے اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ بیعت کے بعد اُنہوں نے خود بتایا کہ مَیں ایک عرصہ تک اسی وجہ سے بیعت کرنے سے رُکتا رہا کہ اگر مَیں بیعت کرتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کرتا یا حضرت خلیفہ اوّل کی کرتا جن پر مجھے بڑا اعتقاد تھا۔ اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کرلوں مگر کہنے لگے آخر میں نے کہا یہ پیالہ مجھے پینا ہی پڑے گا۔ چنانچہ اُنہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے مجھے تین کو چار کرنے والا بنا دیا۔ کیونکہ پہلے روحانی لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت میں ہم صرف تین بھائی تھے مگر پھر تین سے چار ہوگئے۔ [٧٠]

مرزا سلطان احمد کے سیاہ لباس سے آپ کی وہ حالتِ انکار مسیح موعود علیہ السلام مراد ہے جس میں آپ کی ساری عمر گزری۔ مگر اسی وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے اور یہ وہ حالت رجوع اور صلح تھی جو کہ بیعت خلافت کے بعد ظہور میں آئی۔ اس وقت گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گھر میں مخاطب ہوکر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے مرزا سلطان احمد صاحب روحانی طور پر عاق سمجھے گئے تھے۔ بیعت خلافت کے بعد ہی حقیقۃً روحانی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے کہلائے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے بھی آپ کی بیعت کے بعد آپ کے اخلاص کا ذکر کیا ہے۔ پھر آپ کے بحیثیت فرشتہ کُرسی پر بیٹھنے کے بھی یہی معنے ہیں کہ آپ روحانی طور پر

معززاور مکرم ہوگئے۔ جس کا ذکر اس الہام الٰہی میں بھی ہے:

ولا نبقی لک من المخزیات ذکرا [۱]

یعنی ہم تیری نسبت ایک بات بھی ایسی باقی نہیں چھوڑیں گے جو موجب رسوائی اور طعن و تشنیع ہو۔ چنانچہ میرزا سلطان احمد صاحب کا سیاہ لباس یعنی مخالفت مسیح موعود علیہ السلام مخزیات ذکرا میں شامل تھا۔ پھر آپ کی بیعت کے بعد فرشتہ ہوجانے سے یہ الہام الٰہی پورا ہؤا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رُعب دوبالا ہوگیا۔ **الحمدللہ علیٰ ذالک**

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے بارے میں الہام ہؤا تھا ”پاس ہوجائے گا“۔

۲۳؍نومبر ۱۹۰۳ء ۲؍رمضان میں مَیں نے دیکھا کہ سلطان احمد کی تائی مسماۃ حرمت بی بی ایک مکان پر جو سکھوں کے دھرمسالہ سے مشابہ ہے میرے پاس آئی اور لڑائی کا ارادہ رکھتی ہے اور کھڑی ہوکر میری طرف ایک سوٹا چلایا جو سیاہ رنگ کا تھا۔ مَیں نے اپنی سفید سوٹی سے اس کو روک دیا بعد اس کے مَیں نے اس کو کہا کہ اگر مَیں نفسانی آدمی ہوں تو تم مجھے فنا کرسکتی ہو لیکن اگر مَیں نفسانی آدمی نہیں تو تم مجھے فنا نہیں کرسکتیں۔ [۲]

خدا کا کلام ذوالوجوہ اور ذوالمعنی ہؤا کرتا ہے۔ عمومی بالا تشریح کے علاوہ ایک اور تشریح اس الہام کی واقعات کے رو سے ہوگئی ہے اور وہ اس طرح کہ میرزا سلطان احمد صاحب احمدی ہوگئے اور مبایعین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میں شامل ہوگئے۔ اسی حالت میں انجام بہ خیر کے ساتھ وفات پاکر بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ اس بہشتی مقبرہ میں جس کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہؤا تھا ”**کل مقابر الارض لا تقابل ھٰذہ الارض**“۔ [۳]

پھر جس کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔“ [۴]

غرضیکہ حضرت میرزا سلطان احمد صاحب مرحومؓ اس دارالابتلاء کے روحانی امتحان میں

بھی پاس ہوگئے۔ **ذالک فوز العظیم**۔

غرض میرزا سلطان احمد صاحب مرحومؓ کی حالتِ انکار بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان تھی اور پھر آپ کا احمدی ہونا اور بیعت خلافت کرنا اور اسی حالت میں وفات پاکر بہشتی مقبرہ میں دفن ہونا بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان ہے۔ [۵]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رؤیا

۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک زور آور زلزلے کا نشان ظاہر ہؤا جس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علاوہ دیگر پیشگوئیوں کے ۳؍اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک رؤیا بھی دیکھی جو آپؑ نے کئی ایک کو سُنائی۔ ملفوظات جلد چہارم میں یہ رؤیا اس طرح مذکور ہے:

”۳؍اپریل ۱۹۰۵ء۔ رؤیا۔ دیکھا کہ مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے اور سب لباس سرتاپا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی۔ اسی وقت معلوم ہؤا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ اس وقت مَیں نے گھر میں مخاطب ہوکر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ تب دو فرشتے اور ظاہر ہوگئے اور تین کُرسیاں معلوم ہوئیں اور تینوں پر وہ تین فرشتے بیٹھ گئے اور بہت تیز قلم سے کچھ لکھنا شروع کیا جس کی تیز آواز سنائی دیتی تھی۔ اُن کے اس طرز کے لکھنے میں ایک رعب تھا۔ مَیں پاس کھڑا ہوں کہ بیداری ہوگئی۔

اسی وقت حضرت اقدس نے یہ خواب سنایا اور فرمایا کہ:

”کوئی ہیبت ناک نشان ہونے والا ہے۔ اس کی تعبیر یوں ہے کہ سلطان احمد مراد ایسے دلائل اور براہین ہیں جو دلوں پر تسلط کرتے اور دلوں کو پکڑ لیتے ہیں اور نظام الدین سے مُراد ایسا نشان ہے جس سے دین اسلام کی صلاحیت ہوگی اور اس کا نظام دُرست ہوجائے گا۔ سیاہ کپڑے ظاہر کرتے ہیں کہ اب

کوئی ڈرانے والا نشان ظاہر ہونے والا ہے اور یہ جو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ یہ ہماری دعاؤں کا نتیجہ ہے کیونکہ نتیجہ بچے کو بھی کہتے ہیں۔'' ٧٦

حضرت اقدس علیہ السلام کے ملفوظات میں تذکرہ

۲۶ رجنوری ۱۹۰۳ء (بوقت ظہر)

جب نماز کے لیے حضور تشریف لائے تو مولوی محمد احسن صاحب امروہی کو فرمایا کہ

''مَیں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ میرے سامنے جائفل اور ایک گانٹھ نہیں معلوم سپاری کی یا سونٹھ کی پیش کر کے کہتے ہیں کہ یہ کھانسی کا علاج ہے۔ اس کے دیکھنے کے بعد مجھے دو گھنٹے تک کھانسی سے بالکل آرام رہا حالانکہ اس سے پیشتر مجھے کھانسی دم نہ لینے دیتی تھی۔

مولوی عبدالکریم صاحب نے بیان کیا کہ رات کو مَیں نے خواب دیکھا کہ سلطان احمد (حضور کے لڑکے) آئے ہوئے ہیں۔

حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ

''میرے گھر میں ایک ایسی ہی خواب آئی تھی اس کی وہی تعبیر بتلائی جو آپ نے سمجھی یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشان ظاہر ہوگا۔ سلطان سے مراد براہین اور نشان ہوا کرتا ہے۔'' ٧٧

''ہمارا مذہب یہی ہے کہ ہم بدی کرنے والے سے نیکی کرتے ہیں۔ یہی گھر جو سامنے موجود ہے اس کے متعلق میرے لڑکے مرزا سلطان احمد نے مقدمہ کیا تھا۔ باوجودیکہ میرے لڑکے نے مقدمہ کیا تھا اور یہ سخت ایذا دینے

والے دشمن تھے مگر مَیں نے کہا کہ مَیں اظہار نہیں دوں گا۔ کیا اس وقت مَیں نے سلطان احمد کی رعایت کی تھی یا اُن کی؟ اور اُن کی دشمنیوں کا خیال رکھا یا ان کے ساتھ نیکی کی؟ یہ ایک ہی بات نہیں۔ جب جب ان کو میری مدد کی ضرورت ہوئی مَیں نے اُن کو مدد دی ہے اور دیتا رہتا ہوں۔ جب ان کو مصیبت آئی یا کوئی بیمار ہوا تو مَیں نے کبھی سلوک یا دوا دینے سے دریغ نہیں کیا۔ ایسی حالت میں کہ ہم ان سے سلوک کرتے ہیں اور ان کی سختیوں پر صبر کرتے ہیں۔'' ٧٨

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کی

بعض روایات

میری حالت ایسی نہیں کہ بیعت کو نبھا سکوں

مکرم چوہدری سعید احمد صاحب عالمگیر افسر خزانہ صدر انجمن احمدیہ تحریر کرتے ہیں:

''حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے گو بہت بعد میں بیعت کی مگر بیعت میں دیری کسی مخالفت کی بنا پر نہ تھی۔ آپ بار بار اپنے دوستوں کو فرمایا کرتے تھے کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ سے بہتر جانتا ہوں مگر مَیں بیعت کی شرائط کو پورا کرنے کا اہل نہیں ہوں۔ اس بارہ میں حضرت مرزا عزیز احمد صاحب نے خاکسار کو جو واقعات سنائے وہ ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی قدر اور عزت تھی۔

حضرت والد صاحب جب میانوالی میں مال افسر تھے اور ابھی انہوں نے بیعت نہیں کی تھی ان کے پاس قادیان کے دو دوست بطور خدمت گار کے رہتے تھے۔ یعنی مکرم فضل الدین صاحب والد حسن دین صاحب درویش قادیان اور قاضی علی محمد صاحب ولد قاضی نور محمد صاحب یہ دونوں اصحاب مخلص اور جوشیلے احمدی تھے۔ یہ حضرت والد صاحب کو ہر وقت تبلیغ کرتے رہتے تھے اور مجبور کرتے تھے کہ بیعت کر لی جائے۔ بعض اوقات ان کے اس رویہ سے

والد صاحب چڑ بھی جایا کرتے تھے مگر یہ باز نہیں آتے تھے۔ چنانچہ میرے سامنے بھی کئی بار حضرت والد صاحب نے ان کو سرزنش کی۔ حضرت والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دوست مجھے بیعت کرنے کے لئے کہتے رہتے ہیں مگر میرا سب کو یہی جواب تھا کہ مَیں حضرت والد صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خوب جانتا ہوں وہ بے شک اللہ تعالیٰ کے مُرسل اور نبی ہیں مگر میری حالت ایسی نہیں کہ بیعت کو نبھا سکوں اور اس لئے مَیں ان کی بیعت نہیں کرتا۔'' [۵۹]

دلہن کو پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس لے جاؤ

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

''حضرت والد صاحب نے اگرچہ ابھی بیعت نہ کی تھی مگر جماعت اور خلافت کے ساتھ اُن کو جو عقیدت تھی وہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے۔

میری پہلی شادی مکرم مرزا محمد اعظم بیگ صاحب کی دُختر سے ہوئی۔ ہم بارات لے کر لاہور گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم حضور کو اس وقت میاں صاحب کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ ہمارا قیام منشی افتخار الدین صاحب کے گھر پر تھا۔

بارات جب لاہور سے روانہ ہو کر بٹالہ کے اسٹیشن پر پہنچی تو حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے ہمیں لینے کے لئے دو رَتھ بھجوائے ہوئے تھے۔ (یہ ایک قسم کی بہلی ہوتی تھی جس کے دو بڑے بڑے پہیے ہوتے تھے اور بَیل کھینچا کرتے تھے) ان دنوں ابھی قادیان تک ریل نہیں گئی تھی۔ جب ہم قادیان پہنچے تو حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ دُلہن کو گھر لے جانے کی

بجائے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے پاس لے جاؤ اور دعا کے لئے جاؤ۔
چنانچہ...... والد صاحب نے ارشاد کی تعمیل کردی۔ ۸۰

''تمہارے تو دادا اور پیر بھی تھے'' حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

''جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا تو مَیں اپنے پہلے خسر کے گاؤں اعظم آباد میں تھا جو کہ کوٹ رادھا کشن ریلوے اسٹیشن کے پاس ہے۔ میرے خسر اس وقت لاہور گئے ہوئے تھے جب اُن کو حضور کی وفات کا علم ہؤا تو مجھے اطلاع کرنے کے لئے گاؤں واپس تشریف لائے اور مجھے قادیان جانے کے لئے کہا۔ اس کے بعد حضرت والد صاحب کی طرف سے بھی تار ملا مگر مَیں بیماری یا اپنی بدقسمتی کی وجہ سے وقت پر قادیان نہ پہنچ سکا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد جب مَیں قادیان گیا تو حضرت والد صاحب مجھے حویلی کے احاطہ میں ملے اور فرمایا کہ

''میرے تو والد فوت ہو گئے تھے۔ تمہارے تو دادا اور پیر بھی تھے مگر تم وفات کے وقت نہیں آئے۔ تمہیں شرم کرنی چاہئے تھی۔''

حضرت والد صاحب نے مجھے اس سے سخت الفاظ پھر کبھی نہ کہے اور نہ کبھی اس واقعہ سے قبل کہے تھے حالانکہ حضرت والد صاحب نے ابھی تک حضور علیہ السلام کی بیعت بھی نہ کی تھی۔'' ۸۱

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کی تجدیدِ بیعت

صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے فرزند حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب علی گڑھ کالج میں زیرِ تعلیم تھے۔ ان دنوں کالج کے طلبہ نے اپنے اُستادوں کی مخالفت میں سٹرائیک کیا جس میں صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب بھی شریک ہوئے۔ چونکہ یہ امر سلسلہ کی تعلیم کے خلاف تھا اس لئے جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؑ نے صاحبزادہ صاحب کو خارج از بیعت کر دیا۔ اس پر صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب نے ایک معافی نامہ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں ارسال کیا۔

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ معافی نامہ صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر والد صاحب (حضرت مرزا عزیز احمد) کو دیا تھا اور کہا تھا کہ اس کی نقل کر کے اپنے دستخطوں کے ساتھ حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں بھجوا دو۔ چنانچہ والد صاحب نے یہ معافی نامہ نقل کیا اور اپنے دستخط کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھجوا دیا۔

ملفوظات جلد پنجم میں زیرِ عنوان ''مرزا عزیز احمد کی تجدیدِ بیعت'' لکھا ہے:

''مرزا عزیز احمد صاحب نے میانوالی سے جہاں آپ بتقریب موسمی رخصت مقیم ہیں مفصلہ ذیل خط حضرت کی خدمت میں بھیجا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت امام زمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

فدوی اپنے گزشتہ قصوروں کی معافی طلب کرتا ہے اور التجاء کرتا ہے کہ اس خاکسار کی گزشتہ کوتاہیوں کو معاف کر کے زمرۂ تابعین میں شامل کیا

جائے۔ نیز اس عاجز کے حق میں دعا فرماویں کہ آئندہ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔ حضور کا عاجز

عزیز احمد''

اس کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ:

''ہم وہ قصور معاف کرتے ہیں۔ آئندہ اب تم پرہیز گار اور سچے مسلمانوں کی طرح زندگی بسر کرو اور بُری صحبتوں سے پرہیز کرو۔ بُری صحبتوں کا انجام آخر بُرا ہی ہوا کرتا ہے۔'' ٨٢

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

''جب صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب علی گڑھ کالج میں پڑھا کرتے تھے تو آپ سے یہ غلطی سرزد ہوگئی کہ آپ سٹوڈنٹس کی سٹرائیک میں شامل ہو گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں فوراً جماعت سے خارج کر دیا۔ اس پر مرزا عزیز احمد صاحب کو سخت صدمہ پہنچا۔ سوائے معافی نامہ پیش کرنے کے کوئی چارہ نہ تھا لیکن حضرت اقدس کا رعب و دبدبہ تھا کہ مرزا عزیز احمد صاحب کو اس کا مضمون نہ سوجھتا تھا۔ ایسے آڑے وقت میں ان کے والد مرزا سلطان احمد صاحب نے جو کہ خود احمدیت میں داخل نہ ہوئے تھے لیکن حضرت مسیح موعود کے مزاج شناس تھے معافی نامہ کا مضمون لکھ کر ان کو علی گڑھ بھیج دیا۔ چنانچہ اس معافی نامہ کے پہنچنے پر حضرت اقدس نے ان کو معاف کر دیا اور احمدیت کے قلعہ عافیت میں انہیں داخل کر لیا۔ یہ واقعہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا احمدیت کے ساتھ دلی وابستگی کا ثبوت بن گیا۔ ٨٣

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے بارہ

بعض روایات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشابہت

حضرت مرزا صاحب مرحوم کی شکل و شباہت بہت کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ تھی اور کچھ لکھا ہوا پڑھتے وقت گنگنانے کی آواز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز سے بالکل ملتی تھی۔ اکثر لوگ ان سے ملاقات کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبیہہ مبارک کی یاد تازہ کر کے مسرت حاصل کیا کرتے تھے۔ آپ نہایت متواضع اور وسیع الاخلاق انسان تھے۔ قوت تحریر اور زور قلم آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ورثہ میں پایا تھا۔ ٨٤

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کے کام کا طریق کار بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''(آپؑ) لکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی تحریر کو پڑھتے بھی جاتے تھے اور آپ کی عادت تھی کہ جب آپ اپنے طور پر پڑھتے تو آپؑ کے ہونٹوں سے گنگنانے کی آواز آتی تھی اور سننے والا الفاظ صاف نہیں سمجھ سکتا تھا۔ خاکسار نے مرزا سلطان احمد صاحب کو پڑھتے سُنا ہے ان کا طریق حضرت صاحب کے طریق سے بہت ملتا ہے۔'' ٨٥

حضرت اقدس کے مکان میں رہنے کا شرف

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے بعد آپؑ کے مکان میں رہنے کا شرف بھی حاصل ہوا جس کی تصدیق بعض روایات کرتی ہیں۔ ۱۸۷۷ء میں حضرت اماں جان کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحب کا تبادلہ کچھ عرصہ کے لئے قادیان میں ہو گیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے لکھتے ہیں کہ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھے وہ کمرہ دکھایا جس میں اُن دنوں میں حضرت صاحب رہتے تھے۔ آج کل وہ کمرہ مرزا سلطان احمد صاحب کے قبضہ میں ہے۔[۸۶]

اسی طرح حضرت میاں معراج الدین عمر صاحب روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش اس مکان میں ہوئی جو مرزا سلطان احمد صاحب کا مکان ہے۔ نیز کہا کہ مَیں نے اس کمرہ کو دیکھا ہے۔[۸۷]

حضرت اقدسؑ کی میزبانی کا شرف

۱۸۹۰ء حضرت اقدس علیہ السلام کئی ماہ تک شدید بیمار رہے حتیٰ کہ بظاہر زندگی کی امید منقطع ہو گئی۔ بیماری کا یہ حملہ مارچ ۱۸۹۰ء کے آخری ہفتہ میں ہوا۔ مئی میں آپ ڈاکٹری علاج کے لئے لاہور تشریف لائے اور اپنے فرزند اکبر مرزا سلطان احمد صاحب نائب تحصیلدار کے مکان پر ٹھہرے اور مشہور ناولسٹ مسٹر احمد حسین کے والد ڈاکٹر محمد حسین صاحب کے زیرِ علاج رہے۔[۸۸]

لائبریری کی معاونت

دسمبر ۱۹۱۶ء میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنی تمام بیش بہا کتابوں کا ذخیرہ صدر انجمن احمدیہ کے نام وقف کر دیا اور صدر انجمن احمدیہ نے حضرت خلیفہ اوّلؓ کا کتب خانہ اور تشحیذ اور ریویو کی لائبریری میں اسے مُدغم کر کے ایک مستقل مرکزی لائبریری ''صادق لائبریری'' کے نام پر قائم کر دی۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے اپنی لائبریری بھی اس میں شامل کر دی۔ ۱۹۴۷ء میں اس کا بیشتر حصہ قادیان میں رہ گیا۔ تاہم جو کتابیں بھی لائی جا سکیں وہ از سرِ نو مرتب کی گئیں اور دوبارہ ربوہ میں اس کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر

مئی ۱۹۵۲ء کو یہ مرکزی لائبریری اور حضور کی ذاتی لائبریری دونوں ملا کر ایک کر دی گئیں اور اس مجموعہ کا نام خلافت لائبریری رکھا گیا۔[۸۹]

ایک واقعہ

خواجہ کمال الدین صاحب حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے وقت لندن میں تھے۔ آپ نومبر ۱۹۱۴ء میں حج بیت اللہ کر کے بمبئی پہنچے واپسی پر خان بہادر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے عرض کیا کہ درحقیقت حضرت مسیح موعودؑ کی جانشینی اور خلافت کے حقدار تو آپ ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ لاہور چلیں اور خلافت کا اعلان فرمائیں اور ہم سب آپ کی بیعت کریں گے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے ہنس کر جواب دیا کہ مَیں تو ابھی احمدی بھی نہیں۔ میرا خلافت کا کیا حق ہے؟[۹۰]

صاحبِ کردار

آپ بڑے محنتی، جفاکش، کام کرنے والے، کام سے نہ تھکنے نہ اُکتانے والے، بے خوف، جری دل، عادل اور انصاف پسند انسان تھے۔ انصاف کا خون کر دینے والی تمام کمزوریوں کے دُشمن تھے۔ عدل و انصاف کے قیام کی راہ میں آپ بڑی سے بڑی ہستی سے بھی ٹکرا جانے کی معمولی بات بلکہ اپنا اہم فرض خیال کرتے تھے۔ آپ انگریزی قوم یا گورنمنٹ انگریزی کے بہت مدّاح تھے۔ اس گورنمنٹ کو بہترین گورنمنٹ خیال کرتے تھے اور تحریر و تقریر میں اعلان کرتے تھے کہ انگریزی حکومت ہندوستانیوں کے لئے موجودہ حالات میں رحمت الٰہی ہے اور ان کے خلاف کسی قسم کی سیاسی شورش کو نامناسب اور خدا کے حضور میں گناہ اور احسان فراموشی خیال کرتے تھے لیکن باوجود اس عقیدہ کے اپنے فرائض کی بجا آوری اور اپنے اختیارات کے استعمال اور قیام عدل میں ان پر کبھی بھی دولت کا جادو، حُسن کا سحر، حکومت کا اثر، انگریز کا رعب اور عصبیت دین کا جذبہ کچھ بھی اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔[۹۱]

تذکرہ رؤسائے پنجاب

تذکرہ رؤسائے پنجاب میں لکھا ہے کہ

''غلام مرتضیٰ جو ایک لائق حکیم تھا ۱۸۷۶ء میں

فوت ہوا اور اس کا بیٹا غلام قادر اس کا جانشین ہوا۔ غلام قادر حکام مقامی کی امداد کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا اور اس کے پاس اُن افسران کے جن کا انتظامی امور سے تعلق تھا بہت سے سرٹیفکیٹ تھے۔ یہ کچھ عرصے تک گورداسپور میں دفتر ضلع کا سپرنٹنڈنٹ رہا۔ اس کا اکلوتا بیٹا کم سنی میں فوت ہوگیا اور اس نے اپنے بھتیجے سلطان احمد کو متبنّٰی کرلیا جو غلام قادر کی وفات یعنی ۱۸۸۳ء سے خاندان کا بزرگ خیال کیا جاتا تھا۔ مرزا سلطان احمد نے نائب تحصیلداری سے گورنمنٹ کی ملازمت شروع کی اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ تک ترقی پائی۔ یہ قادیان کا نمبردار بھی تھا مگر اس نمبرداری کا کام بجائے اس کے اس کا چچا نظام الدین کرتا تھا جو غلام محی الدین کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ مرزا سلطان احمد کو خان بہادر کا خطاب اور ضلع منٹگمری میں پانچ مربعہ جات اراضی عطا ہوئے اور ۱۹۳۰ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کا سب سے بڑا لڑکا مرزا عزیز احمد ایم۔ اے اب خاندان کا سرکردہ اور پنجاب میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد کا چھوٹا بیٹا رشید احمد ایک اولوالعزم زمیندار ہے اور اس نے سندھ میں اراضی کا بہت بڑا رقبہ لے لیا ہے۔ نظام الدین کا بھائی امام الدین جس کا انتقال ۱۹۰۴ء میں ہوا دہلی کے محاصرہ کے وقت ہاڈسن صاحب کے رسالہ میں رسالدار تھا اور اس کا باپ غلام محی الدین تحصیلدار تھا۔ [۹۲]

بیٹے کو نصائح

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ

جب ہمارے والد صاحب ملازم ہوئے تو دادا جان صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے تین باتیں انہیں بطور نصیحت بیان فرمائیں۔

فرمایا: پہلی بات جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ تم کبھی اس کے

مرتکب نہ ہوگے یعنی رشوت نہیں لوگے۔

دوسرے اگر کبھی تمہارا کوئی ماتحت کسی سے تھوڑے بہت پیسے لے لے تو اس پر زیادہ سختی نہ کرنا۔

تیسرے اگر کوئی شخص تمہارے پاس آئے تو اسے انتظار نہ کروانا۔

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب مؤخر الذکر بات سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ یہ بات والد صاحب کی زندگی میں مشاہدہ کی ہے کہ وہ کبھی کسی کو انتظار نہ کرواتے تھے اور ہمیشہ اس طرح بیٹھتے تھے کہ آنے والے کی طرف دھیان رہے۔ جب آنے والے کو دیکھتے تو فوراً بلا لیتے۔

غیرتِ دینی

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب مرحوم حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کا ایک واقعہ ہمیں بتایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک انگریز افسر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف بہت بیہودہ گوئی کی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے اسے کہا دو عورتیں ہیں جن پر الزام تراشی کی جاتی ہے ایک وہ تھی جو کنواری ہوتے ہوئے حاملہ ہوگئی اور ایک شادی شدہ ہو کر بھی حاملہ نہ ہوئی۔ اس جواب پر وہ انگریز افسر شرمندہ ہوگیا۔

لیکھرام ۱۹؍نومبر ۱۸۸۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نشان نمائی کی دعوت کے سلسلہ میں مرزا نظام الدین وغیرہ کی ترغیب پر قادیان آیا تھا۔ لیکھرام اپنی مجلسوں میں بھی اسلام پر سوقیانہ حملے کرتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی اطلاع مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کو ہوئی اور ان کو غیرت دینی کے لئے اس قدر جوش آیا کہ انہوں نے لیکھرام کو مباحثہ کا چیلنج دیا یہ شوخی لیکھرام کی مسلّمہ جنت پر تھی۔ قادیان کے مسلمانوں میں بھی جوش پیدا ہوگیا اور مرزا سلطان احمد صاحب پورے تیار ہو کر بازار کو چلے بھی گئے مگر عقلمند ہندوؤں نے سمجھا کہ اس

میں خیر نہ ہوگی اس وقت کو ٹلا دیا اور لیکھرام کو باہر نہ آنے دیا۔ [۹۳]

سلسلہ احمدیہ کے اوّلین مؤرخ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ایڈیٹر الحکم صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی دینی غیرت کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"منشی نبی بخش صاحب پٹواری کو ہمارے قادیان کے احباب اکثر جانتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی عمر کے آخری حصے میں قادیان میں خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے مختار اور ان کی طرف سے سربراہ نمبردار بھی رہے ہیں۔ انہیں ایام میں خود خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کو بھی عیسائیوں سے قلمی جنگ کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب بھی اخبار نور افشاں کے جواب میں لمبے لمبے مضامین بنگلور کے اخبار منشور محمدی میں لکھا کرتے تھے۔ یہ شوق ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اتباع میں پیدا ہوا تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قلمی جنگ کا بھی اعلان ہو چکا تھا اور منشور محمدی کے صفحات آپ کے مضامین کے رہین منت ہیں۔ ان مضامین کی نوعیت اور طرز استدلال پر اس وقت بحث نہیں کی جا سکتی اور نہ ضرورت ہے۔" [۹۴]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بیان سے ایک طرف آپ کی غور کن طبیعت اور پھر پاک فطرت کا پتہ لگتا ہے۔ دوسری طرف جو بات اس سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو دجال کش فطرت عطا کی تھی اور چونکہ آپ دنیا میں مسیح موعود کے نام سے مبعوث ہونے والے تھے اسی لئے بدو شباب کے ساتھ ہی عیسائی مذہب کے حملوں سے واقف ہو چکے تھے اور چونکہ یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ مرزا سلطان احمد صاحب آپ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ اس لئے مرزا سلطان احمد صاحب کی زندگی کے ابتدائی زمانہ میں یہ نظر آتا ہے کہ وہ بڑے جوش اور جرأت سے عیسائی مذہب کے خلاف قلم اٹھا رہے ہیں۔ خود مرزا سلطان احمد

صاحب کا اپنا بیان ہے کہ:

"عیسائی مذہب کے خلاف حضرت کو اس قدر جوش تھا کہ اگر ساری دنیا کا جوش ایک پلڑے میں اور حضرت کا جوش ایک پلڑے میں ہو تو آپ کا پلڑا بھاری ہوگا۔" [۹۵]

ذوقِ شعروسخن

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس میں ذوقِ شعرو سخن بہت عام تھا۔ یہ ذوق آپ کو وراثت میں ملا تھا۔

آپ کے والد ماجد حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اردو، عربی اور فارسی میں نہایت بلند پایہ شعر کہتے تھے، مگر بطور پیشہ یا برائے دل لگی نہیں بلکہ آپؑ نے اپنی اس صلاحیت کو عشقِ حقیقی کے اظہار اور پیغامِ حق کی منادی کا ذریعہ بنایا تھا۔ ابتداء میں آپؑ ''فرخ'' تخلص کرتے تھے۔ پھر اسے چھوڑ دیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ کی روایت ہے:

> خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح موعود کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے جسے میں پہچانتا ہوں۔ بعض بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اسکی دوا
ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا میرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے
تم بھی کہتے تھے کہ اُلفت میں مزا ہوتا ہے

ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے
مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے

اسکے جانے سے صبر دل سے گیا
ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے

سبب کوئی خداوندا بنا دے
کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی
بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر
دلا اک بار شور و غل مچا دے

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی
سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
مرے بت اب سے پردہ میں رہو تم
کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

نہیں منظور تھی گر تم کو اُلفت
تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
مری دلسوزیوں سے بے خبر ہو
مرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں
کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا

کوئی راضی ہو یا ناراض ہووے
رضا مندی خدا کی مدعا کر

کئی شعر ناقص ہیں یعنی بعض جگہ مصرع اوّل موجود ہے مگر دوسرا نہیں ہے اور بعض جگہ دوسرا ہے مگر پہلا نادارد۔ بعض اشعار نظرِ ثانی کے لئے بھی چھوڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور کئی جگہ فرخ تخلص استعمال کیا ہے۔ ۹۶

ان کے ساتھ ہی یہ قیمتی خزانہ بھی معدوم ہو گیا۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے ان کے دو شعر اپنے حافظے سے بیان کئے جو سیرت المہدی میں درج ہیں۔

اے وائے کہ ما بہ ماچہ کردیم
کردیم نا کردنی ہمہ عمر
دردِ سر من مسو طبیبا!
ایں دردِ دل است دردِ سر نیست

اسی طرح مرزا سلطان احمد صاحب کے تایا مرزا غلام قادر بھی شعر کہتے تھے اور ''مفتون'' تخلص کرتے تھے۔ ۹۷

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب خود بھی شعر کہتے تھے۔ آپ کی منظومات و غزلیات پر مشتمل ایک کتاب ''چند نثری نظمیں'' کے عنوان سے شائع شدہ ہے۔ علاوہ ازیں آپ اُردو و فارسی شاعری کا نہایت گہرا مطالعہ اور انتہائی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ اپنی رواں تحریر میں نہایت عمدہ اشعار اور مصرعوں کا بے ساختہ اور برمحل استعمال اس بات کا واضح ثبوت پیش کرتا ہے۔ آپ کی تحریریں پڑھ کر دیکھیں تو یوں لگتا ہے کہ کسی ماہر سُنار نے سونے کے زیورات میں نگینے جڑ دیئے ہوں۔ آپ کے شعری ذوق کی وسعت وعظمت اور گہرائی کا اندازہ آپ کے اُن سینکڑوں مضامین سے بخوبی ہو سکتا ہے جو آپ نے زبان و ادب اور شعر کے متعلق تحریر کئے۔ علاوہ ازیں آپ نے ''فنِ شاعری'' کے عنوان سے ایک انتہائی شاندار کتاب تحریر کی جس میں

فنِ شعر پر فلسفیانہ تنقید و تبصرہ کیا ہے۔

ادبی زندگی

ذیل میں مرزا سلطان احمد صاحب کا خود تحریر کردہ مضمون نقل کیا جاتا ہے جس میں آپ نے اپنی ادبی زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ ادب میں آپ کن شعراء اور نثر نگاروں کو پسند کرتے ہیں۔ کس قسم کے مضامین اور کتابیں آپ کو خوش آتی ہیں۔ ماحول، وقت اور موسم آپ کے دل و دماغ پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں اور خیالات میں کس طور پر تموج پیدا کرتے ہیں۔ آپ کی نظر میں آپ کی تصانیف میں سے بہترین تصنیف کون سی ہے۔ چنانچہ آپ تحریر کرتے ہیں:

''(۱) الف۔ مَیں فارسی کے دواوین میں سے حافظ، سعدی، صائب، غنی اور واقف کو پسند کرتا ہوں اور رباعیات حضرت خیام، مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ، ابیات مولانا جامی، بوستان، کریما۔

ب۔ نثر میں سے گلستان اخلاقی رنگ میں۔

(۲) الف۔ اردو دواوین میں سے دیوان، غالب دیوان، سودا، دیوان میر، دیوان داغ، دیوان حبیب، کلام اقبال، کلام حضرت اکبر الہ آبادی کلام حضرت ریاض، کلام حضرت مظفر، کلام حضرت جلیل، کلام جلال، کلام پنڈت بشن نرائن ابر لکھنوی، کلام حضرت حالی، مولانا آزاد مرحوم۔

ب۔ نثر میں سے کلام مولانا عبدالحلیم ناولسٹ، مولانا سیّد احمد صاحب مرحوم، ادبی رنگ میں توبۃ النصوح مولوی نذیر احمد صاحب، تصانیف مولوی عبدالحلیم صاحب شرر، تصانیف پنڈت سرشار صاحب لکھنوی، طرز تحریر پنڈت چک بست، کلام مولوی ظفر علی خاں بی اے (علیگ) مالک رسالہ پنجاب ریویو، مضامین شیخ عبدالقادر ایڈیٹر مخزن پنجاب، سیّد ناصر علی صاحب خان بہادر مالک

صلائے عام دہلی، تنقیدات رسالہ زمانہ، مبدیات ایڈیٹر رسالہ الناظر لکھنؤ۔

اُوپر جس قدر حوالے دیئے گئے ہیں یہ استقرائی ہیں اور ان کا نام باعتبار جداگانہ رنگوں کے لیا گیا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ ان میں اضافہ نہیں ہوسکتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اور صاحب ان میں کچھ کمی بھی کرسکیں۔ مَیں نے ان کا نام بطور ایک نظیر کے لیا ہے۔

ج۔ اوائل عمر میں مجھے ہمیشہ وہ کتاب اور وہ تصنیف یا تالیف پسند ہوُا کرتی تھی جس میں حقیقت الامور پر بحث کی گئی ہو، جو نرا قصہ اور کہانی نہ ہو۔ مَیں صوفیانہ رنگ کی تصانیف خواہ کسی مذہب کی ہوں زیادہ پسند کرتا رہا ہوں۔ فلسفی رنگ کی کتابوں اور تصانیف سے مجھے شروع سے ایک خاص قسم کا شوق رہا ہے اور یہی سلسلہ مجھے سب سے زیادہ پسند بھی آیا ہے اور یہی رنگ مجھے زیادہ محظوظ کرنے کا ذریعہ ہے۔ دواوین اور اشعار میں سے مَیں وہ سلسلہ پسند کرتا ہوں کہ جن میں سوز وگداز ہو اور جن میں شاعر نے کوئی حقیقت ظاہر کی ہو۔ ان کا ایک مصرع بھی میرے دل پر خاص اثر کرتا اور مجھے ایک خاص حظ بخشتا ہے۔ اسی طرح فلسفی رنگ کی بحثیں اور صوفیانہ رنگ کی تصانیف سے مَیں ایک خاص خوشی کا احساس کرتا ہوں۔ بعض دفعہ مجھے ساری کتاب ناپسند ہوئی۔ کبھی اس کا ایک جملہ بمقابلہ ساری کتاب کے میرے لئے ایک خوش کن ذخیرہ ثابت ہوُا۔ ایک دفعہ مجھے ہندی دوہوں کی ایک کتاب ملی۔ میرے دل پر ان دوہوں نے اتنا اثر کیا کہ مَیں کبھی کبھی اکیلا ہو کر انہیں بار بار پڑھتا تھا۔ اس وقت میرے دل سے ایک جوش اٹھتا تھا اور مَیں اپنے دل میں ایک خاص قسم کا سرور محسوس کرتا تھا۔ بعض دفعہ ایک شعر نے وہ حالت کی ہے کہ ہزاروں شعر سے بھی وہ سماں نہیں پیدا ہوُا۔ ایک دفعہ ایک پنجابی فقیر صبح ہی صبح پنجابی زبان میں یہ گا رہا تھا کہ

''جو پتا ایک دفعہ اپنی شاخ سے گر جاتا ہے وہ پھر کبھی اس شاخ پر نہیں لگ سکتا۔''

مَیں نے دیکھا کہ ایک اچھا پڑھا لکھا آدمی یہ سُن کر زار زار روتا تھا اور اس کی حالت واقعی کسی اور رنگ میں تھی۔

میرے مطالعہ کی ترقی اور وسعت کا باعث اس قسم کی کتابیں اور مضامین ہوئے ہیں، اب مجھے یہاں تک خبط ہے کہ مَیں ایسے ہی مضامین یا اشعار، فقرات، جملوں کی تلاش میں صدہا صفحے پڑھ ڈالتا ہوں۔ اگر ایک ہزار صفحہ کی کتاب سے ایک فقرہ بھی میرے مذاق کے مطابق آیا تو مَیں سمجھ لیتا ہوں کہ کتاب کی قیمت وصول ہوگئی اور میرا وقت رائگاں نہیں گیا۔

مجھے کسی کتاب نے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا اور نہ محظوظ کیا جس قدر اس قسم کے فقرات اور مضامین نے فائدہ پہنچایا اور محظوظ کیا۔

میری رائے میں اگر کسی کتاب کا ایک فقرہ بھی دل پر اثر کرتا ہے اور خیالات میں تموج اور جوش پیدا کرنے کی قابلیت رکھتا ہے تو وہ کتاب کی جان، کتاب کی کفالت ہے اور وہ کتاب لائق انتخاب ہے۔

(۳) مَیں کوئی خاص ایسی کتاب بیان نہیں کرسکتا کہ جس نے میری علمی زندگی میں کوئی خصوصیت پیدا کی ہو اور مَیں اس خصوصیت کی وجہ سے تصنیف یا تالیف کی طرف متوجہ ہوُا ہوں۔ مَیں نے اپنے اردگرد ایک لمبی چوڑی کتاب لکھی دیکھی اور اسے دلچسپ پایا۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک فقرہ نے میرے خیالات میں خاص تموج پیدا کیا۔ بعض دفعہ ایک ہی فقرہ اور ایک ہی بیت نے مجھ پر وہ اثر کیا کہ میں بیٹھے بیٹھے صدہا صفحے لکھ گیا۔ نہ ہاتھ روکے سے رکا اور نہ قلم رُکتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مَیں ایک اعلیٰ پایہ کی کتاب کوئی اڑھائی سو صفحہ تک پڑھ گیا لیکن میرے دل و داغ پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ مَیں جب کسی مضمون کے لکھنے پر قلم اٹھاتا تھا تو ایک دو سطریں لکھ کر خود بخود رک جاتا تھا۔ مَیں قریباً اکتا گیا۔ دیوان صائبؔ پاس پڑا تھا۔ اٹھا کر پڑھنے لگا۔ مَیں نے مندرجہ ذیل شعر دو دفعہ پڑھے ہوں گے کہ دل و دماغ میں اس قسم کا جذبہ ہوا کہ مَیں رات کے ایک بجے تک لکھتا رہا اور نئے نئے مضامین پیش ضمیر آنے لگے۔

ہر چہ دیدیم دریں باغ نہ دیدن بہ بود
ہر گلے تازہ کہ چیدیم نہ چیدن بہ بود
ہر کجا منزل آرام تصور کردیم
چوں نفس راست نمودیم رسیدن بہ بود
ہر متاع کہ خریدیم بہ اوقات عزیز
بود اگر یوسف مصری نہ خریدن بہ بود

اس کا باعث کیا تھا کہ ان مضامین نے دل و دماغ پر اثر کیا اور جذب مضامین کی طاقت خود بخود پیدا ہوگئی تھی؟ محض تاثیر۔

میری رائے میں سلسلہ تصنیف اور تالیف کے واسطے کسی بڑے مصالحے کی ضرورت نہیں۔ صرف چند مؤثر جاذب فقرات کی ضرورت ہے۔

(۴) جو کتابیں حقیقی واقعات اور صادق امور پر لکھی گئی ہیں۔ جن میں یا اخلاقی رنگ یا فلسفیانہ طرز میں بحث کی گئی ہے۔ ان کے لفظ لفظ نے میری زندگی اور میرے ضمیر پر خاص اثر کیا ہے۔ کتاب پر ہی موقوف نہیں ایسے مؤثر فقرات نے بھی میری زندگی اور میرے دل و دماغ پر اثر کیا ہے۔ پڑھ کر ہی نہیں بلکہ سُن کر بھی بہت متاثر ہوا ہوں۔ خوش مضمون خوش صدا کا مجھ پر ایک

خاص اثر ہوتا ہے اور ان حالات میں میرے دل میں جدّت مضامین کا تموج ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص بانسری خوش الحانی سے بجا رہا ہو اور ارد گرد کوئی شور و شغب نہ ہو تو میرے دل و دماغ میں مضامین جدید کا ایک خاص تموج پیدا ہوتا ہے اور لکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ موسم کی خوش گواری بھی مجھ پر یہی اثر کرتی ہے۔ کبھی کبھی مایوسی اور اداسی کا بھی یہی فوری اثر ہوتا ہے۔

ایک دفعہ طبیعت کُند پڑی ہوئی تھی۔ بہتیرا چاہا کہ کچھ لکھوں یا لکھ سکوں مگر طبیعت کہنے میں نہ آئی۔ دیوان حضرت مینائی اٹھا لیا کھولتے ہی اس شعر پر نظر پڑی۔

ہر جام میں ہے جلوۂ مستانہ کسی کا
میخانہ ہمارا ہے جلو خانہ کسی کا

نہیں معلوم اس بزرگ شاعر کے اس شعر میں کیا کچھ اثر بھرا تھا طبیعت پڑھتے ہی کھل گئی اور قلم خود بخود عرصہ قرطاس پر چل پڑا۔

(۵) مَیں نے سب سے پہلے پہل پنجابی زبان میں مولوی غلام رسول صاحب مرحوم کی بحر میں سسّی پنوں کی داستان لکھی۔ ناظرین نے اسے بہت پسند کیا اور مَیں بھی ایک حد تک اسے پسند کرتا تھا۔ کیونکہ وہ ایک درد کی کہانی تھی۔ اس سے میری طبیعت مضامین نویسی پر متوجہ ہوئی اس کے بعد دوسرے نمبر کی کتاب (مراۃ الخیال) مثل فلاسفی پر لکھی گئی۔

(۶) یہ کہنا کسی قدر مشکل ہے کہ کونسی کتاب میری تصنیفات میں سے بہترین کے درجہ میں ہے۔ کسے بہتر کہوں اور کسے ناقص، درجہ بدرجہ میں شاید میری رائے میں کوئی بہتر ہو اور دوسروں کے خیال میں مجموعۂ ناقص۔ ''حسن اپنی اپنی پسند، کتاب و مضمون اپنی اپنی پسند'' ہاں اتنا کہوں گا کہ

جیوں جیوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اور یک عمر منازل تجربہ طے کرتے کرتے بڑھتا جاتا ہے پچھلے خیالات میں سے بعض خیالات قابلِ ترمیم یا قابل تشریح ضرور معلوم دیتے ہیں۔

پچھلے سال فن شاعری پر ایک چھوٹا سا رسالہ جو لکھا ہے وہ میری اور چند مبصرین کی رائے میں ایک اچھے پیرایہ میں لکھا گیا ہے۔ اب ایک کتاب کو سات سو صفحہ کی موسوم بہ اساس اخلاق مطبع وکیل ہند امرتسر میں شائع ہوئی ہے۔ میری رائے میں اس رنگ میں اردو زبان میں بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس کتاب میں خاص اصولوں کی پابندی سے اس اساس الاخلاق پر بحث کی گئی ہے۔ اگر نقادان ملک نے اسے پسند کیا تو میری رائے میں میری پینتالیس چھیالیس تصانیف میں سے یہ کتاب بہترین ہوگی اور شاید بعض کی نظروں میں یہی کتاب بہترین میں سے شمار ہو کیونکہ ہر ایک کا مذاق جدا جدا ہے۔ اگر سب نہیں تو فقرے دو فقرے شاید اچھے نکل آئیں۔'' [۹۸]

مضمون نویسی

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے بارہ میں یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ وہ فطرتاً ادیب اور قلمکار تھے اور عادتاً لکھتے تھے۔ صناع کامل نے لکھنے کی خاص صلاحیت آپ کو ودیعت کی ہوئی تھی۔ آپ کا توسنِ خامہ جب چلتا تو رُکنے کا نام نہ لیتا تھا۔

بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو میں باندھوں
بادل سے چلے آتے ہیں مضموں مرے آگے

حکیم انشاء اللہ خان انشاء کا یہ شعر آپ کی تلاطم خیز طبیعت پر خوب صادق آتا ہے۔ آپ اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائض رہے۔ جائیداد کا انتظام ہر چند خود نہ کرتے تھے لیکن اس کی نگرانی

بھی یقیناً توجہ کی متقاضی تھی۔ ان ذمہ داریوں اور فرائض منصبی کی ادائیگی کے باوجود مطالعہ اور تحریر کے کام سے کبھی لاتعلق نہیں رہے۔ دریائے طبیعت ہمیشہ موج پر آیا رہتا تھا۔ اپنے کاموں کے دوران جو وقفہ ملتا اس وقت میں بھی مضمون لکھ لیا کرتے تھے۔

مکرم محترم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے سُنا ہے کہ صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کا قلم اس قدر رواں تھا کہ دو مقدموں کے دوران جو تھوڑا سا وقت ملتا تھا اس میں مضمون لکھ لیتے تھے اور خاص طور پر قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ مضمون وغیرہ لکھنے کے لیے سرکاری قلم استعمال نہیں فرماتے تھے بلکہ ذاتی قلم دوات رکھی ہوئی تھی۔ دفتر کا قلم صرف دفتری امور کے لیے مختص تھا۔''

یہ روایت جہاں آپ کی عظیم الشان قلمی صلاحیتوں کی غمازی کرتی ہے وہیں آپ کی کمال دیانت کو بھی عیاں کرتی ہے۔

آپ کے مضامین پر مختلف رسائل کی رائے

آپ کے مضامین پر مختلف رسائل کی رائے درج ذیل کی جاتی ہے:

''العالم'' کے عنوان کی تحت میں جو مضمون آپ کے پیش نظر ہے یہ ہمارے محترم اور کرم فرما جناب مرزا سلطان احمد خاں صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کا نتیجہ فکر ہے جو ایک کہنہ مشق اور شہرۂ آفاق سحر نگار ہیں۔ آپ کی وسعت نظر اور تحقیق ادبیات مسلم ہے اور اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے ان کا مندرجہ ذیل محققانہ مضمون کافی ہے۔ ہندوستان کا کوئی ایسا رسالہ نہیں جس کو آپ کی قلمی اعانت کا فخر حاصل نہ ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ ''العالم'' بھی اس فخر سے محروم نہیں رہا اور مرزا صاحب موصوف نے نہایت مہربانی سے اپنے چشمۂ فیض سے ''العالم'' کو بھی سیراب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کے لئے ہم ان کے بدل مشکور ہیں۔ (محمد عالم ایڈیٹر)

یہ گرانقدر علمی عطیہ ہمارے دیرینہ کرم فرما خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب افسر مال

ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر گوجرانوالہ کے قلم معجز رقم کا نتیجہ ہے۔ آپ کے فلسفیانہ مضامین کی شہرت، عالمانہ قابلیت اور قوتِ استدلال جس قدر مسلّم ہے وہ کسی تشریح مزید کی محتاج نہیں۔ فنِ زراعت سے آپ کو خاص دلچسپی ہے۔ جس میں آپ نے کئی ایک کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ کارکنان تعلیم کے لئے آپ کا ۔۔ دصف قابلِ تقلید ہے کہ باوجود سرکاری فرائض کی بوجہ احسن ادائیگی کے (جو ہیڈ ماسٹری یا ڈسٹرکٹ انسپکٹری سے زیادہ وقت جاری چاہتے ہیں اور زیادہ نازک بھی ہیں) آپ کئی ایک اخبار ورسائل میں متواتر اور مسلسل بیش قیمت علمی مضامین لکھتے اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ مز . برآں رکھتے ہیں۔ مدینہ کانفرنس، فنون لطیفہ وغیرہ آپ کی عالی قدر علمی یادگاریں اُردو لٹریچر میں بیش قرار اضافہ کررہی ہیں۔ امید ہے کہ کارکنان تعلیم اگر تعلیم وتربیت کے حال پر توجہ فرماویں تو اس علمی خادم کی ہستی کچھ نہ کچھ ہوجائے۔ (ایڈیٹر)

فاضل اور واقف کار مضمون نگار کا یہ مضمون میں نہایت خوشی کے ساتھ چھاپتا ہوں۔ اُن کی دلچسپی اور عام خیر خواہی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ''عصر جدید'' اپریل پہنچنے سے ۳،۴ روز کے اندر یہ مضمون وصول ہوا ہے۔

مرزا سلطان احمد فلسفیانہ دماغ رکھتے ہیں۔ جیسا اُن کے رسوم کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اُن کی طبیعت عملی باتوں کی طرف راغب ہے اور یہ اجتماع ہر طور سے مبارک ہے۔ اُن کی تحریریں زمینداروں کے متعلق درجد رسالے شایع ہوچکے ہیں۔ جو معاملہ اُنہوں نے پیش کیا ہے وہ ادھر کے زمینداروں کے لئے لائق غور ہے۔

ہم مرزا صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے ایک ایسی مفید بحث شروع کی ہے۔ امید ہے کہ صوبجات متحدہ کے اخبارات اور رسائل رئیس اور زمیندارا انجمنیں اُن کی طرف توجہ کریں گی۔ (ایڈیٹر)

جناب خان بہادر مولوی مرزا سلطان احمد صاحب سی۔ آئی۔ ای ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے محض اپنی قدردانی سے مضمون ذیل روانہ فرمایا ہے۔ مولوی صاحب ممدوح کی نمایاں

شخصیت ایک عرصہ دراز سے قوم کے علمی کارناموں میں ''بہت سعی مشکور'' حاصل کررہی ہے۔ آپ کی فلسفیانہ قابلیت اور معقول مذاق نونہالان قوم کے لئے لائق تقلید ہے۔ رسالہ افادہ کے متعلق جن مشفقانہ خیالات کا اظہار باعتبار ہمدردی وعلم پرستی جناب موصوف نے فرمایا ہے ''افادہ'' اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور از حد ممنون ہے۔

ہمارے محترم دوست خان بہادر میرزا سلطان احمد صاحب کو قدرت نے ایک صحیح اور غور کرنے والا دماغ عنایت کیا ہے اور آپ فلسفہ کے اُن عمیق مسائل پر تفحص کرنے کے عادی ہیں جن سے واقفیت دین ودنیا کی خیر وبرکت کا موجب ہوتی ہے۔ آپ نے ایک نہایت قیمتی مضمون بہ عنوان بالا زیب رقم فرمایا ہے اور ہم امید کرتے ہیں ناظرین اس کے مطالعہ سے مستفید ہوں گے۔ (ایڈیٹر)

مسلمانوں کے علمی طبقہ میں بہت کم افراد ایسے ہوں گے جو عالی جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب سابق ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب حال ریونیو ممبر ریاست بہاولپور کے نام نامی اور اُن کے علمی کارناموں سے بےخبر ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب ممدوح کے رشحات قلم کی آبیاری سے چمن علم کی نہ صرف کوئی ایک کیاری (شعبۂ علم) سیراب ہوئی ہے بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی تراوش قلمی کے رہین منت تمام خیابان گلزار علم ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ تصوف فلسفہ اور اُردو ادب پر آپ کے اتنے احسانات ہیں کہ یہ شعبے کبھی مرزا صاحب کی منت پذیری سے سبکدوش ہی نہیں ہوسکتے۔ کچھ عرصہ سے مرزا صاحب کی طبع عزیز نے مسائل مذہبی کو موجودہ زمانہ کے متکلمانہ طرز پر نئے قالب میں ڈھالنا شروع کیا ہے اور حقیقت الامر یہ ہے کہ جناب ممدوح جس مسئلہ کو اپنا نصب العین قرار دیتے ہیں اُس کے متعلق آپ کی فکر رسا اور طبع موزوں تقریباً تمام موجودہ قسم کے اعتراضات کی مسکت اور دلنشین جوابات کو ایسا مکمل گلدستہ تیار کردیتے ہیں کہ جدید وقدیم دونوں خیال کے اصحاب اُس گلدستہ کے گوناگوں بوقلموں پتیوں اور معطر وخوشنما پھولوں کے نظارے ومہک سے اپنے

مشام جان اور باطنی آنکھوں کو محظوظ و مسرور کرتے ہیں۔ ناظرین و شائقین اب سے قبل "النساء فی الاسلام" کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہو چکے ہیں اب مرزا صاحب ممدوح نے یہ دوسرا گلدستہ عطر پاش موسومہ الصلوٰۃ اپنی مہربانی سے ہم کو مرحمت فرمایا ہے جس کو ہم نے علاوہ اپنے ماہوار پرچہ ضیاالاسلام میں شائع کرنے کی علیحدہ بصورت کتاب بھی طبع کیا ہے امید ہے کہ ناظرین حقیقت صلوٰۃ کے متعلق اس رسالہ میں اچھوتے گلہائے مضامین کو ملاحظہ فرما کر مرزا صاحب کی منت پذیری میں ہمارے ہم زبان ہوں گے اور ہم علاوہ اظہار سپاس گذاری کے مرزا صاحب کے واسطے صدق دل سے دست بدعا ہیں کہ خداوند عالم جناب ممدوح کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ اس قسم کے نادر مضامین سے صاحبان مذاق سلیم کی ضیافت طبع فرماتے رہیں۔ خاکسار ابوالافضال مالک وایڈیٹر اخبار المشیر ورسالہ ضیاء الاسلام مرادآباد۔

۱۵/دسمبر ۱۹۱۲ء۔

آپ کا ممتاز عارفانہ مقام معاصرین کی نظر میں

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے پیدا کردہ شاندار لٹریچر سے تاریخ ادب میں بیش بہا اضافہ ہوا۔ جناب حافظ قاری فیوض الرحمٰن (ایم اے ایم او ایل پی ایچ ڈی ایم اے عربی۔ اردو، عربی، اسلامیات) نے اپنی کتاب "معاصرین اقبال" مطبوعہ ۱۹۹۳ء میں لکھا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد خواجہ حسن نظامی، مفتی کفایت اللہ، اکبر الہ آبادی ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اس سلسلہ میں مزید تحریر کرتے ہیں:

"مرزا سلطان احمد کو مسلمانوں کے رفاہی کاموں سے بڑی دلچسپی تھی۔ وہ انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ اقبال سے ان کی پہلی ملاقات انجمن ہی کے جلسوں میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد علامہ اقبال اور ان میں دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ ۱۹۱۶ء میں انجمن کے ایک اجلاس کی دوسری نشست کی صدارت انہوں نے کی جس میں علامہ اقبال نے شمع وشاعر دونشستوں میں پڑھی تھی۔"

لسان العصر جناب اکبر حسین اکبر الہ آبادی آپ کے کس درجہ مداح تھے؟ اس کا اندازہ ان مکتوبات سے ہوسکتا ہے جو انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے نام رقم فرمائے اور جو آپ نے قادیان سے "مکتوبات اکبر" کے نام سے شائع کردئے تھے اور جن کے دوسرے ایڈیشن کا اعزاز "نیا ادارہ ۱۵ اسرکلر روڈ لاہور کو نصیب ہوا۔

١- جناب اکبرالہ آبادی نے ١٨ر فروری ١٩١٢ء کے مراسلہ میں لکھا:

"آپ کی کثرتِ معلومات اور زورِ قلم اور بلند خیالی اور عارفانہ طبیعت آپ کے لئے بڑی نعمتیں ہیں۔"

٢- ٢۴ر جنوری ١٩١٣ء کے مکتوب میں تحریر کیا:

"میں آپ کو نیاز نامہ لکھنا چاہتا تھا۔ ایک مضمون تصوف کی نسبت بہت اچھا تھا اور حال میں کسی اخبار میں آپ کا ایک عمدہ مضمون دیکھ کر آپ کے ثباتِ قدم اور صحیح الخیالی پر خوش ہوا تھا۔ اس کی داد دینی تھی اگرچہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح ایک تندرست جوان اپنی تندرستی کا احساس راحت کے ساتھ کرتا ہے اسی طرح آپ ایسا ایک صحیح الخیال فلاسفر اپنے خیالات کی لذت سے متمتع ہوتا ہے۔ مدح ہو یا نہ ہو۔ آپ کی تصنیفات حال میں کتاب النسافی الاسلام نہایت عمدہ کتاب ہے۔ قومی اور مذہبی لٹریچر میں نہایت قیمتی اضافہ ہے۔ اس لائق ہے کہ انگریزی میں ترجمہ ہو۔"

٣- جناب اکبرالہ آبادی نے ١٣ر مئی ١٩١٧ء کو بذریعہ مکتوب ان الفاظ میں آپ کو خراجِ تحسین ادا کیا۔

"حبیبی و مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کے چند لفظ بحرِ معنی کی ہزاروں موجوں کا جوش دکھاتے ہیں"

۴- لسان العصر نے ٣١ر اکتوبر ١٩١٨ء کے گرامی نامہ کا آغاز ہی ان سنہری الفاظ سے کیا:

"آپ کی تصانیف کا کیا پوچھنا نہایت واضح قرآن کے موافق، مذاق اسلامیہ کے مطابق، اللہ جزائے خیر دے"

اُردو کا ایک بھلایا ہوا اہلِ قلم

"اِس بیسویں صدی کے شروع کے بیس سالوں میں اُردو کے کسی بھی قابلِ ذکر

رسالہ کو اُٹھا کر دیکھ لیجئے اس کے مضمون نگاروں میں ایک نام مرزا سلطان احمد کا ضرور نظر آئے گا۔ عمومی، علمی و فلسفیانہ موضوعوں پر قلم اُٹھاتے تھے۔ اُن کے مضامین عام اور عوامی سطح سے بلند اور سنجیدہ مذاق والوں کے کام کے ہوتے تھے۔ رسالہ الناظر مشہور زمانہ کانپور ادیب الہ آباد، مخزن لاہور، پنجاب لاہور وغیرہ میں اُن کی گلکاریاں نظر آتی تھیں۔ رفتہ رفتہ اُردو والوں نے اُنہیں بالکل ہی بھلا دیا۔ اُن کے قلم سے چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں نکلی تھیں جن کی میزان چار درجن سے کم نہ ہوگی۔ کسی کتاب کو اُن کے خصوصی طرزِ تحریر کے باعث قبولیت عام نصیب نہ ہوئی اور اب جب کہ پاکستان کے قیام کے بعد اس سرزمین میں اُردو کی خدمت ہو رہی ہے اور بہت پُرانے مصنفوں اور مؤلفوں کی کتابیں جو گمنام اور مثل گمنام کے ہو چکی تھیں وہاں بڑے آب و تاب سے چھاپی جا رہی ہیں۔ ان کے ذخیرہ تصانیف کی طرف سے کسی کو بھی تا حال توجہ کی توفیق نہیں ہوئی" (سیاست جدید کانپور)

معاصر محترم "سیاست جدید" کا یہ شذرہ نہ کسی مزید تائید کا محتاج ہے نہ توضیح و تشریح کا۔ خدمت زبان قومی کے سلسلہ میں ہماری ذمہ داریت اور فرض شناسی کی شُومی کہ زبانِ اُردو کے ایک محسن و مربی کے بارے میں بھی سرحد پار کے پرستارانِ اُردو ہی کو ہمیں کچوکا دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لہٰذا ہم نے اسے بغیر کسی مزید تبصرے کے (پاکستان میں حکومت کی سرپرستی سے قائم اور جاری) تصنیف و تالیف کے جیدّ اداروں (ادارہ ثقافت اسلامیہ مجلس ترقی ادب، انجمن اردو اور گلڈ کتاب گھر) کی توجہ اور آگہی کے لئے من و عن نقل کر دیا ہے۔ اس امید پر کہ یہ علمی ٹہوکا کارگر ثابت ہو گا اور مستقبل قریب ہی میں ان میں سے کسی ایک کو ان نوادراتِ ادب کی اشاعت جدید کی توفیق مل جائے گی۔ اللہ کرے!

محسنِ اُردو

محسنین اردو میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو زبان کو فروغ دینے کے لئے جو مختلف ذرائع استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ آپ نے تقریباً ان تمام ذرائع کو استعمال کیا اور ایسے وقت میں جب کہ اردو زبان کو خاص طور پر اس بات کی ضرورت تھی کہ صاحب اقتدار لوگ اسے سہارا دیں اور نہ صرف قلمی خدمت انجام دیں بلکہ اشاعت و ترویج کے لئے قلمی جواہر پاروں کو اپنی جیب سے روپیہ خرچ کر کے شائع کریں او ملک کے مختلف طبقوں تک اس کی رسائی کا سامان بہم پہنچائیں۔

مرزا صاحب موصوف نہ صرف ایک اچھے نثر نگار تھے اور اس کے ساتھ ہی ایک اچھے ناظم بھی، بلکہ انہوں نے اپنی ستر (۷۰) کے قریب کتب کو زیادہ تر اپنی جیب سے روپیہ خرچ کر کے چھپوایا اور اس طرح اردو کی قلمی خدمت کے ساتھ ساتھ مالی خدمت بھی کی......

میں یہاں اس بات کو پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نہ صرف اردو کے محسن تھے بلکہ مسلمانوں کی بھی انہوں نے ایسی ایسی خدمات سرانجام دیں کہ ان کے وقت میں کم لوگ ہی ایسا کر سکتے تھے۔ ▪

تبحرِ علمی کا حال

یہ بات تو عام طور پر دیکھی گئی ہے کہ کسی مصنف نے ایک ہی موضوع پر متعدد کتب تصنیف کی ہوں۔ یہ بھی علمی تبحر کی دلیل ہے لیکن یہ کہ کوئی مصنف ایک سے زیادہ موضوعات پر ایک ہی جیسی قدرت اور روانی و سلاست کے ساتھ قلم اُٹھا سکے، بہت ہی کم دیکھنے میں آتی ہے اور جس مصنف میں یہ بات پائی جاتی ہو اس کے تبحر علمی کا تو پھر کہنا ہی کیا! مرزا سلطان احمد صاحب نے مذہبیات پر قلم اٹھایا تو نہایت بیش قیمت جواہر پارے یادگار چھوڑے۔ اخلاقیات پر لکھا تو یوں محسوس ہُوا کہ گویا اخلاقیات آپ کا خاص موضوع ہے۔ فلسفہ کے متعلق گوہر فشانی کی تو فلاسفروں کو دنگ کر دیا۔ ان سب باتوں سے مختلف لیکن ایک نہایت ہی اہم مضمون جس کے ساتھ مسلمانوں کی بہبود وابستہ تھی اس پر بھی لکھا

وہ تھا، زمیندارہ بنکاری......

یہ ہیں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سلیس اور عام فہم نثر میں مذہبیات، اخلاقیات، معاشیات اور ایسے ہی دیگر متعدد موضوعات پر بے شمار کتابیں لکھنے والے اور پرانی اقدار کو قائم رکھتے ہوئے نئی نظم کے پیش رووں کی صف اوّل کے شاعر۔ ▪

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> ''خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب جو قادیان کے مشہور مغل خاندان سے تعلق رکھتے تھے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی جماعت احمدیہ کے زوجہ اوّل سے فرزند اکبر تھے۔ مرزا سلطان احمد صاحب غالباً ۱۸۵۹ء میں یا اس کے قریب پیدا ہوئے اور اسی (۸۰) سال کی عمر پا کر ۱۹۳۱ء میں فوت ہوئے...... مرزا سلطان احمد صاحب نائب تحصیلدار کے عہدے سے اپنی ملازمت کا آغاز کر کے افسر مال کے عہدے تک پہنچے اور چند دن تک گوجرانوالا میں قائمقام ڈپٹی کمشنر بھی رہے تھے۔ پنشن کے بعد ریاست بہاولپور میں وزیر مال کے جلیل القدر عہدہ پر بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ ملازمت کے دوران مرزا صاحب موصوف کا دامن ہر جہت سے بے داغ رہا۔ آپ کے دل میں مسلمانوں کی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مگر دوسری قوموں کے ساتھ بھی انصاف کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ تصنیف میں بھی مرزا سلطان احمد صاحب کو خاص شغف تھا اور کبھی کبھی شعر کا شغل بھی کر لیتے تھے۔ ان کی تصنیفات میں، ایک اعلیٰ ہستی، علوم القرآن، اساس القرآن، فنون لطیفہ، ضرب الامثال، زمیندارہ بنک، اور چند نثر نما نظمیں زیادہ معروف ہیں۔'' ▪

تعارف کتب

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب

۱- امثال ۳۱۵ صفحات پر مشتمل یہ کتاب صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی ایک معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو مئی ۱۹۱۱ء میں صادق الانوار سٹیم پریس بہاولپور میں طبع ہوئی۔ اس کتاب میں ضرب الامثال پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی گئی ہے۔ ابتداء میں پنجابی اور اُردو میں جو نسبت ہے اس پر تبصرہ کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اُردو زبان دراصل پنجابی کی ہی اصلاح یافتہ شکل ہے۔ ازاں بعد صفحہ نمبر ۲۰۴ تک امثال پر مختلف جہات سے بحث کی ہے جس میں ضرب المثل یا کہاوت کی تعریف، مآخذ و اسنادِ امثال، امثال اور اقوال و محاورات، امثالِ شعریہ، اقسامِ امثال، امثال باعتبار مفہوم عامہ و مفہوم خاصہ اور تنقید امثال وغیرہ موضوعات شامل ہیں۔ آخر پر پنجابی زبان کی ۱۴۶۴ ضرب الامثال اردو تراجم کے ساتھ درج کی گئی ہیں اور ساتھ ساتھ حواشی میں ضروری تشریحات بھی دی گئی ہیں۔

۲- صدائے الم ۵۸ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ اپریل ۱۸۸۶ء میں وکٹوریہ پریس لاہور سے شائع ہوا۔ اس مختصر رسالہ میں محترم صاحبزادہ صاحب نے مسٹر ابٹسن صاحب بہادر کمشنر مردم شماری پنجاب کی ان نکتہ چینیوں کا جواب دیا ہے جو انہوں نے اپنی مردم شماری کی رپورٹ میں اسلام پر کی تھیں۔ کتاب کے دو ابواب ہیں۔ پہلے باب میں آپ نے مسٹر ابٹسن صاحب کے اعتراضات درج کر کے لکھا ہے کہ اسلام کے بارہ میں ان کی رائے اُن کی اسلام سے ناواقفیت پر دلالت کرتی ہے مگر ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ ان کی رائے گو مذہب اسلام اور اصول اسلام کے موافق نہیں مگر مسلمانوں کی

موجودہ حالت کے موافق ہے۔ پھر آپ نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچ کر اُن کو اسلامی تعلیم کے مطابق اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے اور اسلامی تاریخ کی اعلیٰ اقدار و روایات کو زندہ کرنے کی تحریک کی ہے۔ دوسرے باب میں آپ نے مسٹر ابٹسن کی نکتہ چینیوں کے مسکت اور مدلل جوابات دیئے ہیں اور قرآن و احادیث سے اسلام کی حقیقی تعلیم پر روشنی ڈالی ہے۔

۳- ایک اعلیٰ ہستی یہ رسالہ ۱۹۱۹ء کی تحریر ہے اور روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر سے شائع شدہ ہے۔

اس رسالہ میں آپ نے خدا تعالیٰ کی ہستی پر عقلی رنگ میں بحث کی ہے اور منطقی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک قادر مطلق ہستی ہے جو انسان اور اس کائنات کی خالق و مالک ہے اور انسان اپنی ادراکی قوتوں کو عمل میں لا کر اس اعلیٰ ہستی کے بارہ میں جان سکتا ہے۔ اس بحث میں آپ اس اعلیٰ ہستی کے وجود سے انکار کرنے والوں کے دلائل کا رد بھی ساتھ ساتھ کرتے گئے ہیں۔

مذہبیات میں آپ کی ایک چھوٹی سی کتاب ''ایک اعلیٰ ہستی'' اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی ہستی کے اکاون (۵۱) دلائل پر مشتمل ہے۔ نہایت سلیس پیرائے میں اور عام فہم طریق پر آپ نے اپنے قارئین کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ کون و مکان کو پیدا کرنے والی ایک ہستی ہے اور وہ سب سے برتر و اعلیٰ ہے۔

اس کتاب میں ''لاشئے اور ہستی'' کے عنوان سے آپ لکھتے ہیں:

''انسان یہ بھی جانتا ہے کہ لاشئے محض سے کوئی حقیقی وجود پیدا نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ لاشئے محض دو قائموں کے برابر نہیں ہو سکتی۔ یہ مان لیا گیا ہے کہ نیست سے ہست نہیں ہو سکتا۔ جب ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک نیست ہے تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرض کرنا پڑتا ہے کہ اس سے ہست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ

تعارف کتب

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب

۱- امثال ۳۱۵ صفحات پر مشتمل یہ کتاب صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی ایک معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو مئی ۱۹۱۱ء میں صادق الانوار سٹیم پریس بہاولپور میں طبع ہوئی۔ اس کتاب میں ضرب الأمثال پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی گئی ہے۔ ابتداء میں پنجابی اور اُردو میں جو نسبت ہے اس پر تبصرہ کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اُردو زبان دراصل پنجابی کی ہی اصلاح یافتہ شکل ہے۔ ازاں بعد صفحہ نمبر ۲۰۴ تک امثال پر مختلف جہات سے بحث کی ہے جس میں ضرب المثل یا کہاوت کی تعریف، مآخذ وأسنادِ امثال، امثال اور اقوال و محاورات، امثالِ شعریہ، اقسامِ امثال، امثال باعتبار مفہوم عامہ و مفہوم خاصہ اور تنقیدِ امثال وغیرہ موضوعات شامل ہیں۔ آخر پر پنجابی زبان کی ۱۴۶۴ ضرب الامثال اردو ترجمے کے ساتھ درج کی گئی ہیں اور ساتھ ساتھ حواشی میں ضروری تشریحات بھی دی گئی ہیں۔

۲- صدائے الم ۵۸ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ اپریل ۱۸۸۶ء میں وکٹوریہ پریس لاہور سے شائع ہوا۔ اس مختصر رسالہ میں محترم صاحبزادہ صاحب نے مسٹر ابیٹسن صاحب بہادر کمشنر مردم شماری پنجاب کی ان نکتہ چینیوں کا جواب دیا ہے جو انہوں نے اپنی مردم شماری کی رپورٹ میں اسلام پر کی تھیں۔ کتاب کے دو ابواب ہیں۔ پہلے باب میں آپ نے مسٹر ابیٹسن صاحب کے اعتراضات درج کر کے لکھا ہے کہ اسلام کے بارہ میں ان کی رائے اُن کی اسلام سے ناواقفیت پر دلالت کرتی ہے مگر ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ ان کی رائے گو مذہب اسلام اور اصول اسلام کے موافق نہیں مگر مسلمانوں کی

موجودہ حالت کے موافق ہے۔ پھر آپ نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچ کر اُن کو اسلامی تعلیم کے مطابق اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے اور اسلامی تاریخ کی اعلیٰ اقدار و روایات کو زندہ کرنے کی تحریک کی ہے۔ دوسرے باب میں آپ نے مسٹر ابیٹسن کی نکتہ چینیوں کے مسکت اور مدلّل جوابات دیئے ہیں اور قرآن و احادیث سے اسلام کی حقیقی تعلیم پر روشنی ڈالی ہے۔

۳- ایک اعلیٰ ہستی یہ رسالہ ۱۹۱۹ء کی تحریر ہے اور روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر سے شائع شدہ ہے۔

اس رسالہ میں آپ نے خدا تعالیٰ کی ہستی پر عقلی رنگ میں بحث کی ہے اور منطقی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک قادر مطلق ہستی ہے جو انسان اور اس کائنات کی خالق و مالک ہے اور انسان اپنی ادراکی قوتوں کو عمل میں لا کر اس اعلیٰ ہستی کے بارہ میں جان سکتا ہے۔ اس بحث میں آپ اس اعلیٰ ہستی کے وجود سے انکار کرنے والوں کے دلائل کا ردّ بھی ساتھ ساتھ کرتے گئے ہیں۔

مذہبیات میں آپ کی ایک چھوٹی سی کتاب ''ایک اعلیٰ ہستی'' اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی ہستی کے اکاون (۵۱) دلائل پر مشتمل ہے۔ نہایت سلیس پیرائے میں اور عام فہم طریق پر آپ نے اپنے قارئین کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ کون و مکان کو پیدا کرنے والی ایک ہستی ہے اور وہ سب سے برتر و اعلیٰ ہے۔

اس کتاب میں ''لاشئے اور ہستی'' کے عنوان سے آپ لکھتے ہیں:

''انسان یہ بھی جانتا ہے کہ لاشئے محض سے کوئی حقیقی وجود پیدا نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ لاشئے محض دو قائموں کے برابر نہیں ہو سکتی۔ یہ مان لیا گیا ہے کہ نیست سے ہست نہیں ہو سکتا۔ جب ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک نیست ہے تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرض کرنا پڑتا ہے کہ اس سے ہست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ

نیست نہ تو کوئی ہستی ہے اور نہ کوئی وجود اور نہ کوئی طاقت۔ جو کچھ بھی نہیں وہ کیا طاقت اور ہستی رکھے گا اور اس کی قیمت کیا کچھ ہوگی۔ جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ نیست سے ہست مشکل ہے تو پھر ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم اپنے اردگرد ایک عالم ہست دیکھتے ہیں جس سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔ تو ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ یا تو یہ عالم ہست خود بخود نیستی سے منتقل بہ ہست ہوا ہے اور یا یہ کہ اس کے سوا کوئی اور ہستی اس کی ہستی کا باعث ہوئی۔ اگر یہ ہستیاں خود بخود ہی وجود پذیر ہوئی ہیں تو یہ درست نہیں کیونکہ نیست سے ہست ہو نہیں سکتا۔ اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ کوئی دوسرا ہست ان ہستیوں کا باعث ہے۔ جو قدیم سے موجود ہے اور جس کی ہستی بجائے خود کوئی آغاز اور شروع نہیں رکھتی اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسی ہستی قدامت تقدیس کے ساتھ ہی قوی تر، بالا تر، قادر تر بھی ہوگی۔ کیونکہ جب تک وہ یہ صفات نہ رکھے تب تک وہ تسلیم نہیں کی جاسکتی"

کتنی عام فہم ہے یہ مثال اور کتنے اچھے رنگ میں پیش کی گئی ہے۔ ساری کتاب ایسی ہی مثالوں سے پُر ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ ایسی تحریریں نہ صرف اردو زبان پر ایک احسان کا رنگ رکھتی ہیں بلکہ عمومی طور پر ان کو بنی نوع انسان پر بھی احسان کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اتنی عام فہم تحریروں سے بنی نوع انسان کو اپنے خالق کا پتہ دینا اور اس سے قریب سے قریب تر لانا اگر نوع انسان پر احسان نہیں تو اور کیا ہے؟

۴- قوت اور محبت ۱۹۲۰ء میں آپ نے یہ رسالہ تصنیف کیا۔ ۱۹۲۸ء میں راست گفتار پریس امرتسر میں طبع ہوا۔

اس کتاب میں آپ نے قوت اور محبت، دونوں کششوں یا جذبوں پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ انہی دو جذبوں کی وجہ سے ہر چھوٹی طاقت بڑی طاقت کی طرف متوجہ

ہوتی ہے اور یہی دو باتیں ہیں جو ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف لے جاتی ہیں۔ آپ نے ان دونوں قوتوں میں فرق بیان کرتے ہوئے تحریر کیا کہ محبت بھی ایک قوت ہے لیکن جو وسعت اور جامعیت قوت میں ہے وہ محبت میں نہیں۔ اس لیے دونوں میں اشتراک بھی ہے اور امتیاز بھی۔
پھر آپ نے قرآن وحدیث سے دونوں قوتوں کے بارہ میں دلائل پیش کئے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ خدا تعالیٰ قوت بھی ہے اور محبت بھی۔

۵- الصلوٰۃ ۸۸ صفحات پر مشتمل اس کتابچہ میں محترم صاحبزادہ صاحب نے نماز کو موضوع بنایا ہے۔ آپ نے بیان کیا ہے کہ تمام مذاہب اور ان کی شاخیں باوجود چند در چند اختلافات کے ذاتِ صمدی کا اعتراف کرتے ہیں اور تمام مذاہب میں دعا اور عبادت کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ دعا کیوں کی جاتی ہے؟ عبادت اور دعا کے دنیا میں کس قدر طریقے ہیں؟ دعا پر ہونے والے اعتراضات اور ان کے جوابات وغیرہ موضوعات پر بحث کرنے کے بعد اسلامی عبادات اور اس کی جامعیت پر قلم اُٹھایا ہے۔ ازاں بعد نماز اور اس کے ارکان کی فلاسفی، اوقاتِ خمسہ کی حکمت اور نماز کے دیگر مسائل میں کیا سے زیادہ کیوں کے سوال کو اُٹھا کر نہایت خوبصورت اور پُر حکمت جوابات دیئے ہیں۔ پھر آخر میں اخلاقی، تمدنی اور معاشرتی اعتبارات سے نماز کا کیا اثر ہے اور اغیار کے مقابلہ میں نماز کا کیا اثر ہے؟ بیان کیا ہے۔
یہ کتاب ۲؍جون ۱۹۱۲ء کی تصنیف ہے اور دسمبر ۱۹۱۲ء کو افضل المطابع پریس مراد آباد سے شائع ہوئی۔

۶- مرآۃ الخیال یعنی منظل فلاسفہ ۱۸۸۲ء میں یہ رسالہ مطبع صفدری بمبئی میں طبع ہوا اور اس کے ۶۴ صفحات ہیں۔ مختصر تمہید کے بعد کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ یہ ابواب صاحبزادہ صاحب کے الفاظ ہی میں درج ذیل ہیں:

باب اوّل در بیان: تعریف وفوائد ومقام واقسام وطاقت ومعیادِ قوت متخیلہ

باب دوم در بیان: طریقِ مدوت خیالات

باب سوم در بیان: تسلسل خیالات

باب چہارم: ان عوارض اور امراض کے بیان میں جو قوت متخیلہ پر وارد اور مؤثر ہو سکتے ہیں۔

باب پنجم در بیان: فوائد و تدابیر آراستگی و صحتِ قوت متخیلہ

زمیندارہ بینک ۶۰ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ ۱۹۰۳ء میں مطبع رفاہ عام لاہور سے شائع ہوُا۔

اس رسالہ میں زمیندارانِ پنجاب کے اسبابِ افلاس و آسودگی پر بحث کر کے زمیندارہ بینک کے قائم کرنے کی ایک عملی تجویز بتائی گئی ہے۔ نیز اس کی افادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں قواعد زمیندارہ فنڈ بیان کئے گئے ہیں اور پھر حساب کتاب کے بارہ مختلف نقشہ جات دیئے گئے ہیں۔

۸- الوجد تصوّف کے بارہ میں یہ گرانقدر تصنیف لاہور پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب میں آپ نے بیان کیا ہے کہ منطق، سائنس اور فلسفہ صداقت کی تلاش اور تنقید کے لئے ضروری علوم ہیں لیکن یہ علوم ہمیں ظاہری اور معاشرتی منازل تک پہنچاتے ہیں۔ زندگی کے اُس ساحل پر نہیں لے جاتے جو روحانی ساحل سے موسوم ہے۔ انسانی تصویر کے ظاہری حصے کا باطنی حصہ سے ایک تعلق ضرور ہے لیکن جن محنتوں اور ریاضتوں سے اہل اللہ منازلِ وجدان تک پہنچتے ہیں وہ حکیموں اور فلاسفروں کی ریاضت اور تفکر سے کچھ اور ہی سماں رکھتی ہیں۔ وجد یا وجدان سے وہ حالت اور حقیقت مراد ہے جس کی وجہ سے انسان دوسری روحوں پر افضل و اشرف شمار ہوتا ہے اور یہ حقیقت اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ودیعت کی ہوئی ہے اسی کو پانا وجد ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ عَرَفَ رَبَّهُ۔ پھر وجد کے مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ تزکیہ ہے۔ دوسرا زینہ خدا پرستوں کا اقتداء ہے۔ آخر پر حقیقی وجد کی تعریف کرتے ہوئے بیان

کرتے ہیں کہ تمام اولیاء اور بزرگان کی زندگیوں اور عبادتوں کا یہ منشاء نہیں رہا کہ لوگ ان کی پوجا کریں بلکہ یہ رہا ہے کہ ان کی معیت و بیعت سے لوگ خدا پرستی کی راہیں دیکھیں اور اشاعتِ اخوتِ اسلامی اور ندائے قومی پر ہی ان کا خاتمہ ہوُا۔ پس حقیقی اور اصلی وجد یہ ہے کہ اپنی پُر سوز صداؤں سے قوم اور اجزائے قوم کو وجد میں لائیں۔

۹- فنِ شاعری یہ رسالہ ۱۹۰۷ء میں مطبع احمدی علی گڑھ سے شائع ہوُا۔ ۱۶۵ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب میں صاحبزادہ صاحب نے شاعری اور فنِ شاعری پر نئے اور پُرانے خیالات کے اعتبار سے نہایت عمدہ پیرایہ میں بحث کی ہے۔ شاعری کا شروع، شاعری کے اولیات، ضرورت، مماثلات اور تناسبات، شاعری کے اقسام اور متعلقات، شاعری باعتبار مختلف واقعات، درد و سوز و باعتبار تفریح، شاعری کا نتیجہ یا شاعر کی علمی خدمات اور شاعر کی زندگی وغیرہ اس کتاب کے اہم موضوع ہیں۔ تحریر میں جابجا فارسی اور اُردو اشعار کا برجستہ استعمال کیا ہے۔ جس سے آپ کے مطالعۂ شعر کی وسعت کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اُردو شاعری کے نقائص اور محاسن بھی بتائے ہیں اور الزامی طور پر یورپین شاعری کے نقائص کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ ملک کے نوجوانوں کو اس شاعری کی طرف دعوت دی ہے جس کی ملک و ملّت کو ضرورت ہے۔

۱۰- فنونِ لطیفہ ۱۹۱۲ء کے اواخر میں یونین سٹیم پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ اڑھائی سو کے قریب صفحات ہیں۔

اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں فنون کی اقسام پر عمومی بحث اور نیچر کے ساتھ اس کے تعلق کو بیان کیا گیا ہے اور دوسرے حصے میں فنونِ لطیفہ کی اقسام پر بحث ہے۔

علم کی مختلف شاخوں میں سے بعض کو فنون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فن کیا ہے؟ جب انسان نیچر اور مواد نیچر میں دست اندازی کرتا ہے اور ایک خاص طریق کے ساتھ سامانِ نیچر کو اپنے

تصرّف میں لاتا ہے تو وہ ایک فن سے کام لیتا ہے۔ مشاہدات، محسوسات، تخیلات کی اختراعی صورتیں ایک فن ہے۔

فن کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔(۱) فنونِ متعارفہ (۲) فنونِ لطیفہ۔

فنونِ متعارفہ وہ ہیں جن پر عام زندگیوں کا بہت کچھ مدار ہے مثلاً کاشت کاری، کفش سازی، خیاطی، معماری، نجاری، قصابی، حجام گری، ظروف سازی، کشیدہ کاری، رنگ سازی اور قالین بانی وغیرہ۔

فنونِ لطیفہ دراصل فنونِ متعارضہ ہی کا دلآویز اور نرالا روپ ہے۔ فنونِ متعارفہ چند منزلوں پر ہی رہ گئے ہیں اور فنونِ لطیفہ عام لوگوں سے نکل کر مشاہیر کی گود میں پرورش پا کر نکلتے ہیں۔

فنون لطیفہ کی پانچ قسمیں ہیں۔(۱) فن شاعری (۲) فن موسیقی (۳) فن تعمیر (۴) فن سنگ تراشی (۵) فن مصوّری

کتاب کے دوسرے حصّے میں انہی پانچ فنون پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۱- علوم القرآن ۱۹۲۰ء میں الناظر پریس واقع بلدہ لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے ۳۱۷ صفحات ہیں۔

اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم ایک کامل کتاب ہے جو نہ صرف روحانیات اور دینیات کے متعلق اصولی رنگ میں توجہ دلاتا ہے بلکہ ان امور اور ان کی اغراض کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے جو انسان کی مادّی زندگی کے واسطے لازمی ہیں۔ جن پر انسانی بہبود انسانی تمدن اور اقتصادیات کا بہت کچھ دارومدار ہے۔ قرآن مجید علوم وفنون مختلفہ، حکمت و سائنس کا علم حاصل کرنے کی تحریک کرتا ہے۔ اسی طرح آپ نے قرآن کریم میں بیان شدہ مختلف علوم بیان کئے ہیں اور قرآنی آیات سے ان علوم پر روشنی ڈالی ہے۔ ان علوم میں علم الاخلاق، سیرت، علم الحیوانات، نباتات، جمادات، آب وہوا، آتش، ہیئت، ریاضی، علم النفس والقویٰ، علم الانسان، علمِ طب، علم زبان، منطق، علم کلام، تاریخ، جغرافیہ، سیاحت، علم المعیشت، فنِ

زراعت، تجارت، علم خواب اور دیگر علوم شامل ہیں۔

۱۲- اساس الاخلاق ساڑھے سات سو کے قریب صفحات پر مشتمل اس کتاب میں اخلاق کے ہر شعبہ پر اصولی رنگ میں بحث کی گئی ہے۔

اگرچہ کہیں کہیں فروعی رنگ میں بھی جزوی اخلاق کا ذکر آ گیا ہے۔ کتاب میں اصولاً یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سب اخلاق کا مأخذ اور مرجع کیا کچھ ہے اور ان کی ضرورت کہاں تک ہے اور ان میں کن کن وجوہ سے ترقی اور تنزل ہوتا رہتا ہے۔ اخیر کتاب میں محبت، دیانت، عدالت، صداقت اور شجاعت پر نمبروار بحث کی گئی ہے۔ نیز اس کتاب میں حکماء قدیم وجدید کے خیالات وآراء اخلاق کے محاسن ونقائص ہر باب میں پیش کئے ہیں۔

علاوہ ازیں اس میں بتایا گیا ہے کہ اخلاق کی تکمیل اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جب بالخصوص شخصیت، قومیت، سوسائٹی، قدرت اور حکومتِ وقت کے فرائض کا تحفظ مدّنظر رہے۔ اگر شخصیت کامل ہے تو اخلاق بھی کامل ہیں اور اگر شخصیت کامل نہیں تو اخلاق بھی کامل نہیں۔ شخصیت کے بعد قوم اور سوسائٹی کی نوبت آتی ہے۔ اگر کوئی قوم یا سوسائٹی عام طور پر بُری حالت میں ہو اور اس کے چند افراد مہذب بھی ہوں پھر بھی اس قوم یا سوسائٹی کو خلیق نہیں کہا جا سکتا۔ آپ نے یہ بھی بیان کیا ہے ہندوستانیوں میں ابھی بحیثیت قوم وہ اخلاق پیدا نہیں ہوئے جو حاکم قوموں کے لئے ضروری ہیں اسی لئے قدرت نے انگریز قوم کا حکومت کے لئے انتخاب کیا ہے۔

۱۳- ریاض الاخلاق ۱۵۰ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ دراصل محترم صاحبزادہ صاحب کے متفرق مضامین کا مجموعہ ہے جس کو مکرم مولوی سیّد ممتاز علی صاحب نے مرتب کیا ہے اور یہ مجموعہ ۱۹۰۰ء میں رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں طبع ہوا۔ اس میں مختلف موضوعات پر ۵۲ مضامین شامل ہیں۔

۱۴- خیالات ۳۴۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ان مضامین مختلفہ کا مجموعہ ہے جو مختلف معروف رسائل میں وقتاً فوقتاً زیبِ اشاعت پاتے رہے۔ اِن رسائل

میں مخزن، دکن ریویو، زمانہ، اُردوئے معلی، منتقلی، تہذیب اور عصرِ جدید شامل ہیں۔

جون ۱۹۰۷ء میں یہ مجموعہ رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور میں طبع ہو کر شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں کل ۳۰ مضامین شامل ہیں۔

۱۵- جبروقدر ۵۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ مطبع روز بازار الیکٹرک پریس بازار امرتسر میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا۔

اس رسالہ میں صاحبزادہ صاحب نے جبروقدر کے مسئلہ پر مذاہبِ دنیا سے الگ ہو کر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ انسانی زندگی کے حالات وواقعات پر غور کرنے سے کیا نتائج نکلتے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ ہم ایک حد تک مختار بھی ہیں اور اس حد سے نکل کر مجبور بھی۔ تخیل اور ارادہ میں مختار ہیں لیکن تکمیلِ تخیل اور تکمیلِ ارادہ کے بعض حصّوں میں مجبور ہیں۔ جس نے یہ اختیارات دے رکھے ہیں اس نے اپنے ہاتھوں میں بھی ان کی ڈوری رکھی ہے۔

۱۶- چند نثر نما نظمیں مطبع روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر سے شائع ہونے والی یہ کتاب ۲۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کے دو حصّے ہیں۔ پہلے حصّہ میں جو ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، منظومات شامل ہیں اور دوسرے حصّے میں غزلیات ردیف وار درج کی گئی ہیں۔ حصّہ نظم میں حمد باری تعالیٰ اور نعتِ رسول کے بعد مختلف علمی، اخلاقی اور تربیتی موضوعات کو نظم کیا گیا ہے۔ ہر دو حصوں میں سے چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں:

وقت ہر شے سے محترم ہے یہاں — وقت ہر شے سے مغتنم ہے یہاں
وقت تقدیر، وقت ہے اکسیر — وقت تدبیر، وقت ہے تسخیر!
ہنس کے جو اپنا وقت کھوئے گا — وقت بے وقت آپ روئے گا
وقت جا کر نہیں پھر آنے کا — تجربہ خوب ہے زمانے کا
اپنے اوقات کے رہو پابند — ہے زمانہ کی سود مند یہ پند

مرا دل اسیر بلا ہو گیا — الٰہی! یہ الفت میں کیا ہو گیا
بلا کی کشش ہے تری آنکھ میں — پڑی جس پہ دل سے ترا ہو گیا
کیا یہ طبیبوں نے کیسا علاج — مرا عارضہ تو سوا ہو گیا
محبت میں مجھ کو ملا یہ صلہ — کہ دشمن زمانہ مرا ہو گیا
عجب طرح کی ہے دیوانگی — دلا! کچھ تو کہہ تجھ کیا ہو گیا

''نثر نما نظموں'' سے یہ مطلب نہیں جو آج کل ''نثری نظموں'' سے لیا جاتا ہے۔ یہاں نثر نما نظموں سے یہ مراد ہے کہ ان نظموں میں صرف شعر گوئی کے ظاہری تعبیرات اور نکاتِ شاعری کو ملحوظ رکھ کر نثر کے الفاظ اور فقرات کو منظوم کیا گیا ہے۔ ان میں وہ لطافت اور تعبیرات نہیں جو غزل گو شعراء کے پیشِ نظر ہوتی ہے۔

۱۷- مکتوباتِ اکبر یہ کتاب ہر چند محترم صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی تصنیف نہیں لیکن آپ نے اسے ترتیب دے کر شائع کروایا اور اس کا دیباچہ رقم فرمایا ہے۔

کتاب ہذا میں مکرم سیّد اکبر حسین صاحب اکبر الٰہ آبادی کے وہ مکتوبات شامل ہیں جو انہوں نے محترم صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کے نام لکھے تھے۔ یہ مکتوبات گرانقدر علمی و ادبی نکات کا مرقع ہیں۔ جو ۱۹۶۷ء میں پہلی بار ''نیا ادارہ'' کی طرف سے سویرا آرٹ پریس لاہور میں طبع ہو کر شائع ہوئے۔

۱۸- نبوت 1918ء میں کاشی رام پریس لیمیٹڈ لاہور میں طبع ہوئی اور اس کے ۵۶ صفحات ہیں۔ اس کتاب میں نبوت کے بارہ میں مباحث بیان کئے گئے ہیں۔

اُمتِ واحدہ اور امتِ وسطیٰ سے مراد، کل امتوں کے نبی، نبیوں کی درجہ بندی، اقسامِ نبوت، شروع ہی میں کیوں ایک نبی نہ بھیجا گیا اور نبوت والہام کی ضرورت وغیرہ جیسے اہم سوالات اُٹھائے گئے ہیں۔ نیز اس رسالہ میں ختمِ نبوت کے مسئلہ کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

۱۹- صداقت

یہ رسالہ ۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۸۹۳ء میں اسلامیہ پریس لاہور سے شائع ہوا۔ اس رسالہ میں صداقت کے متعلق ان امور کی بحث کی گئی ہے کہ جو صداقت کے متلاشیان کے واسطے کم سے کم ایک راہنما کا کام دینے کے قابل خیال کیے جاسکتے ہیں۔

صداقت کیا شے ہے؟ اس کی اقسام کیا ہیں؟ اصولِ تصدیق صداقت کیا ہیں؟ وغیرہ امور پر بڑے خوبصورت انداز میں منطقی اور فلسفیانہ رنگ میں بحث فرمائی ہے۔ صداقت کو گیارہ اقسام میں تقسیم کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

(۱) صدقت عامہ (۲) صداقت خاصہ (۳) صداقتِ علمی (۴) صداقتِ عملی (۵) صداقتِ عقلی (۶) صداقتِ نقلی (۷) صداقتِ واحدانی (۸) صداقتِ یقینی (۹) صداقتِ موقت (۱۰) صداقتِ اعتباری (۱۱) صداقت قائم بذاتہ۔ شامل ہیں۔

۲۰- فرحت

یکم اکتوبر ۱۸۹۰ء کو مطبع اسلامیہ لاہور سے شائع ہونے والا یہ رسالہ ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

خوشی کی تعریف کیا ہے۔ خوشی کی اقسام کون سی ہیں۔ خیالی خوشی، ارادی خوشی، خوشی باامید، شکیہ خوشی، یقینی خوشی، اعتباری خوشی، حواسی خوشی، خوشی بہ نتیجہ وغیرہ اقسام بیان کرنے کے بعد خوشی کے حدود اور حقیقت وہمی خوشی پر تفصیلی بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ حقیقی خوشی غنا اور قناعت سے پیدا ہوتی ہے۔ اپنی بحث میں حکیموں اور فلاسفروں کے اقوال اور دیگر مثالیں بھی دی ہیں۔

۱۲- ملّت اور معاملاتِ قومی

۸۲ صفحات کا یہ رسالہ ۱۹۲۷ء میں روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر میں طبع ہو کر شائع ہوا۔

اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ تنزلِ اقوام کا موجب کون کون سے اسباب ہوتے ہیں اور ملت اسلامیہ کے اعمال میں کیا کچھ کمیاں واقع ہو گئی ہیں جن کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ ازاں بعد قرآن کریم کی روشنی میں ملّی معاملات کی وضاحت کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ ہم پر

کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

آپ کی جملہ کتب کی فہرست

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی کُل مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب کی فہرست درج ذیل ہیں:

۱- سسّی وپنّوں (پنجابی)	۲- تبیین الحق	۳- مراۃ الخیال
۴- صدائے الم	۵- معیار	۶- اصول
۷- اخلاق احمدی	۸- ریاض الاخلاق	۹- سراج الاخلاق
۱۰- رفیق	۱۱- فرحت	۱۲- صداقت
۱۳- دل نواز	۱۴- نظمِ خیال	۱۵- بزم خیال
۱۶- راز الفت	۱۷- الفت	۱۸- دل سوز
۱۹- فن شاعری	۲۰- امثال	۲۱- مشیرِ باطل
۲۲- اساس الاخلاق	۲۳- زمیندارہ بنک	۲۴- حیات صادقہ
۲۵- فساء المؤمنین	۲۶- الصلوٰۃ	۲۷- نبوت
۲۸- خیالات	۲۹- یادگار حسین	۳۰- ایثار حسین
۳۱- یادرسول	۳۲- زبان	۳۳- اعتصام
۳۴- علوم القرآن	۳۵- ملّت	۳۶- النظر
۳۷- جبر وقدر	۳۸- فنون لطیفہ	۳۹- چند نظمیں (زندگی) وغیرہ وغیرہ
۴۰- درسِ بیخودی	۴۱- مکتوباتِ اکبر	۴۲- طلاق وکثرت ازدواج
۴۳- قوت ومحبت	۴۴- الوجد	۴۵- تنقید برمثنوی مولانا قدوائی
۴۶- ذبح گائے	۴۷- ہستی مطلق	۴۸- فلسفہ
۴۹- صفات باری	۵۰- سفرنامہ وغیرہ	۵۱- مجموعہ مضامین کی ۱۲ جلدیں

مضامین

(ازقلم ندات رقم خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب)

۱۷	لسانی مشکلات (۵صفحات)	رفیق التعلیم اپریل ۱۹۱۹ء
۱۸	ایک آنہ فنڈ لکھنؤ (۲صفحات)	انکشاف ستمبر، اکتوبر ۱۹۱۸ء
۱۹	نقیب (۴صفحات)	نقیب بدایونیکے پہلے شمارہ کے لئے تعارفی مضمون
۲۰	کائنات انسانی اور عقل وفطری تمیز (۴صفحات)	نقیب، بدایونی
۲۱	فلسفۂ قرآنی (۴صفحات)	الحکم، قادیان۔ ۱۷؍اپریل ۱۹۱۸ء
۲۲	رسولِ مقبول کا اسوۂ حسنہ (۴صفحات)	اسوۂ حسنہ۔ ستمبر و اکتوبر ۱۹۲۶ء
۲۳	مسلمان گداگر (۲صفحات)	الفلاح یکم اکتوبر ۱۹۲۳ء
۲۴	پیامِ ہستی (۶صفحات)	پیامِ ہستی نومبر ۱۹۲۵ء
۲۵	دائرہ علم وجہالت (۱۰صفحات)	رفیق التعلیم ستمبر ۱۹۲۷ء
۲۶	جرائم اور دماغی عارضہ (۳صفحات)	رفیق التعلیم اکتوبر ۱۹۲۷ء
۲۷	صدائے بازگشت (۴صفحات)	القریش، امرتسر۔ جنوری ۱۹۲۶ء
۲۸	ہم خود ذمہ دار ہیں (۲صفحات)	صوفی۔ اگست ۱۹۱۷ء
۲۹	عشقِ رسولؐ (۲صفحات)	صحیفۂ وارث، دیوہ شریف۔ ذیقعدہ الحرام ۱۳۴۶ھ
۳۰	ارادہ (۱۲صفحات)	رفیق التعلیم ستمبر ۱۹۲۶ء
۳۱	مقتدر مسلمان کا فرض (۳صفحات)	تنظیم، امرتسر۔ مئی ۱۹۲۷ء
۳۲	بصریات (۹صفحات، دو اقساط میں)	ید بیضا میانمبر، لاہور۔ جمادی الاوّل ۱۳۴۶ھ
۳۳	معاملہ فہمی کا گر (۶صفحات)	رفیق التعلیم مئی ۱۹۲۷ء
۳۴	سیرت محمدیہؐ (۲صفحات)	رسالہ پیشوا، دہلی جلد نمبر ۹
۳۵	تواریخ فلسفہ (۴صفحات)	نظر، جولائی ۱۹۲۷ء
۳۶	پیامِ حجاب (۶صفحات)	پیامِ ہستی۔ جنوری ۱۹۲۶ء
۳۷	رسول عربیؐ نے کیا کہا اور کیا چاہا (۳صفحات)	القریش امرتسر۔ نبیؐ نمبر
۳۷	کیفیت کیکر (۱۴صفحات۔ دو اقساط میں)	زمیندارہ گزٹ لائلپور۔ مارچ، اپریل ۱۹۲۸ء

۳۹	ایمان بر رسول عربیؐ (۵صفحات)	تصوف۔ فروری ۱۹۲۲ء
۴۰	اقوال الصوفیاء (۵صفحات)	تصوف۔ مارچ ۱۹۲۲ء
۴۱	معمائے ہستی (۶صفحات)	تصوف۔ اپریل ۱۹۲۲ء
۴۲	تبلیغِ صوفیاء (۵صفحات)	تصوف۔ مئی ۱۹۲۲ء
۴۳	فلسفۂ باطن (۷صفحات)	تصوف جولائی ۱۹۲۲ء
۴۴	تصوف (۱۱صفحات۔ دو اقساط میں)	تصوف۔ اگست، ستمبر ۱۹۲۲ء
۴۵	فسانۂ تقدیر (چار اقساط میں)	تصوف۔ اکتوبر ۱۹۲۲ تا جنوری ۱۹۲۳ء
۴۶	دنیا کے نجات دہندہ کی یاد (۴صفحات)	تصوف۔ نومبر ۱۹۲۲ء
۴۷	ذوق ومستی (۵صفحات)	صوفی۔ اپریل ۱۹۲۱ء
۴۸	مذہبی گفت وشنید (۴صفحات)	صوفی۔ جولائی ۱۹۲۱ء
۴۹	آزاد رسولؐ (۳صفحات)	صوفی۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء
۵۰	تبلیغ اسلام (۴صفحات)	
۵۱	جدید معلومات (۷صفحات)	انعام۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء
۵۲	تین دن کی خدائی (۱۶صفحات)	نقیب۔ جلد ۶، شمارہ ۱، ۲
۵۳	حُسن (۱۱صفحات)	نقیب۔ مئی ۱۹۲۲ء جلد ۵/۴
۵۴	شیطان (۱۰صفحات)	نقیب جلد ۳۱۵
۵۵	مذہب اور انسانیت (۵صفحات)	ادب صفحہ ۸ تا ۱۲
۵۶	فریبِ تخیل (۶صفحات)	ادیب ناگپور۔ جلد ۳ نمبر ۴
۵۷	اُردو (۷صفحات)	ادیب ناگپور۔ جلد ۳ نمبر ۲، ۳
۵۸	مافوق العادت (۹صفحات)	ریویو آف ریلیجنز۔ جلد ۲۰ نمبر ۱۱
۵۹	شرح وتفسیر (۴صفحات)	شباب اُردو۔ دسمبر ۱۹۲۱ء
۶۰	ہرگلِ را رنگ وبوئے دیگر است (۴صفحات)	شباب اردو۔ اگست ۱۹۲۲ء

۶۱	دانست (۶ صفحات)	الناظر
۶۲	جماعتی حسّیات (۶ صفحات)	الناظر
۶۳	چندر بھان برہمن لاہوری (۷ صفحات)	زمانہ۔ مئی و جون ۱۹۲۱ء
۶۴	دماغی غلامی (۷ صفحات)	زمانہ۔ جنوری ۱۹۲۳ء
۶۵	اسلام کی کشادہ دلی (۷ صفحات)	رسالے کا نام نہیں معلوم۔ مدیر سیّد محمد خسرو پوری صاحب ہیں
۶۶	ترقی (۶ صفحات)	ترقی۔ جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۲۹ تا ۳۴
۶۷	اخلاقی سائنس (۶ صفحات)	رفیق التعلیم۔ دسمبر ۱۹۲۲ء
۶۸	ادب جدید (۶ صفحات)	رفیق التعلیم۔ فروری ۱۹۲۳ء
۶۹	تعمیر قومیت (۳ صفحات)	انکشاف اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۲۲ء
۷۰	زمانہ (۳ صفحات)	رسالۃ الکمال، لاہور۔ فروری ۱۹۲۳ء
۷۱	دین و دنیا (۳ صفحات)	دین و دنیا، دہلی۔ جلد ۲ نمبر ۷
۷۲	الکمال (۲ صفحات)	رسالۃ الکمال ماہ نومبر ۱۹۲۲ء
۷۳	دو ہو کر ایک (۲ صفحات)	مدنی بڑی تقویم۔ ۱۳۴۰ ہجری
۷۴	بزمِ ادب (۸ صفحات)	نیاز۔ جنوری ۱۹۲۲ء
۷۵	مذہب (۷ صفحات)	رسالۃ المذہب دہلی۔ دسمبر ۱۹۱۹ء
۷۶	بس مَیں ہی ہوں (۷ صفحات)	رسالہ تمدن، دہلی۔ نومبر ۱۹۱۹ء
۷۷	قرآن و محبت (۸ صفحات)	رسالہ تمدن، دہلی۔ اپریل ۱۹۲۰ء
۷۸	اپنی اپنی قیمت (۷ صفحات)	مغلیہ گزٹ، لاہور۔ ستمبر ۱۹۲۰ء
۷۹	قومی حس (۵ صفحات)	مغلیہ گزٹ، لاہور۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء
۸۰	عام تعلیم (۷ صفحات)	مغلیہ گزٹ، لاہور۔ اگست ۱۹۲۰ء
۸۱	ہردلعزیزی (۷ صفحات)	رہنمائے تعلیم، لاہور۔ جون ۱۹۲۰ء
۸۲	پہلا انسان (۷ صفحات)	انسان۔ اپریل ۱۹۱۲ء

۸۳	مرد اور عورت کا باہمی تناسب (۹ صفحات)	رسالہ استانی، دہلی
۸۴	ہندوستانی انگریزوں کے مقابلہ میں (۹ صفحات)	رسالہ استانی، دہلی
۸۵	ہوائی مجسٹریٹ (۱۲ صفحات)	مخزن، جلد ۲۲ نمبر ۴
۸۶	تعجب۔ (۵ صفحات)	مخزن۔ جلد ۴ نمبر ۱
۸۷	فلسفہ اور اسلام (۳ صفحات)	
۸۸	صابن کا ٹیکہ (۵ صفحات)	مخزن۔ مئی، جون ۱۹۱۶ء
۸۹	''اگر'' (۷ صفحات)	مخزن۔ اگست ۱۹۲۰ء
۹۰	خواتین اسلام اور مسلم یونیورسٹی (۵ صفحات)	الحجاب۔ اپریل ۱۹۱۱ء
۹۱	نومسلم (۶ صفحات)	رسالہ نظام المشائخ دہلی
۹۲	توسیع زبان اُردو (پہلی قسط) (۶ صفحات)	
۹۳	اساس الاخلاق (۲) (۵ صفحات)	
۹۴	تحقیر قرآن (۳ صفحات)	
۹۵	تجربہ سے کام لو (۷ صفحات)	ضیاء حقیقت جون ۱۹۲۰ء
۹۶	گناہ پر گناہ اور گنہگار کی شہادت (۶ صفحات)	رسالہ الحسن۔ مئی ۱۹۲۱ء
۹۷	خیر الزاد التقویٰ (۵ صفحات)	النظامیۃ۔ نومبر ۱۹۱۵ء
۹۸	قرآنی نقطۂ خیال سے ''فی سبیل اللہ'' (۷ صفحات)	
۹۹	ترتیبِ نظام (۷ صفحات)	النظامیۃ۔ مئی ۱۹۱۶ء
۱۰۰	معجزہ (۵ صفحات)	انتظامیۃ
۱۰۱	قرآن کا تفسیری پہلو (۶ صفحات)	انتظامیۃ
۱۰۲	کعبہ (۴ صفحات)	صوفی۔ جولائی ۱۹۰۱ء
۱۰۳	یؤمنون بالغیب (۹ صفحات)	الناظر
۱۰۴	اخلاقی جرأت (۶ صفحات)	الناظر

۱۰۵	تہذیب اور شعائرِ تہذیب (۱۲ صفحات)	الناظر
۱۰۶	ترجمانی (۶ صفحات) تعارفی مضمون	ترجمان اکتوبر ۱۹۱۵ء جلد ا نمبر ا
۱۰۷	فلسفۂ معانی (۷ صفحات)	ترجمان۔ جون ۱۹۱۶ء
۱۰۸	تاریخ (۸ صفحات)	عبرت۔ جنوری ۱۹۱۶ء
۱۰۹	ہستی کے دو پہلو (۱۰ صفحات)	
۱۱۰	اثر (۸ صفحات)	
۱۱۱	انجام (۱۱ صفحات)	علیگڑھ منتھلی۔ جولائی ۱۹۰۶ء
۱۱۲	خمسۂ متناسبہ (۲۰ صفحات)	علی گڑھ منتھلی۔ مئی ۱۹۰۶ء
۱۱۳	مذہب اور سائنس (۱۱ صفحات)	علی گڑھ منتھلی۔ مارچ ۱۹۰۵ء
۱۱۴	اتفاق (۱۱ صفحات)	علی گڑھ منتھلی۔ فروری ۱۹۰۶ء
۱۱۵	پردہ اور بے پردگی (۱۱ صفحات)	علی گڑھ منتھلی۔ دسمبر ۱۹۰۶ء
۱۱۶	جدید طرزِ معاشرت (۶ صفحات)	
۱۱۷	رسول کا احترام عقلاً واجب ہے (۱۲ صفحات)	عصرِ جدید
۱۱۸	مسلمان فقیر اور گداگر (۱۶ صفحات)	عصرِ جدید
۱۱۹	ستی (۸ صفحات)	زمانہ۔ جولاء ۱۹۱۵ء
۱۲۰	اندرونی ضابطہ (۶ صفحات)	
۱۲۱	مساوات اور پردہ (۸ صفحات)	نمبر ۱۴ جلد ۷
۱۲۲	سہارا (۶ صفحات)	نمبر ۱۳ جلد ۶
۱۲۳	افادہ (۶ صفحات)	رسالۂ افادہ
۱۲۴	مفت (۵ صفحات)	رسالۂ افادہ
۱۲۵	قومی بیداری (۵ صفحات)	افادہ حیدر آباد دکن
۱۲۶	شعور حیوانی (۵ صفحات)	رسالہ افادہ

۱۲۷	تقسیم محنت (۷ صفحات)	جلد ۴ نمبر ۲۴
۱۲۸	مذاہب کی اندرونی تفریق (۱۰ صفحات)	الرفیق
۱۲۹	وسعتِ اُردو (۱۳ صفحات)	الناظر
۱۳۰	عزت (۱۲ صفحات)	
۱۳۱	بزدلی (۵ صفحات)	نمبر ۳۶ جلد ۶
۱۳۲	موجودات (۲۵ صفحات۔ دو اقساط میں)	عصرِ جدید
۱۳۳	وجود مطلق (۱۱ صفحات)	عصرِ جدید
۱۳۴	فطنت (۱) (۱۰ صفحات)	جلد ۶ نمبر ۲۱
۱۳۵	نظامِ نسبت (۱۱ صفحات)	
۱۳۶	عمومیت و خصوصیت فلسفہ (۶ صفحات)	نمبر ۵۳ جلد ۹
۱۳۷	اسکو فلسفہ (۵ صفحات)	زمانہ۔ جلد ۲۰
۱۳۷	فیضانِ فلسفہ (۱۱ صفحات)	آگرہ سے شائع ہونے والا رسالہ نام ندارد
۱۳۹	مبادی علوم (۱۲ صفحات)	
۱۴۰	تاریخ نمبر ۱	زمانہ مارچ ۱۹۰۵ء
۱۴۱	تاریخ نمبر ۲	زمانہ اگست ۱۹۰۵ء
۱۴۲	عورت	مخزن جلد ۱۲ نمبر ۴ ماہ جنوری ۱۹۰۷ء
۱۴۳	تصویر	مخزن اگست ۱۹۰۷ء
۱۴۴	ہماری آزادی	ایشیا۔ امرتسر ماہ اگست ۱۹۰۸ء
۱۴۵	نسبتی معیار	ایشیا۔ نومبر ۱۹۰۷ء
۱۴۶	مقررہ وقت	آزاد۔ جنوری ۱۹۰۸ء
۱۴۷	تبائن اشکال	شمس بنگالہ فروری ۱۹۰۸ء
۱۴۸	گالی	ایشیا۔ فروری ۱۹۰۸ء

۱۴۹	احساس	شمس بنگالہ مارچ ۱۹۰۸ء
۱۵۰	خبط	شمس بنگالہ اپریل ۱۹۰۸ء
۱۵۱	نسبت وحدت	تنویرالشرق ماہ مئی ۱۹۰۸ء
۱۵۲	امتحان مصیبت	آزاد جولائی ۱۹۰۸ء
۱۵۳	خوشامد	تنویرالشرق اگست ۱۹۰۸ء
۱۵۴	تحریکات	شمس ستمبر ۱۹۰۸ء
۱۵۵	ایثار نفسی	آزاد نومبر، دسمبر ۱۹۰۸ء
۱۵۶	علوم قدیم وعلوم جدید	تنویرالشرق دسمبر ۱۹۰۸ء
۱۵۷	الاخوت	الاخوت۔ جنوری ۱۹۰۹ء
۱۵۸	خودغرضی	زمانہ جنوری ۱۹۰۹ء
۱۵۹	ذہنی زندگی	تنویرالشرق جنوری ۱۹۰۹ء
۱۶۰	آزاد ومفید تعلیم	زمانہ مارچ ۱۹۰۹ء
۱۶۱	دل بدست آور کہ حج اکبر است	منروا امرتسر اگست ۱۹۰۹ء
۱۶۲	جوائی	زمانہ اگست، ستمبر ۱۹۰۹ء
۱۶۳	آرزو	تنویرالمشرق ۱۹۰۹ء
۱۶۴	دستاویز	تنویرالمشرق جنوری ۱۹۱۰ء
۱۶۵	سچ سچ ہے	فردا جنوری وفروری ۱۹۱۰ء
۱۶۶	لطافت	مخزن فروری ۱۹۱۰ء
۱۶۷	شروع	استبصار ۲۵ر مارچ ۱۹۱۰ء
۱۶۸	راز	مخزن اپریل ۱۹۱۰ء
۱۶۹	سرمایہ	زمانہ دسمبر ۱۹۱۰ء
۱۷۰	سفارش	مخزن جون ۱۹۱۱ء

۱۷۱	پرہیزگاری	پرہیزگار جولائی ۱۹۱۱ء
۱۷۲	کھیل	مخزن نومبر ۱۹۱۱ء
۱۷۳	ایک بچہ کی صدا	الحجاب جون ۱۹۱۱ء
۱۷۴	بات	کشمیری میگزین نومبر ۱۹۱۱ء
۱۷۵	پاسبان عقل	مخزن جون ۱۹۱۲ء
۱۷۶	پہلا انسان	انسان اپریل ۱۹۱۲ء
۱۷۷	انسان کی ہستی	انسان اگست ۱۹۱۲ء
۱۷۸	کھرپنچ	مخزن اگست ۱۹۱۲ء
۱۷۹	شخصیت اور جامعیت	انسان۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء
۱۸۰	عہد طفلی	انسان نومبر ۱۹۱۲ء
۱۸۱	کامیاب زندگی	دربار نومبر ۱۹۱۲ء
۱۸۲	روپیہ	کشمیری میگزین دسمبر ۱۹۱۲ء
۱۸۳	خون جگر	مخزن دسمبر ۱۹۱۲ء
۱۸۴	قصے اور کہانیاں	مخزن جنوری ۱۹۱۳ء
۱۸۵	زندگیاں	کشمیری میگزین مئی ۱۹۱۲ء
۱۸۶	ہوا وہوس	شاید سخن اکتوبر ۱۹۱۳ء
۱۸۷	کتابوں کا مطالعہ	رہنمائے تعلیم فروری ۱۹۱۴ء
۱۸۸	گھر	اقبال مارچ ۱۹۱۴ء
۱۸۹	اعلیٰ وادنیٰ تعلیم	رہنمائے تعلیم مارچ ۱۹۱۴ء
۱۹۰	بہار تعلیم	اقبال ماہ اکتوبر ۱۹۱۴ء
۱۹۱	نیکی، بدی اور تکلیف	مخزن ستمبر ۱۹۱۴ء
۱۹۲	حافظہ اور تخیل	مخزن مئی ۱۹۱۵ء

۱۹۳	حافظہ اور تخیل	مخزن جون 1915ء
۱۹۴	صحیفۂ قدرت	رہنمائے تعلیم جولائی 1915ء
۱۹۵	تحریکاتِ عامہ	مخزن اگست، ستمبر 1915ء
۱۹۶	ادراک واحساس	رسالہ المجدد
۱۹۷	مذاق	رسالہ کا نام نہیں لکھا
۱۹۸	علمی اردو زبان	استبصار جلد نمبر ۱ نمبر ۵
۱۹۹	پیر شو بیاموز	ید بیضاء جلد ۲ نمبر ۱۰، ۱۱
۲۰۰	رازِ راحت	ید بیضاء جلد ۳ نمبر ۴
۲۰۱	خوشی وغم	ید بیضا جلد ۳ نمبر ۷
۲۰۲	صدائے بازگشت	ید بیضاء جلد ۳ نمبر ۹، ۱۰
۲۰۳	علمی پلیٹیں	ید بیضاء جلد ۴ نمبر ۱، ۲ .
۲۰۴	علوم قدیمہ وعلوم جدیدہ	گنگا، ماہ پھاگن ۱۹۴۰
۲۰۵	قیمت	صبح نہار۔ تاریخ درج نہیں
۲۰۶	زندگیاں	صبح نہار۔ تاریخ درج نہیں
۲۰۷	اخلاقی نصاب اور ہماری اخلاقی کمزوریاں	زمانہ
۲۰۸	ہمت افزائی	ضیاء الاسلام مراد آباد۔ نومبر ۱۹۱۳ء
۲۰۹	تمہیدی فیضان	الناظر
۲۱۰	نظام	
۲۱۱	گناہ	صحیفہ القمر۔ جلد ۲ شمارہ ۶، ۷
۲۱۲	صبحِ عیش	
۲۱۳	تعصب اور عصبیت	
۲۱۴	حرف (۱۰ صفحات)	رہنمائے تعلیم لاہور۔ مئی ۱۹۱۳ء

215	تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللهِ (۱۰ صفحات)	نظام المشائخ۔ جلد ۱۸ نمبر ۵
۲۱۶	جبر وقدر (۱۰ صفحات)	نظام المشائخ
۲۱۷	وعدہ کی یاد (۶ صفحات)	نظام المشائخ
۲۱۸	تربیت (۶ صفحات)	تعلیم وتربیت۔ نومبر، دسمبر......
۲۱۹	حسنِ معیشت (۴ صفحات)	تعلیم وتربیت۔ مارچ 1918ء
۲۲۰	کسب (۷ صفحات)	تعلیم وتربیت۔ جون......
۲۲۱	انسانی آزادی (۶ صفحات)	تعلیم وتربیت۔ فروری 1918ء
۲۲۲	بزدلی اور تہوّر (۵ سے زائد)	تعلیم وتربیت۔ اکتوبر 1918ء
۲۲۳	دلچسپی (۴ صفحات)	تعلیمی گزٹ امرتسر۔ مئی 1918ء
۲۲۴	حضور (۶ صفحات)	تعلیمی گزٹ امرتسر، مارچ 1918ء
۲۲۵	تکلف (۵ صفحات)	تعلیمی گزٹ امرتسر، اگست، ستمبر، اکتوبر 1918ء
۲۲۶	کلامِ اکبر (۷ صفحات)	خیال۔ جنوری، فروری 1918ء
۲۲۷	تنازُع لِلْبقاء (۳ صفحات)	خیال۔ جنوری 1918ء
۲۲۸	ڈاکیہ (۱۱ صفحات)	تمدن۔ جنوری 1918ء
۲۲۹	لغت (۸ صفحات)	تمدن۔ مارچ 1918ء
۲۳۰	دماغ اور عمل (۹ صفحات)	تمدن۔ اپریل 1918ء
۲۳۱	شخصیت (۸ صفحات)	تمدن۔ مئی 1918ء
۲۳۲	بشرہ (۷ صفحات)	تمدن۔ جون 1918ء
۲۳۳	طلسمِ حافظہ (۷ صفحات)	تمدن۔ جولائی 1918ء
۲۳۴	زبان اور حسنِ بیان (۸ صفحات)	تمدن۔ ستمبر 1918ء
۲۳۵	ایک زبردست ہاتھ (۱۱ صفحات)	مخزن۔ فروری 1918ء
۲۳۶	عیش تنگدستی (۸ صفحات)	مخزن۔ مئی 1918ء

۲۳۷ اپنی اپنی قسمت (۸ صفحات)	مخزن۔ جولائی ۱۹۱۸ء
۲۳۷ ...... مضمون کا ابتدائی صفحہ مفقود ہے......	مخزن ستمبر ۱۹۱۸ء
۲۳۹ اتحادِ مطلب (۶ صفحات)	مخزن۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء
۲۴۰ علم اور مُغل (۳ صفحات)	مغلیہ گزٹ، لاہور۔ اپریل ۱۹۱۸ء
۲۴۱ حسنِ متفردہ اور حسنِ مجموعی (۴ صفحات)	مغلیہ گزٹ، لاہور۔ مئی ۱۹۱۸ء
۲۴۲ وجہ تسمیہ مغل اور مرزا (۵ صفحات)	مغلیہ گزٹ، لاہور۔ جون ۱۹۱۸ء
۲۴۳ روایات مسٹر منوچی (۵ صفحات)	مغلیہ گزٹ، لاہور۔ جولائی ۱۹۱۸ء
۲۴۴ اقبالِ جُرم (۶ صفحات)	مغلیہ گزٹ، لاہور۔ نومبر ۱۹۱۸ء
۲۴۵ یادِ ایام (۳ صفحات)	مغلیہ گزٹ، لاہور۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء
۲۴۶ تفرقہ یا پھوٹ (۶ صفحات)	مغلیہ گزٹ، لاہور۔ جنوری ۱۹۱۹ء
۲۴۷ ثمرۃ الأدب (۹ صفحات)	رسالہ کا نام معلوم نہیں ہوا۔ ایڈیٹر کا نام ''نصیر'' لکھا ہے
۲۴۸ جنگی سپرٹ (مضمون مکمل نہیں	
۲۴۹ صدیقِ اکبرؓ (۶ صفحات)	القریش، صدیق نمبر اپریل ۱۹۱۹ء
۲۵۰ تعبیرات (۸ صفحات)	نظام المشائخ
۲۵۱ سماع (۷ صفحات)	نظام المشائخ
۲۵۲ نظام (۶ صفحات)	نظام، لاہور
۲۵۳ وضعداری (۸ صفحات)	نظام، لاہور۔ مارچ ۱۹۱۹ء
۲۵۴ دستِ چپ (۶ صفحات)	نظام، لاہور۔ اپریل ۱۹۱۹ء
۲۵۵ لوری (۵ صفحات)	نظام، لاہور۔ جون ۱۹۱۹ء
۲۵۶ یہ کون ہے؟ (۵ صفحات)	نظام، لاہور۔ اگست ۹۱۱۹ء
۲۵۷ بانسری (۵ صفحات)	نظام، لاہور۔ ستمبر ۱۹۱۹ء
۲۵۸ گُل و بلبل (۵ صفحات)	مخزن۔ جولائی ۱۹۱۹ء

۲۵۹ وحشت (۵ صفحات)	مخزن۔ اگست ۱۹۱۹ء
۲۶۰ مناظرہ علوم (۶ صفحات)	مخزن۔ نومبر ۱۹۱۹ء
۲۶۱ کمزور (۵ صفحات)	تمدّن، دہلی۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء
۲۶۲ دامِ خیال (۴ صفحات)	خیال۔ جنوری ۱۹۱۹ء
۲۶۳ یادِ ایام (۲ صفحات)	مغلیہ گزٹ، ستمبر، اکتوبر ۱۹۱۸ء
۲۶۴ تیرہ کا ہندسہ (۵ صفحات)	مغلیہ گزٹ، فروری ۱۹۱۹ء
۲۶۵ نشو و نمائے قوم (۴ سے زائد۔ مضمون نامکمل	مغلیہ گزٹ، مارچ ۱۹۱۹ء
۲۶۶ فیروزہ (۴ صفحات)	مغلیہ گزٹ، مئی ۱۹۱۹ء
۲۶۷ خیالستان (۶ صفحات)	مغلیہ گزٹ، جون ۱۹۱۹ء
۲۶۸ تخلّف (۵ صفحات)	مغلیہ گزٹ، اگست ۱۹۱۹ء
۲۶۹ پہلے افراد بعد کو قوم (۴ صفحات)	مغلیہ گزٹ، ستمبر ۱۹۱۹ء
۲۷۰ شرفِ جسمانی (۱۱ صفحات)	رہنمائے تعلیم، مئی ۱۹۱۹ء
۲۷۱ چھیڑ (۷ صفحات)	رہنمائے تعلیم، جولائی ۱۹۱۹ء
۲۷۲ علم، عالم، معلوم (۸ صفحات)	رہنمائے تعلیم، اکتوبر ۱۹۱۹ء
۲۷۳ دلکش (۵ صفحات)	
۲۷۴ تبادلۂ خیالات (۱) (۹ صفحات)	مخزن۔ مئی ۱۹۰۲ء
۲۷۵ تبادلۂ خیالات (۲) (۸ صفحات)	مخزن۔ جولائی ۱۹۰۲ء
۲۷۶ ایٹی کٹ (۱۱ صفحات)	مخزن۔ نومبر ۱۹۰۲ء
۲۷۷ خدائی طاقت کا اظہار (۹ صفحات)	مخزن۔ مارچ ۱۹۱۳ء
۲۷۸ جذبہ اور مذاق کی نزاکت اور خوبی (۱۲ صفحات)	مخزن۔ اپریل ۱۹۱۳ء
۲۷۹ معیارِ قومیت پر چہ میگوئیاں (۱۲ صفحات)	مخزن۔ مئی ۱۹۱۳ء
۲۸۰ گزشتہ ماؤں کے بیٹے (۵ صفحات)	مخزن۔ دسمبر ۱۹۱۹ء

۲۸۱ نظام المشائخ (۸صفحات)	نظام المشائخ دہلی۔ جلد ۲۲ نمبر ۶
۲۸۲ اِنکَ لَعَلٰی خُلق عظیم (۷صفحات)	نظام المشائخ دہلی
۲۸۳ رسولِ خدانما (۱۱صفحات)	نظام المشائخ دہلی
۲۸۴ بچوں سے محبت (۳صفحات)	الحجاب۔ جولائی ۱۹۱۱ء
۲۸۵ مینائے جہاں (۷صفحات)	انسان، امرتسر۔ اپریل ۱۹۱۳ء
۲۸۶ عورت اور سہارا (۵صفحات)	اُستانی
۲۸۷ گل وخار (۸صفحات)	تمدن دہلی۔ جنوری ۱۹۲۰ء
۲۸۸ دل کی سزا (۵صفحات)	تمدن دہلی۔ فروری ۱۹۲۰ء
۲۸۹ بس مَیں ہی ہوں (۷صفحات)	تمدن دہلی۔ نومبر ۱۹۱۹ء
۲۹۰ قرآن اور محبت (۸صفحات)	تمدن دہلی۔ اپریل ۱۹۲۰ء
۲۹۱ خربوزہ کو خربوزہ دیکھ کر رنگ بدلتا ہے (۵صفحات)	تمدن دہلی۔ مئی، جون ۱۹۲۰ء
۲۹۲ رہنمائے تعلیم (۷صفحات)	رہنمائے تعلیم لاہور۔ جنوری ۱۹۱۳ء
۲۹۳ اسباق الأشیاء (۷صفحات)	رہنمائے تعلیم لاہور۔ اپریل ۱۹۱۳ء
۲۹۴ انسان کے پہلے دو سبق (۶صفحات)	رہنمائے تعلیم لاہور۔ اگست ۱۹۱۳ء
۲۹۵ فیشن زدہ (۷صفحات)	رہنمائے تعلیم لاہور۔ فروری ۱۹۲۰ء
۲۹۶ چشمِ حافظہ (۷صفحات)	رہنمائے تعلیم لاہور۔ دسمبر ۱۹۱۹ء
۲۹۷ زر (۹صفحات)	رہنمائے تعلیم لاہور۔ اپریل ۱۹۲۰ء
۲۹۸ زکوٰۃ (۵صفحات)	
۲۹۹ روایات قومی ممتاز محل آگرہ (۶صفحات)	مغلیہ گزٹ لاہور۔ دسمبر ۱۹۱۹ء
۳۰۰ چندِ حروف (۵صفحات)	مغلیہ گزٹ لاہور۔ جنوری ۱۹۲۰ء
۳۰۱ بقیہ قمار زندگی (۲صفحات)	مغلیہ گزٹ لاہور۔ مارچ ۱۹۲۰ء
۳۰۲ کتمانِ راز (۶صفحات)	مغلیہ گزٹ لاہور۔ مئی ۱۹۲۰ء

۳۰۳ العالم (۹صفحات)	العالم۔ مارچ ۱۹۲۰ء
۳۰۴ ایک ملک کی مختلف قومیں (۳صفحات)	
۳۰۵ مبدءِ فیض (۸صفحات)	مذاہب المذہب، دہلی۔ ۱۵؍جنوری ۱۹۲۰ء
۳۰۶ مذہب (۷صفحات)	دہلی۔ دسمبر ۱۹۱۹ء
۳۰۷ عورت کا مرتبہ (۹صفحات)	اُستانی
۳۰۸ زمینداروں کی جائیداد (۷صفحات)	عصرِ جدید
۳۰۹ زبانوں اور علوم وفنون کے بنیادی ذرائع (۱۱صفحات)	نقیب ۲/۲
۳۱۰ رموزِ بے خودی (۹صفحات)	نقیب ۲/۵
۳۱۱ سوامی بابا لعل جی (۵صفحات)	زمانہ فروری ۱۹۲۰ء
۳۱۲ الأدب (۸صفحات)	
۳۱۳ تمدن (۸صفحات)	رسالہ نقاد۔ فروری ۱۹۱۳ء
۳۱۴ مدینہ کانفرنس (۱۰صفحات)	نقاد۔ مارچ ۱۹۱۳ء
۳۱۵ تنقید (۱۳صفحات)	نقاد۔ اپریل ۱۹۱۳ء
۳۱۶ ادب (۱۱صفحات)	نقاد۔ مئی ۱۹۱۳ء
۳۱۷ نکتہ چینی (۷صفحات)	
۳۱۸ ہمت افزائی (۷صفحات)	
۳۱۹ ’’الناظر‘‘ کی سہ سالہ خدمات پر مختصر تبصرہ (۷صفحات)	الناظر۔ مئی ۱۹۱۳ء
۳۲۰ قمار زندگی (۷صفحات)	الناظر
۳۲۱ صوفیوں کی خدمات (۳صفحات)	صوفی۔ مارچ ۱۹۱۲ء
۳۲۲ رسولِ بشیر ونذیر (۶صفحات)	
۳۲۳ مشاہیرِ ملّی (۷صفحات)	انکشاف مارچ لغایہ اکتوبر ۱۹۱۹ء
۳۲۴ تعلیم کے حصے (۴صفحات)	رفیق التعلیم۔ اپریل ۱۹۲۰ء

۳۲۵	علم و تمیز (۵ صفحات)	شباب اُردو۔ مارچ ۱۹۲۱ء
۳۲۶	نکاتِ بیدلؔ (۶ صفحات)	نقیب ۴/۵
۳۲۷	ہندی مذاق (۶ صفحات)	زمانہ۔ ستمبر ۱۹۲۰ء
۳۲۸	دَربارِ دُربار (۵ صفحات)	شاہی دربار نمبر
۳۲۹	عملِ قدرت (۱۲ صفحات)	
۳۳۰	زبان کا ارتقاء (۳ صفحات)	ترجمان۔ اگست ۱۹۱۷ء
۳۳۱	سِل اور اس کا علاج (۴ صفحات)	ترجمان۔ اگست ۱۹۱۷ء
۳۳۲	کیا اور کیوں؟ (۵ سے زائد صفحات)	
۳۳۳	مذہب علمی رنگ میں (۱۰ صفحات)	
۳۳۴	وردِ زبان (۳ سے زائد صفحات) (مضمون مکمل نہیں)	شباب اُردو۔ نومبر ۱۹۲۰ء
۳۳۵	گناہ (۶ صفحات)	صحیفۂ وارث۔ صفر ۱۳۳۹ھ
۳۳۶	صوفی مشنری (۴ صفحات)	صحیفۂ وارث۔ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ
۳۳۷	چیونٹی (۵ صفحات)	رفیق التعلیم۔ جون ۱۹۲۰ء
۳۳۷	قحط اور سلاطینِ گزشتہ (۴ صفحات)	رفیق التعلیم۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء
۳۳۹	حیوانات (۶ صفحات)	الادب۔ اپریل ۱۹۲۰ء
۳۴۰	الادب (۹ صفحات)	الادب۔ مئی ۱۹۲۰ء
۳۴۱	کعبہ (۴ صفحات)	صوفی۔ جولائی ۱۹۱۰ء
۳۴۲	رموزِ بےخودی (۴ صفحات)	صوفی۔ جولائی ۱۹۱۸ء

روایات حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب

منقول از سیرت المہدی حصہ اوّل

۱۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے عزیزم رشید احمد (جو مرزا سلطان احمد صاحب کا چھوٹا لڑکا ہے) کے ذریعہ مرزا سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ کو حضرت مسیح موعود کے سنہ ولادت کے متعلق کیا علم ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے ۱۸۳۶ء میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔

۲۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے افسر ڈاک کی معرفت مرزا سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ کی پیدائش کس سال کی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ مجھے اچھی طرح معلوم نہیں۔ بعض کاغذوں میں تو ۱۸۶۴ء لکھا ہے مگر ہندو پنڈت مجھے کہتا تھا کہ میری پیدائش ۱۹۱۳ بکرمی کی ہے۔ (خاکسار عرض کرتا ہے کہ آجکل 1979 بکرمی ہے) اور میں نے سنا ہے کہ والد صاحب کی عمر میری ولادت کے وقت کم و بیش اٹھارہ سال کی تھی۔ خاکسار عرض کرتا ہے ۱۹۱۳ء بکرمی والی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ دوسرے قرائن اس کے مؤید ہیں۔ نیز یہ بات بھی کہ ہندو عموماً جنم پتری کی حفاظت میں بہت ماہر ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے مرزا سلطان احمد صاحب کی پیدائش ۱۸۵۶ء کے قریب کی بنتی ہے اور اگر اُس وقت حضرت صاحب کی عمر اٹھارہ سال سمجھی جاوے تو آپ کا سن ولادت وہی ۱۸۳۷ء کے قریب پہنچتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ۱۸۳۶ء والی روایت صحیح ہے۔ اس کا ایک اور بھی ثبوت ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت صاحب نے لکھا ہے (دیکھو التبلیغ آئینہ کمالات اسلام) اور بیان بھی فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ صاحبہ فرمایا کرتی تھیں کہ ہمارے خاندان کے

مصیبت کے دن تیری ولادت کے ساتھ پھر گئے تھے اور فراخی میسّر آ گئی تھی اور اسی لئے وہ میری پیدائش کو مبارک سمجھا کرتی تھیں۔ اب یہ قطعی طور پر یقینی ہے کہ راجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں ہی خاندان کے مصائب کے دن دُور ہو کر فراخی شروع ہو گئی تھی اور قادیان اور اُس کے ارد گرد کے بعض مواضعات دادا صاحب کو راجہ رنجیت سنگھ نے بحال کر دیئے تھے اور اپنے ماتحت دادا صاحب کو معزز فوجی عہدہ بھی دیا تھا اور راجہ کے ماتحت دادا صاحب نے بعض فوجی خدمات بھی سرانجام دی تھیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت صاحب کی پیدائش بہر حال راجہ رنجیت سنگھ کی موت یعنی ۱۸۳۹ء سے کچھ عرصہ پہلے ماننی پڑے گی۔ لہٰذا اس طرح بھی ۱۸۳۶ء والی روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔ و ھو المراد اور جو حضرت صاحب نے ۱۸۳۹ء لکھا ہے اس کو خود آپ کی دوسری تحریریں رد کر رہی ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ آپ نے ۱۹۰۵ء میں اپنی عمر ۷۰ سال بیان کی ہے اور وہاں یہ بھی لکھا ہے یہ تمام اندازے ہیں۔ صحیح علم صرف خدا کو ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میری تحقیق میں اوائل ۱۸۵۲ء میں آپ کی ولادت ہوئی تھی اور وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی واللہ اعلم۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ میں بچپن میں والد صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تاریخ فرشتہ، نحو میر اور شائد گلستان بوستاں پڑھا کرتا تھا اور والد صاحب کبھی کبھی پچھلا پڑھا ہوا سبق بھی سنا کرتے تھے مگر پڑھنے کے متعلق مجھ پر کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ حالانکہ میں پڑھنے میں بے پروا تھا لیکن آخر دادا صاحب نے مجھے والد صاحب سے پڑھنے سے روک دیا اور کہا کہ میں نے سب کو مُلاّں نہیں بنا دینا۔ تم مجھ سے پڑھا کرو مگر ویسے دادا صاحب والد صاحب کی بڑی قدر کرتے تھے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ والد صاحب اپنے چوبارے کی کھڑکی سے گر گئے اور دائیں بازو پر چوٹ آئی چنانچہ آخر عمر تک وہ ہاتھ کمزور رہا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ آپ

کھڑکی سے اُترنے لگے تھے سامنے سٹول رکھا تھا وہ اُلٹ گیا اور آپ گر گئے اور دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور یہ ہاتھ آخر عمر تک کمزور رہا۔ اس ہاتھ سے آپ لقمہ تو منہ تک لیجا سکتے تھے مگر پانی کا برتن وغیرہ منہ تک نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ نماز میں بھی آپ کو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے سہارے سے سنبھالنا پڑتا تھا۔

۵۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب تیرنا اور سواری خوب جانتے تھے۔ سُنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ بچپن میں مَیں ڈوب چلا تھا تو ایک بڈھے سے شخص نے مجھے نکالا تھا۔ اس شخص کو مَیں نے اس سے قبل یا بعد کبھی نہیں دیکھا۔ نیز فرماتے تھے کہ مَیں ایک دفعہ ایک گھوڑے پر سوار ہوا، اس نے شوخی کی اور بے قابو ہو گیا۔ مَیں نے بہت روکنا چاہا مگر وہ شرارت پر آمادہ تھا نہ رکا۔ چنانچہ وہ اپنے پورے زور میں ایک درخت یا دیوار کی طرف بھاگا۔ (الشک منی) اور پھر اس زور کے ساتھ اس سے ٹکرایا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ وہیں مر گیا مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب بہت نصیحت کیا کرتے تھے کہ سرکش اور شریر گھوڑے پر ہرگز نہیں چڑھنا چاہیئے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اس گھوڑے کا مجھے مارنے کا ارادہ تھا مگر مَیں ایک طرف گر کر بچ گیا اور وہ مر گیا۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب باہر چوبارے میں رہتے تھے وہیں اُن کے لئے کھانا جاتا تھا اور جس قسم کا کھانا بھی ہوتا تھا کھا لیتے تھے۔ کبھی کچھ نہیں کہتے تھے۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب تین کتابیں بہت کثرت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے یعنی قرآن مجید، مثنوی رومی اور دلائل الخیرات اور کچھ نوٹ بھی لیا کرتے تھے اور قرآن شریف بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب

ایم اے کہ والد صاحب میاں عبداللہ صاحب غزنوی اور سماں والے فقیر سے ملنے کے لئے کبھی کبھی جایا کرتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی ملاقات کا ذکر حضرت صاحب نے اپنی تحریرات میں کیا ہے اور سماں والے فقیر کے متعلق شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھا ہے کہ اُن کا نام میاں شرف دین صاحب تھا اور وہ موضع سم نزد طالب پور ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ سم میں پانی کا ایک چشمہ ہے اور غالباً اسی وجہ سے وہ سم کہلاتا ہے۔

۹ - بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب کو کرسی دیتے تھے۔ یعنی جب وہ دادا صاحب کے پاس جاتے تو وہ اُن کو کرسی پر بٹھاتے تھے لیکن والد صاحب جا کر خود ہی نیچے صف کے اوپر بیٹھ جاتے تھے۔ کبھی دادا صاحب ان کو اوپر بیٹھنے کو کہتے تو والد صاحب کہتے کہ مَیں اچھا ہوں۔

۱۰ - بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب کا دستور تھا کہ سارا دن الگ بیٹھے پڑھتے رہتے تھے اور ارد گرد کتابوں کا ایک ڈھیر لگا رہتا تھا۔ شام کو پہاڑی دروازے یعنی شمال کی طرف یا کبھی مشرق کی طرف سیر کرنے جایا کرتے تھے۔

۱۱ - بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب اردو اور فارسی کے شعر کہا کرتے تھے اور فرخ تخلص کرتے تھے۔

۱۲ - بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب دادا صاحب کی کمال تابعداری کرتے تھے افسروں وغیرہ کے ملنے کو خود طبیعت ناپسند کرتی تھی لیکن دادا صاحب کے حکم سے کبھی کبھی چلے جاتے تھے۔

۱۳ - بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ میں نے مرزا سلطان احمد صاحب سے پوچھا کہ حضرت صاحب کے ابتدائی حالات و عادات کے متعلق آپ کو جو علم ہو وہ

بتائیں تو انہوں نے جواب دیا کہ والد صاحب ہر وقت دین کے کام میں لگے رہتے تھے۔ گھر والے اُن پر پورا اعتماد کرتے تھے۔ گاؤں والوں کو بھی اُن پر پورا اعتبار تھا۔ شریک جو ویسے مخالف تھے اُن کی نیکی کے اتنے قائل تھے کہ جھگڑوں میں کہہ دیتے تھے کہ جو کچھ یہ کہہ دیں گے ہم کو منظور ہے۔ ہر شخص اُن کو امین جانتا تھا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں مَیں نے پوچھا کہ کچھ اور بتائیے۔ مرزا صاحب نے کہا اور بس یہی ہے کہ والد صاحب نے اپنی عمر ایک مُغل کے طور پر نہیں گذاری بلکہ فقیر کے طور پر گذاری اور مرزا صاحب نے اسے بار بار دہرایا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے دریافت کیا کہ کیا حضرت صاحب کبھی کسی پر ناراض بھی ہوتے تھے؟ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ اُن کی ناراضگی بھی صرف دینی معاملات میں ہوتی تھی۔ بعض اوقات مجھے نماز کے لئے کہا کرتے تھے مگر مَیں نماز کے پاس تک نہ جاتا تھا۔ ہاں ایک بات میں نے خاص طور پر دیکھی ہے کہ حضرت صاحب (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا اور آنکھیں متغیر ہو جاتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ مولوی صاحب نے بیان کیا کہ مرزا صاحب نے اس مضمون کو بار بار دُھرایا اور کہا کہ حضرت صاحب سے تو بس والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کبھی کسی شخص میں نہیں دیکھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی بیان کرتے تھے کہ جب دسمبر ۱۹۰۷ء میں آریوں نے وچھووالی لاہور میں جلسہ کیا اور دوسروں کو بھی دعوت دی تو حضرت نے بھی ان کی درخواست پر ایک مضمون لکھ کر حضرت مولوی صاحب خلیفہ اوّل کی امارت میں اپنی جماعت کے چند آدمیوں کو لاہور شرکت کے لئے بھیجا۔ مگر آریوں نے خلاف وعدہ اپنے مضمون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سخت بدزبانی سے کام لیا۔ اس کی رپورٹ جب حضرت صاحب کو پہنچی تو حضرت صاحب اپنی جماعت پر سخت ناراض ہوئے کہ ہماری جماعت کے لوگ اس مجلس سے کیوں نہ اُٹھ آئے اور

فرمایا کہ یہ پرلے درجہ کی بے غیرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مجلس میں بُرا کہا جاوے اور ایک مسلمان وہاں بیٹھا رہے اور غصہ سے آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور آپ سخت ناراض ہوئے کہ کیوں ہمارے آدمیوں نے غیرت دینی سے کام نہ لیا۔ جب انہوں نے بدزبانی شروع کی تھی تو فوراً اس مجلس سے اُٹھ آنا چاہیئے تھا اور حضرت خلیفہ ثانی بیان کرتے تھے کہ مَیں اُس وقت اُٹھنے بھی لگا تھا مگر پھر مولوی صاحب کی وجہ سے ٹھہر گیا اور حافظ روشن علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نے مجھ سے کہا کہ حافظ صاحب وہ کیا آیت ہے کہ جب خدا کی آیات سے ٹھٹھا ہو تو اس مجلس میں نہ بیٹھو۔ اس پر میں نے حتّٰی یخوضوا فی حدیث غیرہ والی آیت پڑھ کر سُنائی اور حافظ صاحب کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت مولوی صاحب سر نیچے ڈالے بیٹھے تھے۔

۱۴ — بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ میاں جان محمد والد صاحب کے ساتھ بہت رہتا تھا اور میاں جان محمد کا بھائی غفارہ والد صاحب کے ساتھ سفروں میں بعض دفعہ بطور خدمت گار کے جایا کرتا تھا اور بعض دفعہ کوئی اور آدمی چلا جاتا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں جان محمد قادیان کا ایک نیک مزاج مُلّا تھا اور حضرت صاحب کے ساتھ بہت تعلق رکھتا تھا۔ اوائل میں بڑی مسجد میں نماز وغیرہ بھی وہی پڑھایا کرتا تھا غالباً حضرت خلیفہ ثانی کو بھی بچپن میں اُس نے پڑھایا تھا۔ غفارہ اُس کا بھائی تھا۔ یہ شخص بالکل جاہل اور ان پڑھ تھا اور بعض اوقات حضرت صاحب کی خدمت میں رہتا تھا۔ بعد میں جب قادیان میں آمد و رفت کی ترقی ہوئی تو اُس نے یکّے بنا کر یکہ بانی شروع کر دی تھی۔ اس کے لڑکے اب بھی یہی کام کرتے ہیں۔ بوجہ جاہل مطلق ہونے کے غفارے کو دین سے کوئی مس نہ تھا مگر اپنے آخری دنوں میں یعنی بعد خلافت ثانیہ احمدی ہو گیا تھا۔ شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت صاحب کی نصیحت سے غفارے نے اوائل میں جب وہ حضرت صاحب کی خدمت میں تھا، نماز شروع کر دی تھی مگر پھر چھوڑ دی۔ اصل میں

ایسے لوگ اَعراب کے حکم میں ہوتے ہیں مگر جان محمد مرحوم نیک آدمی تھا اور کچھ پڑھا ہوا بھی تھا۔ اُس کے لڑکے میاں دین محمد مرحوم عرف میاں بگّا کو ہمارے اکثر دوست جانتے ہوں گے۔ قوم کا کشمیری تھا۔

۱۵ — بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب کے ہمارے ساتھ بہت کم تعلقات تھے۔ یعنی میل جول کم تھا وہ ہم سے ڈرتے تھے اور ہم اُن سے ڈرتے تھے۔ (یعنی وہ ہم سے الگ الگ رہتے تھے اور ہم اُن سے الگ الگ رہتے تھے کیونکہ ہر دو کا طریق اور مسلک جدا تھا) اور چونکہ تایا صاحب مجھے بیٹوں کی طرح رکھتے تھے اور جائیداد وغیرہ بھی سب اُنہی کے انتظام میں تھی۔ والد صاحب کا کچھ دخل نہ تھا اس لئے بھی ہمیں اپنی ضروریات کے لئے تایا صاحب کے ساتھ تعلق رکھنا پڑتا تھا۔

۱۶ — بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب کی ایک بہن ہوتی تھیں اُن کو بہت خواب اور کشف ہوتے تھے مگر دادا صاحب کی اُن کے متعلق یہ رائے تھی کہ اُن کے دماغ میں کوئی نقص ہے لیکن آخر انہوں نے بعض ایسی خوابیں دیکھیں کہ دادا صاحب کو یہ خیال بدلنا پڑا۔ چنانچہ انہوں ے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ کوئی سفید ریش بڈھا شیخ اُن کو ایک کاغذ جس پر کچھ لکھا ہوا ہے بطور تعویذ کے دے گیا ہے۔ جب آنکھ کھلی تو ایک بھوج پتر کا ٹکڑہ ہاتھ میں تھا۔ جس پر قرآن شریف کی بعض آیات لکھی ہوئی تھیں۔ پھر انہوں نے ایک اور خواب دیکھا کہ وہ کسی دریا میں چل رہی ہیں جس پر انہوں نے ڈر کر پانی پانی کی آواز نکالی اور پھر آنکھ کھل گئی دیکھا تو اُن کی پنڈلیاں تر تھیں اور تازہ ریت کے نشان لگے ہوئے تھے۔ دادا صاحب کہتے تھے کہ ان باتوں سے خلل دماغ کو کوئی تعلق نہیں۔

۱۷ — بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ والد صاحب سخت بیمار ہو گئے اور حالت نازک ہو گئی اور حکیموں نے

ناامیدی کا اظہار کر دیا اور نبض بھی بند ہوگئی مگر زبان جاری رہی والد صاحب نے کہا کہ کیچڑ لا کر میرے اوپر اور نیچے رکھو چنانچہ ایسا کیا گیا اور اس سے حالت روبا صلاح ہوگئی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ یہ مرض قولنج زحیری کا تھا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا تھا کہ پانی اور ریت منگوا کر بدن پر ملی جاوے۔ سو ایسا کیا گیا تو حالت اچھی ہوگئی۔ مرزا سلطان احمد صاحب کو ریت کے متعلق ذہول ہو گیا تھا۔

۱۷- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ والد صاحب عموماً غرارا پہنا کرتے تھے مگر سفروں میں بعض اوقات تنگ پاجامہ بھی پہنتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جیسا کہ ناظرین بھی سمجھتے ہوں گے۔ مرزا سلطان احمد صاحب کی سب روایات حضرت مسیح موعود کے زمانہ شباب یا کہولت کے متعلق سمجھنی چاہئیں۔ طفولیت یا بڑھاپے کی عمر کے متعلق اگر ان کی کوئی روایت ہو تو یہ سمجھنا چاہئیے کہ عموماً انہوں نے وہ کسی اور سے سُن کر بیان کی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

۱۸- بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ میں نے مرزا سلطان احمد صاحب سے سوال کیا تھا کہ حضرت صاحب سے زیادہ تر قادیان میں کن لوگوں کی ملاقات تھی؟ مرزا صاحب نے کہا کہ ملاوامل اور شرم پت ہی زیادہ آتے جاتے تھے کسی اور سے ایسا راہ رسم نہ تھا۔

۱۹- بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ بیان کیا ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ ایک دفعہ مسٹر میکانکی ڈپٹی کمشنر گورداسپور قادیان دورہ پر آئے۔ راستہ میں انہوں نے دادا صاحب سے کہا کہ آپ کے خیال میں سکھ حکومت اچھی تھی یا انگریزی حکومت اچھی ہے؟ دادا صاحب نے کہا کہ گاؤں چل کر جواب دوں گا۔ جب قادیان پہنچے تو دادا صاحب نے اپنے اور اپنے بھائیوں کے مکانات دکھا کر کہا کہ یہ سکھوں کے وقت کے بنے ہوئے ہیں مجھے امید نہیں کہ آپ کے وقت میں میرے بیٹے ان کی مرمت بھی کر سکیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ سکھوں کی حکومت قدیم شاہی رنگ کے طرز پر تھی اب اور رنگ ہے اور ہر رنگ اپنی خوبیاں رکھتا ہے۔

۲۰- بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ بیان کیا ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ میں نے تحصیلداری کا امتحان ۱۸۸۴ء میں دیا تھا اس وقت میں نے والد صاحب کو دعا کے لئے ایک رقعہ لکھا تو انہوں نے رقعہ پھینک دیا اور فرمایا ''ہمیشہ دنیاداری ہی کے طالب ہوتے ہیں'' جو آدمی رقعہ لے کر گیا تھا اس نے آکر مجھے یہ واقعہ بتایا۔ اس کے بعد والد صاحب نے ایک شخص سے ذکر کیا کہ ہم نے تو سلطان احمد کا رقعہ پھینک دیا تھا مگر خدا نے ہمیں القاء کیا ہے کہ اس کو پاس کر دیا جاوے گا۔ اس شخص نے مجھے آکر بتا دیا چنانچہ میں امتحان میں پاس ہو گیا۔

۲۱- بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ بیان کیا ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ دادا صاحب نے قریباً ساٹھ سال طبابت کی مگر کبھی کسی سے ایک پائی تک نہیں لی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ بڑے مرزا صاحب نے کبھی علاج کے معاوضہ میں کسی سے کچھ نہیں لیا یعنی اپنی طبابت کو ہمیشہ ایک خیراتی کام رکھا اور اس کو اپنی معاش کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ بعض دفعہ بعض لوگوں نے آپ کو بہت بہت کچھ دینا چاہا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے مجھے تعجب آتا ہے کہ میاں معراج دین صاحب عمر نے اپنے مضمون میں ہمارے دادا صاحب کے متعلق یہ کس طرح لکھ دیا کہ ''خوش قسمتی سے طبابت کا جوہر ہاتھ میں تھا اس کی بدولت گذارا چلتا گیا'' اور پھر یہ بات اس زمانہ کے متعلق لکھی ہے کہ جب بڑے دادا صاحب کی وفات ہوئی تھی۔ چہ خوش یک نہ شد دو شد۔

۲۲- بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ بیان کیا ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ والد صاحب رجب علی کا اخبار سفیر امرتسر اور اگنی ہوتری کا رسالہ ''ہندو بندو'' اور اخبار ''منشور محمدی'' منگایا اور پڑھا کرتے تھے اور موخر الذکر میں کبھی کبھی

کوئی مضمون بھی بھیجا کرتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ آخری عمر میں حضرت صاحب اخبار عام لاہور منگایا کرتے تھے۔

۲۳- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ بٹالہ کے راجہ تیجا سنگھ کو ایک خطرناک قسم کا پھوڑا نکلا بہت علاج کئے گئے اور (خدا کے فضل سے) وہ اچھا ہو گیا۔ اس پر راجہ مذکور نے دادا صاحب کو ایک بڑی رقم اور خلعت اور دو گاؤں شتاب کوٹ اور حسن پور یا حسن آباد جو آپ کی قدیم ریاست کا ایک جزو تھے پیش کئے اور ان کے قبول کرنے پر اصرار کیا مگر دادا صاحب نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ مَیں ان دیہات کو علاج کے بدلے میں لینا اپنے اور اپنی اولاد کے لئے موجب ہتک سمجھتا ہوں۔

۲۴- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب نہایت وسیع الاخلاق تھے اور دشمن تک سے نیک سلوک کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جوتی ولد دولہ برہمن جس نے ایک دفعہ ہمارے خلاف کوئی شہادت دی تھی بیمار ہو گیا تو دادا صاحب نے اس کا بڑی ہمدردی سے علاج کیا اور بعض لوگوں نے جتلایا بھی کہ یہ وہی شخص ہے جس نے خلاف شہادت دی تھی مگر انہوں نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔ ایسی ایسی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ دادا صاحب کی بلند ہمتی اور وسعت حوصلہ مشہور ہے۔

۲۵- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ دادا صاحب شعر بھی کہا کرتے تھے اور تحسین تخلص کرتے تھے۔ چنانچہ اُن کے دو شعر مجھے یاد ہیں۔

عمر ہمہ کردنی نا کردیم — اے وائے کہ مابہ ماچہ کردیم
دردِ سرِ من مشو طبیبا — ایں دردِ دل است دردِ سر نیست

خاکسار عرض کرتا ہے کہ دادا صاحب کے بعض شعر حضرت صاحب نے بھی نقل کئے ہیں

اور مرزا سلطان احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ اُن کا کلام جمع کر کے حافظ عمر دراز صاحب ایڈیٹر "پنجابی" اخبار کو دیا تھا۔ مگر وہ فوت ہو گئے اور پھر نہ معلوم وہ کہاں گیا۔ نیز مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا کہ تایا صاحب بھی شعر کہتے تھے۔ اُن کا تخلص مفتون تھا۔ نیز بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک ایرانی قادیان میں آیا تھا۔ وہ دادا صاحب سے کہتا تھا کہ آپ کا فارسی کلام ایسا ہی فصیح ہے جیسا فصیح ایرانی شاعروں کا ہوتا ہے۔

۲۶- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ بٹالہ کے ایک ہندو حجام نے دادا صاحب سے کہا کہ میری معافی ضبط ہو گئی ہے۔ آپ ایجرٹن صاحب فنانشل کمشنر سے میری سفارش کریں۔ دادا صاحب اُسے اپنے ساتھ لاہور لے گئے۔ اُس وقت لاہور کے شالامار باغ میں ایک جلسہ ہو رہا تھا۔ دادا صاحب نے وہاں جا کر جلسہ کی کارروائی ختم ہونے کے بعد ایجرٹن صاحب سے کہا کہ آپ اس شخص کا ہاتھ پکڑ لیں۔ صاحب گھبرایا کہ کیا معاملہ ہے مگر دادا صاحب نے اصرار سے کہا تو اُس نے ان کی خاطر اس حجام کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے بعد دادا صاحب نے صاحب سے کہا کہ ہمارے مُلک میں دستور ہے کہ جب کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں تو پھر خواہ سر چلا جائے چھوڑتے نہیں۔ اب آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا ہے اس کی لاج رکھنا۔ پھر کہا کہ اس کی معافی ضبط ہو گئی ہے۔ کیا معافیاں دے کر بھی ضبط کیا کرتے ہیں؟ اس کی معافی بحال کر دیں۔ ایجرٹن صاحب نے اس کی مسل طلب کر کے معافی بحال کر دی۔ مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا کہ یہی ایجرٹن صاحب بعد میں پنجاب کا لفٹنٹ گورنر ہو گیا۔

۲۷- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب میں خودداری بہت تھی۔ ایک دفعہ رابرٹ کسٹ صاحب کمشنر سے ملاقات کے لئے گئے۔ باتوں باتوں میں اُس نے پوچھا کہ قادیان سے سری گوبند پور کتنی دُور ہے؟ دادا صاحب کو یہ سوال ناگوار ہوا۔ فوراً بولے میں ہرکارہ نہیں اور سلام کہہ کر رخصت

ہونا چاہا۔ صاحب نے کہا مرزا صاحب آپ ناراض ہو گئے؟ دادا صاحب نے کہا کہ ہم آپ سے اپنی باتیں کرنے آتے ہیں اور آپ ادھر اُدھر کی باتیں پوچھتے ہیں جو آپ نے مجھ سے پوچھا ہے وہ میرا کام نہیں ہے۔ صاحب دادا صاحب کے اس جواب پر خوش ہوا۔

۲۸ — بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ جب ڈیوس صاحب اس ضلع میں مہتمم بندوبست تھا اور اُن کا عملہ بٹالہ میں کام کرتا تھا۔ قادیان کا ایک پٹواری جو قوم کا برہمن تھا اور محکمہ بندوبست مذکور میں کام کرتا تھا۔ تایا صاحب مرزا غلام قادر صاحب کے ساتھ گستاخانہ رنگ میں پیش آیا۔ تایا صاحب نے وہیں اس کی مرمت کر دی۔ ڈیوس صاحب کے پاس شکایت گئی۔ اُس نے تایا صاحب پر ایک سو روپیہ جرمانہ کر دیا۔ دادا صاحب اُس وقت امرتسر میں تھے اُن کو اطلاع ہوئی تو فوراً ایجرٹن صاحب کے پاس چلے گئے اور حالات سے اطلاع دی۔ اُس نے دادا صاحب کے بیان پر بلا طلب مسل جرمانہ معاف کر دیا۔

۲۹ — بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ تایا صاحب پولیس میں ملازم تھے۔ نسبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع نے کسی بات پر اُن کو معطل کر دیا۔ اس کے بعد جب نسبٹ صاحب قادیان آیا تو خود دادا صاحب سے ذکر کیا کہ مَیں نے آپ کے لڑکے کو معطل کر دیا ہے۔ دادا صاحب نے کہا اگر قصور ثابت ہے تو ایسی سخت سزا دینی چاہیئے کہ آئندہ شریف زادے ایسا قصور نہ کریں۔ صاحب نے کہا جس کا باپ ایسا ادب سکھانے والا ہو اُس کو سزا دینے کی ضرورت نہیں اور تایا صاحب کو بحال کر دیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تایا صاحب نے بھی بہت سے محکموں میں کام کیا ہے۔ پولیس میں بھی کام کیا ہے۔ ضلع کے سپرڈنڈنٹ بھی رہے ہیں اور سُنا ہے نہر میں بھی کام کیا تھا اور بعض کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری کاموں کی ٹھیکہ داری بھی کی ہے۔ چنانچہ مَیں نے ۱۸۶۰ء کے بعض کاغذات دیکھے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تایا صاحب نے چھینہ کے

پاس کسی پُل کا بھی ٹھیکہ لیا تھا۔

۲۸ — بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ مہاراجہ شیر سنگھ کاہنووان کے چھنب میں شکار کھیلنے کے لئے آیا۔ دادا صاحب بھی ساتھ تھے مہاراجہ کے ایک ملازم کو جو قوم کا جلاہا تھا سخت زکام ہو گیا۔ دادا صاحب نے اس کو ایک نسخہ لکھ دیا اور وہ اچھا ہو گیا لیکن پھر یہی بیماری خود شیر سنگھ کو ہو گئی اور اس نے علاج کے لئے دادا صاحب سے کہا دادا صاحب نے ایک بڑا قیمتی نسخہ لکھا۔ شیر سنگھ نے کہا کہ جولاہے کو دو ڈھائی پیسہ کا نسخہ اور مجھے اتنا قیمتی؟ دادا صاحب نے جواب دیا۔ شیر سنگھ اور جولاہا ایک نہیں ہو سکتے۔ شیر سنگھ اس جواب سے بہت خوش ہوا اور اُس زمانہ کے دستور کے مطابق عزت افزائی کے لئے کڑوں کی ایک جوڑی پیش کی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ اس علاج کے بدلے میں نہ تھی بلکہ مشرقی رؤساء اور بادشاہوں کا یہ دستور رہا ہے کہ جب کسی بات پر خوش ہوتے ہیں تو ضرور کچھ چیز تقریب وانعام کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ شیر سنگھ نے بھی جب ایسا برجستہ کلام سُنا تو محظوظ ہو کر اس صورت میں اظہار خوشنودی کیا۔

۲۸ — بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ مرزا امام الدین صاحب نے دادا صاحب کے قتل کی سازش کی اور بھینی کے ایک سکھ سوچیت سنگھ کو اس کام کے لئے مقرر کیا۔ مگر سوچیت سنگھ کا بیان ہے کہ مَیں کئی دفعہ دیوان خانہ کی دیوار پر اس نیت سے چڑھا مگر ہر دفعہ مجھے مرزا صاحب یعنی دادا صاحب کے ساتھ دو آدمی محافظ نظر آئے اس لئے میں جرأت نہ کر سکا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ کوئی تصرف الٰہی ہوگا۔

۲۹ — بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب حقہ بہت پیتے تھے مگر اُس میں بھی اپنی شان دکھاتے تھے۔ یعنی جو لوگ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوں اُن کو اپنا حقہ نہیں دیتے تھے لیکن غریبوں اور چھوٹے آدمیوں سے

کوئی روک نہ تھی۔

۳۰- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب کا تکیہ کلام ''ہے بات کہ نہیں'' تھا جو جلدی میں ''ہے با کہ نہیں'' سمجھا جاتا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کے متعلق اور بھی کئی لوگوں سے سُنا گیا ہے۔

۳۱- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ قادیان میں ایک بغدادی مولوی آیا۔ دادا صاحب نے اُس کی بڑی خاطر و مدارت کی۔ اس مولوی نے دادا صاحب سے کہا کہ مرزا صاحب! آپ نماز نہیں پڑھتے؟ دادا صاحب نے اپنی کمزوری کا اعتراف کیا اور کہا کہ ہاں بے شک میری غلطی ہے۔ مولوی صاحب نے پھر بار بار اصرار کے ساتھ کہا اور ہر دفعہ دادا صاحب یہی کہتے گئے کہ میرا قصور ہے۔ آخر مولوی نے کہا آپ نماز نہیں پڑھتے۔ اللہ آپ کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ اس پر دادا صاحب کو جوش آ گیا اور کہا ''تمہیں کیا معلوم ہے کہ وہ مجھے کہاں ڈالے گا۔ مَیں اللہ تعالیٰ پر ایسا بدظن نہیں ہوں میری امید وسیع ہے۔ خدا فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمت اللہ تم مایوس ہو گے مَیں مایوس نہیں ہوں۔ اتنی بے اعتقادی مَیں تو نہیں کرتا'' پھر کہا ''اس وقت میری عمر ۷۵ سال کی ہے۔ آج تک خدا نے میری پیٹھ نہیں لگنے دی تو کیا اب وہ مجھے دوزخ میں ڈال دے گا'' خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیٹھ لگنا پنجابی کا محاورہ ہے جس کے معنے دشمن کے مقابلہ میں ذلیل و رسوا ہونے کے ہیں ورنہ ویسے مصائب تو دادا صاحب پر بہت آئے ہیں۔

۳۲- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب نے طب کا علم حافظ روح اللہ صاحب باغبانپورہ لاہور سے سیکھا تھا۔ اس کے بعد دہلی جا کر تکمیل کی تھی۔

۳۳- بیان کیا مجھ سے رحیم بخش صاحب ایم اے نے کہ بیان کیا ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ دادا صاحب کی ایک لائبریری تھی جو بڑے بڑے پٹاروں میں رہتی تھی اور

اُس میں بعض کتابیں ہمارے خاندان کی تاریخ کے متعلق بھی تھیں۔ میری عادت تھی کہ مَیں دادا صاحب اور والد صاحب کی کتابیں وغیرہ چوری نکال کر لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ والد صاحب اور دادا صاحب بعض وقت کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں کو یہ ایک چوہا لگ گیا ہے۔

۳۴- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ تایا صاحب کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی اور کئی دن تک جشن رہا تھا اور ۲۲ طائفے ارباب نشاط کے جمع تھے مگر والد صاحب کی شادی نہایت سادہ ہوئی تھی اور کسی قسم کی خلاف شریعت رسوم نہیں ہوئیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بھی تصرف الٰہی تھا۔ ورنہ دادا صاحب کو دونوں بیٹے ایک سے تھے۔

۳۵- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ہماری دادی صاحبہ بڑی مہمان نواز، سخی اور غریب پرور تھیں۔

۳۶- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ میں نے سُنا ہوا ہے کہ ایک دفعہ والد صاحب سیشن عدالت میں اسیسر مقرر ہوئے تھے مگر آپ نے انکار کر دیا۔

۳۷- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ آخری عمر میں دادا صاحب نے ایک مسجد تعمیر کروانے کا ارادہ کیا اور اس کے لئے موجودہ بڑی مسجد کی جگہ کو پسند کیا اس جگہ سکھ کارداروں کی حویلی تھی۔ جب یہ جگہ نیلام ہونے لگی تو دادا صاحب نے اس کی بولی دی مگر دوسری طرف دوسرے باشندگان قصبہ نے بھی بولی دینی شروع کی اور اس طرح قیمت بہت چڑھ گئی۔ مگر دادا صاحب نے بھی پختہ قصد کر لیا تھا کہ مَیں اس جگہ میں ضرور مسجد بناؤں گا۔ خواہ مجھے اپنی جائیداد فروخت کرنی پڑے۔ چنانچہ سات سو روپیہ میں یہ جگہ خریدی اور اس پر مسجد بنوائی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس وقت کے لحاظ سے اس جگہ کی قیمت چند گنتی کے روپے سے زیادہ نہ تھی مگر مقابلہ سے بڑھ گئی۔

۳۸- بیان کیا مجھ سے رحیم بخش صاحب نے کہ بیان کیا اُن سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ جو عورت والد صاحب کو کھانا دینے جاتی تھی وہ بعض اوقات واپس آ کر کہتی تھی ''میاں اُن کو (یعنی حضرت صاحب کو) کیا ہوش ہے۔ یا کتابیں ہیں اور یا یہ ہیں'' خاکسار عرض کرتا ہے کہ ناظرین کو یاد ہوگا کہ میں نے تمہید میں یہ لکھا تھا کہ بغرض سہولت میں تمام روایات صرف اردو زبان میں بیان کروں گا۔ خواہ وہ کسی زبان میں کہی گئی ہوں۔ سو جاننا چاہیئے کہ فقرہ مندرجہ بالا بھی دراصل پنجابی میں کہا گیا تھا۔ یہ صرف بطور مثال کے عرض کیا گیا ہے۔ نیز ایک اور عرض بھی ضروری ہے کہ جہاں خاکسار نے یہ لکھا ہے کہ ''بیان کیا مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو میں نے کوئی معیّن سوال دے کر مرزا صاحب موصوف کے پاس بھیجا اور اُس کا جواب مرزا صاحب کی طرف سے دیا گیا وہ نقل کیا گیا اور جہاں مولوی صاحب کی طرف سے روایت کو منسوب کیا ہے وہاں میرے کسی معیّن سوال کا جواب نہیں بلکہ جو مرزا صاحب نے دوران گفتگو میں مولوی صاحب کو کوئی بات بتائی وہ نقل کی گئی ہے۔

۳۹- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ قادیان میں ہیضہ پھوٹا اور چوہڑوں کے محلہ میں کیس ہونے شروع ہوئے۔ دادا صاحب اُس وقت بٹالہ میں تھے۔ یہ خبر سُن کر قادیان آگئے اور چوہڑوں کے محلہ کے پاس آ کر ٹھہر گئے اور چوہڑوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا اور اُن کو تسلی دی اور پھر حکم دیا کہ قادیان کے عطار آملہ، کشٹے، گُڑ (یعنی قند سیاہ) لیتے آویں اور پھر اُن کو مٹی کے بڑے بڑے برتنوں میں ڈلوا دیا اور کہا کہ جو چاہے گُڑ والا پیئے اور جو چاہے نمک والا پیئے۔ کہتے ہیں دوسرے دن مرض کا نشان مٹ گیا۔

ایک تاریخی وجود اور عظیم الشان پیشگوئی کا مصداق مخلص خادم سلسلہ احمدیہ

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب

''۲۰؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو خواب میں مجھے یہ دکھایا گیا کہ ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے اور اس کے باپ کے نام کے سر پر سلطان کا لفظ ہے۔ وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے سامنے بٹھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے'' [۱۰۵]

۲۲؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اشتہار بعنوان ''ایک الہامی پیشگوئی کا اشتہار'' شائع ہوا تھا جس کے صفحہ نمبر ۲ پر مندرجہ بالا پیشگوئی درج تھی۔ اس پیشگوئی کے ضمن میں آپؑ نے فرمایا:

''میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ عزیز عزت پانے والے کو کہتے ہیں اور سلطان جو خواب میں اس لڑکے کا باپ سمجھا گیا ہے یہ لفظ یعنی سلطان عربی زبان میں اس دلیل کو کہتے ہیں کہ جو ایسی بیّن الظہور ہو جو باعث اپنے نہایت درجہ کے روشن ہونے کے دلوں پر اپنا تسلط کر لے۔ گویا سلطان کا لفظ تسلّط سے لیا گیا ہے اور سلطان عربی زبان میں ہر قسم کی دلیل کو نہیں کہتے بلکہ ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے۔ اور طبائع سلیمہ پر اس کا تسلطِ تام ہو جائے۔ پس اس لحاظ سے کہ خواب میں عزیز جو سلطان کا لڑکا معلوم ہوا ہے اس کی یہ تعبیر ہوئی کہ ایسا نشان جو لوگوں کے دلوں پر تسلط کرنے والا ہوگا ظہور میں آئے گا اور اس نشان کے ظہور کا نتیجہ

جس کو دوسرے لفظوں میں اس نشان کا بچہ کہہ سکتے ہیں۔ دلوں میں میرا عزیز ہونا ہوگا جس کو خواب میں عزیز کے تمثل سے ظاہر کیا گیا۔'' [۱۰۶]

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رؤیا اپنے اندر ایک عظیم الشان پیشگوئی لئے ہوئے تھی۔ جو اپنے ظاہری معنوں کے لحاظ سے بھی پوری ہوئی۔ اس رؤیا مبارکہ میں جو لڑکا آپ کو دکھایا گیا تھا وہ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ایم اے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سب سے بڑے فرزند مرزا سلطان احمد صاحب کے بڑے بیٹے تھے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی زوجہ اول محترمہ حرمت بی بی صاحبہ دختر مرزا جمیعت بیگ صاحب (جو حضرت اقدس کے ماموں زاد تھے) کے بطن سے تھے حضرت مرزا عزیز احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے تھے۔ ان کے والد نے حضرت اقدس کی زندگی میں احمدیت قبول نہیں کی تھی بلکہ اپنے چھوٹے بھائی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کے دست مبارک پر ۲۵؍دسمبر ۱۹۳۰ء کو بیعت کرنے کی سعادت پائی تھی۔ مگر آپ کے بیٹے حضرت مرزا عزیز احمد صاحب جو ۳؍اکتوبر ۱۸۹۰ء کو زوجہ اول محترمہ سردار بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اس رؤیا کے قریباً ساڑھے چھ سال بعد اپنے دادا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوگئے۔ یوں آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوگئی، جو ان کے والد کو نہ مل سکی۔

سلسلہ احمدیہ کے اولین مورخ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ایڈیٹر الحکم نے احباب جماعت کو اس عظیم الشان پیشگوئی کی جو بروز جمعۃ المبارک اواخر فروری ۱۹۰۶ء کو پوری ہوئی۔ ان الفاظ میں اطلاع دی۔

''کیسی خوشی کی بات ہے کہ رؤیا اپنے لفظوں میں بھی پوری ہوگئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے اس رؤیا میں جو بچہ دکھایا گیا تھا وہ عزیز احمد تھا جو جناب مرزا سلطان احمد صاحب افسر مال

میانوالی کا بیٹا اور حضرت مسیح موعودؑ کا پوتا ہے۔

''رؤیا مذکورہ اشارۃً درج ہوئی تھی ورنہ صاف طور پر آپ نے فرمایا تھا کہ عزیز احمد خلف مرزا سلطان احمد کو میں نے دیکھا ہے اس جمعہ کو مرزا عزیز نے اپنے برگزیدہ دادا صاحب کے ہاتھ پر انہیں مسیح موعود تسلیم کر کے بیعت کر لی۔ والحمدللہ علیٰ ذالک۔''

اور اس طرح پر یہ پیشگوئی پوری ہوگئی بعض لوگ جو حقائق سے ناواقف ہیں ایسے نشانات پر غور کرنے کے عادی نہیں شائد اس کو سرسری نظر سے دیکھیں لیکن جو لوگ حالات سے واقف ہیں وہ اس کو ایک عظیم الشان نشان سمجھتے ہیں۔ جس وقت اعلیٰ حضرت نے یہ رؤیا دیکھا اس وقت عزیز احمد کی عمر ۹ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ اور ادھر حضرت اقدس کے ساتھ کوئی تعلقات باقی نہ تھے۔ عزیز احمد ایک مخالف خاندان میں پرورش پا رہا تھا۔ ایسی صورت میں یہ کب ممکن تھا کہ ایسی امید ہو سکے اور پھر اپنے بلوغ تک عزیز احمد زندہ بھی رہے یا خود اعلیٰ حضرت زندہ رہیں لیکن اب جبکہ اپنے خاندان میں مرزا عزیز احمد پہلا بچہ ہے جو حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرتا ہے۔ بحالیکہ ابھی مرزا سلطان احمد صاحب کو جو مرزا عزیز احمد کے والد ماجد ہیں یہ موقع نہیں ملا تو پھر اس پیشگوئی کے پورا ہونے میں کیا شک رہا۔ بلکہ یہ ایک نہیں تین نشان ہیں۔

اول: مرزا عزیز احمد صاحب کا اس وقت تک زندہ رہنا (خدا ان کی عمر میں برکت دے)

دوم: خود اعلےٰ حضرت کا زندہ رہنا

سوم: پھر عزیز احمد کا بیعت کرنا

غرض یہ کئی نشانوں کا مجموعہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں دکھایا۔ خدا کرے کہ عزیز احمد کی بیعت اس کے باقی گھرانے پر نیک اثر ڈالنے والی ہو۔ آمین۔ [۱۰۷]

حضرت مرزا عزیز احمد کے بیعت کرنے کے بعد خاندان کے دیگر افراد کو بھی بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی صاحبزادی نصیرہ بیگم بنت حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کے نکاح کے موقع پر بچپن کی ملاقات اور حالات کے بارے میں فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے میں سکول کی طرف سے ایک دن آرہا تھا اس گلی میں سے گزر کر جس گلی میں سے گزر کر ہم (بیت الذکر) میں آتے ہیں کے سامنے تقریباً میری ہی ہم عمر ایک چھوٹا لڑکا گزر رہا تھا میرے ساتھ اس وقت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب یا غالباً اور کوئی دوست تھے انہوں نے اس وقت اسی لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میاں تیرا بھتیجا آ گیا ہے۔ اس وقت کی عمر کے لحاظ سے بھتیجے کو نہ معلوم میں نے کیا سمجھا۔ مجھے یاد ہے میں نے یہ الفاظ سنتے ہی ایک چھلانگ لگائی اور دوڑ کر گھر گیا۔ میرے لئے یہ فقرہ اُس وقت ایسا ہی شرمناک تھا جیسے کسی کو کہہ دیا جائے کہ غلطی سے تم مجلس میں ننگے آ گئے ہو۔ میں بھی یہ فقرہ سنتے ہی دوڑ پڑا۔ انہوں نے کوشش کی کہ مجھے پکڑ کر ہم دونوں کو آپس میں ملا دیں۔ لیکن میں ان سے پکڑا نہیں گیا۔ کچھ دنوں کے بعد شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور غالباً قاضی امیر حسین صاحب نے کوشش کر کے ہم دونوں کو اکٹھا کر دیا۔ گھر اگرچہ ہمارے پاس پاس ہی تھے مگر مرزا سلطان احمد صاحب چونکہ باہر ملازم تھے اور ان کے بچے بھی باہر ان کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ اس لئے اپنے بھتیجے کو دیکھنے کا میرے پاس یہ پہلا موقع تھا۔ ان دونوں نے ہم کو اکٹھا کر دیا اور پھر اس کے بعد بھی یہ دونوں ہم کو آپس میں ملاتے رہے۔

اس کے بعد انہوں نے میرے کانوں میں یہ بات ڈالنی شروع کر دی کہ اپنے ابا سے کہو کہ یہ بچہ بیعت کرنا چاہتا ہے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا ذکر کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا بچے نے کیا بیعت کرنی ہے اس کو کیا پتہ کہ احمدیت کیا ہے اور ہم کس غرض کیلئے

مبعوث ہوئے ہیں مگر یہ پھر بھی میرے پیچھے پڑے رہے اور مجھے کہتے رہے کہ جا کر کہو اس نے بیعت کرنی ہے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اجازت دے دی اور فرمایا اسے جا کر گھر میں لے آؤ۔ چنانچہ میں انہیں اپنے گھر لے گیا جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت کوئی تصنیف فرما رہے تھے۔ آپ نے اس بچے کو دیکھا۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کوئی بات کی جو اس وقت مجھے یاد نہیں اور پھر ہم چلے آئے اس کے یہ معنی تھے کہ گویا انہیں ہمارے گھر میں آنے کا پاسپورٹ مل گیا پھر میں بھی بڑا ہوا اور وہ بھی بڑے ہوئے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستی بیعت کر لی۔'' ۱۰۸

بیعت کی تفصیل

حضرت مولوی محمد الدین صاحب ایم اے علیگ صدر صدر انجمن احمدیہ بیان فرماتے ہیں:

''جس وقت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کی بیعت ہوئی۔ اس وقت وہ بھی مسجد مبارک قادیان میں موجود تھے اور جہاں تک آپ کو یاد پڑتا ہے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے میاں صاحب کو پکڑ کر آگے کر دیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کیا اس طرح رؤیا کے وہ الفاظ بھی پورے ہوئے کہ ''وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور سامنے بٹھایا گیا''

حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کے بیعت کرنے پر حضرت اقدسؑ بہت خوش ہوئے۔

مورخ احمدیت مولانا دوست محمد صاحب شاہد تحریر کرتے ہیں۔

''حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ان کی بیعت کا پیغام لے کر حضور کی خدمت میں گئے تھے۔ اور حضور نے اس پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور غالباً دوسرے ہی روز اپنے گھر میں ان کی دعوت کی جس میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت میر محمد اسحٰق

صاحب بھی شامل تھے۔"

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کا بیان ہے:

"دو تخت بچھے ہوئے تھے ان پر ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی ہم نے وہاں کھانا کھایا حضرت (اماں جان۔ناقل) کھانا نکال کر دے رہی تھیں اور حضرت صاحب پاس ہی ٹہل رہے تھے اور جہاں تک مجھے یاد ہے نہایت خوش نظر آتے تھے۔ یقین سے تو نہیں کہہ سکتا مگر کچھ یاد پڑتا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے میری طرف اشارہ کر کے حضرت خلیفہ ثانی سے کہا محمود یہ تمہارا بھتیجا ہے۔" [۱۰۹]

آپ اپنی بیعت کے سلسلہ میں مزید فرماتے تھے کہ

"جب میں نے بیعت کی تو میرا بیعت کرنا تائی (یہ حضرت اقدس کی بڑی بھاوج تھیں اور حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو انہوں نے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ یہ ساری عمر حضرت اقدس کے خلاف رہیں مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے عہد خلافت میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئی تھیں) کو ناگوار گزرا۔ انہوں نے میرے والد صاحب سے شکایت کے رنگ میں کہا "عزیز نوں مار وگ گئی اے۔"

محترم والد صاحب نے جواباً فرمایا:

"تائی خیرا ے نمازاں تے پڑھے گا" [۱۱۰]

ابتدائی تعلیم

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اپنی ملازمت کے سلسلہ میں قادیان سے باہر ملازم تھے اس لئے آپ والد صاحب کے ساتھ رہے جہاں ملازمت رہی آپ تعلیم پاتے رہے مگر ۱۹۰۱ء میں آپ تعلیم الاسلام سکول میں تعلیم پا رہے تھے اور آپ کے پرائیویٹ ٹیوٹر مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب تھے۔

حضرت ماسٹر عبدالرحمان صاحب سابق مہر سنگھ بیان کرتے ہیں:

صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب (نبیرہ حضرت مسیح موعودؑ) نے جب دسویں جماعت کا

امتحان دینا تھا تو میں ان کو گھر پڑھایا کرتا تھا۔ میں ان کے ساتھ بٹالہ گیا جہاں انہوں نے امتحان دینا تھا۔ اور ان کے امتحان کے لئے جانے سے قبل میں دو نفل پڑھتا تھا۔ ایک روز میں نے سلام پھیرتے ہی جلدی سے انہیں کہا کہ فلاں سوال نہیں آتا تو جلدی سے کر لو یہ امتحان میں آئے گا۔ چنانچہ وہ سوال امتحان میں آ گیا ان کے کامیاب ہونے پر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے ایک تھالی مٹھائی اور بیس روپے بھجوائے۔ ماسٹر صاحب نے روپے لینے کی بجائے یہ پسند کیا کہ محلہ دارالفضل والی سات آٹھ کنال اراضی کے مالکانہ حقوق آپ کو منتقل کر دیئے جائیں جو آپ نے خرید کی ہوئی تھی چنانچہ حضرت ممدوح نے ایسا ہی کر دیا۔ [۱۱۱]

قبولیت احمدیت کے بعد احباب جماعت کا تعلق آپ سے بڑھ گیا اور آپ کے بارے میں اخبار الحکم اور بدر میں مصروفیات کا ذکر ہونے لگا۔ مثلاً الحکم نے لکھا

مرزا عزیز احمد صاحب نبیرہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام علی گڑھ کالج میں تعلیم پانے کے لئے آج روانہ ہوئے۔ [۱۱۲]

مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب صاحبزادہ صاحب کو علی گڑھ کالج میں داخل کرانے کیلئے ان کے ساتھ گئے۔ اور ضروری فرنیچر دہلی سے خرید کر پہنچایا اور ان کو اچھی طرح آگاہ کیا کہ علی گڑھ میں نئے طالب علم کو لڑکے تنگ کرتے ہیں اور پنجابیوں کا خاص طور پر فاختہ اُڑایا جاتا ہے۔ [۱۱۳]

آپ کے علی گڑھ کالج میں داخلے کو ہدف تنقید بنایا گیا بعض اخبارات نے اعتراضات کیے کہ اسلامیہ کالج لاہور کو چھوڑ کر آپ کو علی گڑھ میں کیوں داخل کیا گیا ہے خاص طور پر ایڈیٹر پنجہ فولاد لاہور نے اس کو موضوع بحث بنایا۔ جس کا تفصیلی ذکر حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب نے اخبار الحکم مورخہ ۱۷ر جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۰ پر "حضرت اقدس کا پوتا علی گڑھ کالج میں" کے عنوان سے کیا۔

علی گڑھ میں قیام کے دوران ایک دفعہ آپ نادانستہ طور پر طلباء کی ایک سٹرائک میں شامل ہو گئے۔ جسے حضرت مسیح موعودؑ نے ناپسند فرمایا اور اخبار میں باقاعدہ اعلان شائع فرمایا۔ [۱۱۴]

اس پر آپ نے حضور کی خدمت میں میانوالی سے (جہاں آپ موسمی رخصتوں میں مقیم تھے) لکھا:

اس سلسلے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں معافی کا یہ خط حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے لکھ کر مرزا عزیز احمد صاحب کو بھجوایا تھا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں معافی مانگو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت امام زماں حضرت مسیح موعود......

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فدوی اپنے گزشتہ قصوروں کی معافی طلب کرتا ہے اور التجاء کرتا ہے کہ اس خاکسار کی گذشتہ کوتاہیوں کو معاف کر کے زمرہء تابعین میں شامل کیا جائے۔ نیز اس عاجز کے حق میں دعا فرماویں کہ آئندہ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے

حضور کا عاجز   عزیز احمد

اس کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ

''ہم وہ قصور معاف کرتے ہیں۔ آئندہ تم پرہیزگار اور سچے......کی طرح زندگی بسر کرو اور بُری صحبتوں سے پرہیز کرو۔ بُری صحبتوں کا انجام آخر بُرا ہی ہوا کرتا ہے۔'' ١١٥

حضرت اقدس کا وصال

حضرت مرزا عزیز احمد صاحب نے فرمایا:

مئی ١٩٠٨ء میں جب حضرت اقدس کا وصال ہوا تو میں رائے ونڈ ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک گاؤں اعظم آباد میں مقیم تھا۔ وہاں میرے خسر میرزا اسلم بیگ مرحوم کی اراضی تھی۔ وہاں بذریعہ تار میرے والد صاحب نے مجھے حضرت اقدس کے وصال کی اطلاع دی اور مجھے فوری طور پر واپس بلا بھیجا اور میں واپس قادیان چلا گیا۔ ١١٦

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کی

بیان فرمودہ روایات

١- بیعت سے پہلے خواب

غالباً مڈل کی جماعتوں میں جب تھا اس وقت یہاں ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب (سابق مہر سنگھ) نے جو مجھے پڑھایا کرتے تھے مجھے گاہے گاہے...... ''دعوت الی اللہ'' کی۔ اس وقت ہمارے گھر میں سے اور رشتہ داروں میں سے کوئی احمدی نہیں تھا...... نویں جماعت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی جو کہ اس وقت سکول میں تعلیم پا رہے تھے گاہے گاہے ''دعوت الی اللہ'' کی...... شیخ یعقوب علی صاحب بھی جب موقع ملتا مجھے ''دعوت الی اللہ'' کرتے تھے۔

اُس زمانہ میں مجھے کئی خواب آئے مجھے اس وقت صرف ایک یاد ہے۔ اور وہ یہ کہ میں نے دیکھا کہ میں اور حضرت مسیح موعود ایک تالاب کے ایک کنارے پر بندوقیں لئے بیٹھے ہیں اور دوسری طرف مرزا نظام الدین صاحب اور دیگران تھے یہ تالاب وہ ہے جو محلّہ دارالانوار میں عبدالرحیم درد صاحب کے مکان کے سامنے واقعہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس وقت مجھے اشتہار بھی دیا کرتے تھے۔ ایک اشتہار جو انہوں نے دیا تھا وہ غالباً عبداللہ آتھم کے متعلق تھا۔

بیعت: میں نویں جماعت میں تھا جب میں نے بیعت کی۔ ایک دن شیخ یعقوب علی صاحب مغرب کی نماز میں میرے ساتھ ہو لئے (میں اس سے پہلے بھی (بیت) مبارک میں نماز ادا کیا کرتا تھا میں صحیح طور پر نہیں کہہ سکتا مگر اس نماز میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی میرے

آس پاس ہی تھے ممکن ہے اور کوئی بزرگ بھی ہو مگر مجھے نام یاد نہیں ہے۔ یہ احباب مجھے عین حضرت مسیح موعود کے پاس لے گئے۔ انہوں نے حضرت اقدس سے کہا کہ عزیز احمد حضور کی بیعت کرنا چاہتا ہے یہ مجھے یاد نہیں کہ آیا حضرت اقدس نے مجھے کچھ کہا کہ نہیں۔ مگر انہوں نے میری بیعت لے لی۔ مجھے بہت مبارکیں دی گئیں۔

غالباً دوسرے ہی روز حضرت اقدس نے اپنے گھر میں دعوت کی۔ اس دعوت میں حضرت خلیفہ ثانی، میاں بشیر احمد صاحب، میاں شریف احمد صاحب، میر محمد اسحاق صاحب اور دوسرے بچے شامل تھے۔ دو تخت پوش بچھے ہوئے تھے ان پر ایک چاندنی بچھی تھی ہم نے وہاں کھانا کھایا۔ حضرت (اماں جان) کھانا نکال کر دے رہی تھیں اور حضرت صاحب پاس میں ٹہل رہے تھے اور جہاں تک مجھے یاد ہے نہایت ہی خوش نظر آتے تھے۔ حضرت اقدس نے میری طرف اشارہ کر کے حضرت خلیفہ ثانی کو کہا کہ

"محمود یہ تمہارا بھتیجا ہے"

بیعت کے غالباً کچھ دن بعد قبلہ والد صاحب قادیان رخصت پر تشریف لائے اور اماں جی (تائی صاحبہ) نے ان کو کہا کہ

"سلطان احمد دیکھو اسے (یعنی مجھے) کیا واوگ گئی اے"

اس پر والد صاحب مرحوم نے کہا تائی "کی ہویا" تائی نے کہا "اینوں بیعت لگے"

اس پر والد صاحب مرحوم نے کہا کہ تائی ساڈے توں تے چنگا ہی رہیگا۔ نمازاں تے پڑھیا کرے گا۔

اس پر غالباً اماں جی کچھ ناراض سی ہوئیں۔ خدا کی قدرت اس دن سے کئی سال بعد اماں جی مذکورہ نے خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

برات میں شمولیت

اس کے بعد مرزا بشیر احمد صاحب کی شادی میں مجھے حضرت اقدس نے بطور براتی بہ ہمراہی حضرت خلیفہ ثانی، میر ناصر نواب صاحب،

میر محمد اسحاق صاحب وغیرہم بھی تھے بھیجا غالباً دعوت ولیمہ میں بھی میں شامل ہوا تھا۔

میں علی گڑھ کالج میں داخل ہو گیا وہاں ۱۹۰۷ء میں ایک سٹرائیک طلباء نے کی یہ انگریز پروفیسران کالج کے خلاف تھی میں اس میں شامل ہو گیا۔ گو ماسٹر محمد دین صاحب صوفی غلام محمد صاحب اس میں شامل نہ ہوئے۔ اس بناء پر حضرت اقدس نے میرا اخراج جماعت سے کر دیا۔

میں تو خاموش رہا مگر قبلہ والد صاحب نے خود مجھے ایک معافی نامہ تحریر کر کے بھیجا اور لکھا کہ میں اس کی نقل کر کے اس پر دستخط کر کے فوراً بلاتاخیر حضرت اقدس کی خدمت میں ارسال کر دوں میں نے ایسا ہی کیا اور میری معافی کا اعلان ہو گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی بیعت اور محبت و شفقت کے واقعات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی بیعت کی سعادت پائی۔ اور خلیفہ وقت سے اپنے ذاتی تعلقات پیدا کئے اور برابر اس میں اضافہ ہوتا رہا حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی ہمیشہ آپ سے بہت شفقت اور مروت سے پیش آتے۔ علی گڑھ میں تعلیم کے دوران آپ سے خط و کتابت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ جس میں راہنمائی نصیحت اور تعلیم و تربیت سب کچھ ہوتا تھا۔ ایک خط کا نمونہ درج ذیل ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے علی گڑھ میں تعلیم پانیوالے احمدی طلبا کے نام درج ذیل خط تحریر فرمایا:

نورالدین کی طرف سے بگرامی خدمت عزیزان

مرزا عزیز احمد، میاں فقیر اللہ، خیر الدین، سردار خان، مولوی عبد القدیر، شیر محمد، بدر حسین، محمد صاحب، عمر حیات، علاؤ الدین۔

اسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته

میرے پیارو! جہاں تم ہو وہ بڑے بڑے دو امتحانوں کی جگہ ہے۔ وہاں بی اے، ایف

اے کے ساتھ کیمبرج آکسفورڈ کی ہوا بھی چلتی ہے اور ہم لوگ وادی غیر ذی زرع کی ہوا کے گرویدہ ہیں اور اس کے دلدادہ۔ ذرا ہمت سے کام لو کہ دونوں طرح پاس ہو جاؤ۔ فاز فوزاً عظیما کا گروہ بنو۔ آمین یارب العالمین ۱۱۷

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کی امتحان ایم۔اے میں کامیابی

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے کا امتحان دیا تھا۔ مئی ۱۹۱۳ء کے آخری عشرہ میں جو نتیجہ نکلا تو آپ اپنی کلاس میں اوّل آئے۔ اس سلسلہ میں خاکسار نے جب حضرت مرزا صاحب موصوف سے گفتگو کی تو آپ نے ایک نہایت ہی دلچسپ بات بیان فرمائی جو یہ ہے کہ

''میں نے جب ایم۔اے کا امتحان دیا تو چونکہ ہاؤس ایگزیمینیشن (House Examination) میں عموماً فیل ہوا کرتا تھا اس لئے اس امر کا وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ میں اپنی کلاس میں اوّل بھی آ سکتا ہوں۔ لیکن ایک روز جب کہ امتحان بہت نزدیک تھا۔ رات بارہ بجے جو میں سونے لگا تو میں نے خیال کیا کہ آج تہجد ہی کیوں نہ پڑھ لیں۔ چنانچہ میں نے وضو کیا۔ نماز کے لئے کھڑا ہوا تو سجدے میں یہ دعا کی یا اللہ! مجھے امتحان میں فرسٹ کر دے کل پانچ ہی تو طالبعلم ہیں۔ ان میں سے اول نمبر پر پاس کرنا تجھے کیا مشکل ہے۔ میں یہ دعا کر ہی رہا تھا کہ نماز ہی میں میری ہنسی نکل گئی اور میں سو گیا۔ رات خواب میں دیکھا (ایک چبوترہ ہے جس پر حضرت نواب محمد علی خان صاحب ایک کرسی پر بیٹھے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں کہ عزیز احمد کو دوائی دو۔ ناقل *) کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں تم

* یہ وضاحت مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے کی ہے۔

یونیورسٹی بھر میں اول نمبر پر پاس ہو گے اور ساتھ ہی فرمایا کہ تہجد کی نماز سے تمہارے بڑے بڑے کام ہوں گے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور پھر میں ہنس پڑا۔ جب امتحان دے کر واپس قادیان پہنچا تو حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا۔ سناؤ میاں! کوئی خواب آئی ہے؟ میں نے عرض کی کہ حضور! یہ خواب آئی ہے۔ فرمایا* تم یقیناً یونیورسٹی بھر میں اول نمبر پر پاس ہو گے۔ میں نے کہا حضور! یہی بات تو ناممکن نظر آتی ہے۔ فرمایا۔ تم میرے ساتھ شرط کر لو۔ میں نے عرض کی۔ حضور! شرط تو جائز نہیں۔ فرمایا ہم جائز کر لیں گے۔ اگر تم نے اول پوزیشن حاصل کر لی تو پچاس روپے میرے یتیم خانے میں دے دینا۔ بصورت دیگر پچاس روپے میں تم کو دے دوں گا۔ ان دنوں امتحانوں کے نتائج تین چار روز کے بعد ہی نکل آیا کرتے تھے۔ یہ باتیں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے مطب میں ہو رہی تھیں۔ جب باہر نکلا تو میاں شیخ محمد صاحب چٹھی رساں نے مجھے اونچی آواز میں مبارک باد دی اور کہا کہ میاں! آپ یونیورسٹی بھر میں اول نمبر پاس ہوئے ہیں۔ پندرہ بیس تاریں مجھے بھی دیں۔ جو میرے دوستوں نے میرے نام بھیجی تھیں''۔

حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ

''یہ نتیجہ چونکہ میری توقع کے بالکل خلاف تھا۔ اس لئے اطمینان قلب کے لئے میں لاہور گیا۔ جب وہاں اس نتیجہ کو درست پایا تو بہت خوشی ہوئی''

حضرت مرزا صاحب موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ

''حضرت خلیفہ اول نے یہ بات بھی بیان فرمائی تھی کہ میاں تہجد پڑھنے سے تمہارے بڑے بڑے کام ہوا کریں گے۔ آپ کے اس قول کو بھی میں نے

* اس سے ظاہر ہے کہ اس خواب کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفہ اول کو بھی دے دی تھی۔

اپنی زندگی میں آزمایا ہے۔ جب بھی میں نے تہجد میں کسی امر کے لئے دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرا وہ کام کر دیا ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک‘‘

حضرت صاحبزادہ صاحب کو ایک دفعہ پیشاب کی تکلیف ہوگئی تو آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں علاج کیلئے حاضر ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے معائنہ کے بعد علاج، نیم برشت انڈہ تجویز فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے حضور پیشاب میں انڈہ تو ضرر رساں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول فرمانے لگے: نہ تم حکیم نہ تمہارا باپ حکیم نہ تمہارا دادا حکیم، ہم نے تمہارے دادا کو حکیم سمجھ کر نہیں مانا تھا۔ البتہ تمہارا پڑدادا حکیم تھا اور نسخہ والا کاغذ پھاڑ دیا۔

اس طرح ایک دفعہ گھر میں کوئی بیمار ہوا تو رات کے وقت حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح اول کی خدمت میں آپ کو بیمار دیکھنے کے لئے کہا۔ خاکسار حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں حاضر ہوا معائنہ کے بعد دوا تجویز کی۔ حضرت مرزا سلطان صاحب رات بیوقت تکلیف دینے پر معذرت کرنے لگے۔ حضرت خلیفہ اول نے وفور محبت سے آپ کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور فرمایا میاں تکلیف کیسی ہم تو تمہارے غلام بلکہ تمہارے غلاموں کے بھی غلام ہیں۔

شادی

مرزا عزیز احمد صاحب نے دو شادیاں کیں:

پہلی شادی جنوری ۱۹۱۱ء میں مکرمہ شریفہ بیگم صاحبہ دختر مرزا اسلم بیگ صاحب لاہور سے ہوئی۔ جو آپ کے پہلے بھی رشتہ دار تھے۔ جو تین بچے صاحبزادی نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا ظفر احمد صاحب مرحوم، مرزا سعید احمد صاحب، مرزا مبارک احمد صاحب چھوڑ کر وفات پا گئیں۔ صاحبزادہ مرزا سعید احمد صاحب نے ۱۳؍جنوری ۱۹۳۸ء دوران تعلیم لندن میں وفات پائی۔ مرزا مبارک احمد صاحب ۱۹۴۲ء میں فوت ہوگئے۔

دوسری شادی محترمہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب (جو حضرت اماں جان کے چھوٹے بھائی تھے) سے فروری ۱۹۳۰ء کو ہوئی۔ آپ نے ۲۴؍جون

۱۹۸۷ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب (ناظر اعلیٰ وامیر مقامی)۔ صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب (ناظر دیوان، صدر مجلس انصار اللہ) اور چار صاحبزادیاں چھوڑی ہیں۔

آپ کی پہلی منگنی کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

’’مجھے وہ دن بھی یاد ہے کہ جہاں آج کل مرزا گل محمد صاحب کی دوکانیں ہیں وہاں ایک چبوترہ ہوا کرتا تھا۔ جس پر عام لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے مرزا نظام الدین صاحب اور ان کے بھائی بھی وہاں بیٹھ جاتے اور بعض احمدی بھی بعض دفعہ بیٹھ جاتے۔ ہم بچے بھی کبھی وہاں کھیلا کرتے تھے۔ میری عمر اس وقت کوئی سات آٹھ سال کی تھی ہم وہاں کھیل رہے تھے کہ ایک چھوٹی سی لڑکی جو چار پانچ سال کی ہوگی وہاں کھیلتی ہوئی آئی اور کسی نے مجھے کہا کہ یہ لڑکی تمہارے بھتیجے عزیز احمد کی منگیتر ہے (اس وقت تک شاید مرزا عزیز احمد صاحب سے میری ملاقات ابھی نہیں ہوئی تھی) میں نہیں جانتا کہ آج کل کے بچوں میں بھی یہ احساسات ہیں یا نہیں مگر اس وقت مجھے یہ بات بڑی ہی شرمناک معلوم ہوئی میرا دل دھڑکنے لگ گیا مجھے پسینہ آ گیا اور میں نے کہا یہ منگیتر ہے اس سے میں سمجھتا ہوں کہ بچپن میں ہی یہ بات طے ہو چکی ہوگی۔ پھر ہم بڑے ہوئے ہماری شادیاں ہوئیں۔ [118]

آپ کی تقریب نکاح کے بارے میں اخبار بدر نے بھی لکھا ہے۔

’’ہمارے مرزا عزیز احمد صاحب احمدی جن کو احمدیہ پبلک سے انٹروڈیوس کرنے کیلئے مجھے کہنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے کا نکاح لاہور میں مرزا اسلم بیگ کی لڑکی سے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قران السعدین کو مبارک کرے۔‘‘ [119]

تقریب شادی کے سلسلہ میں اخبار بدر نے لکھا:

حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کی شادی خانہ آبادی

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب بی۔اے جن کا نکاح لاہور ہو چکا تھا۔ آپ اپنی دلہن کو لے کر قادیان تشریف لے آئے۔ سب سے پہلے دلہا دلہن حضرت خلیفۃ المسیح (اول) کے حضور حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ اس کے بعد قادیان میں بھی ولیمہ ہوا۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ نے اس خوشی میں مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کو ایک سو روپیہ دیا اور پھر جلد واپس تشریف لے گئے۔ [120]

آپ کے دوسرے نکاح کے موقعہ ۱۱؍فروری ۱۹۳۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:

''اس وقت میں مرزا عزیز احمد صاحب کے نکاح کے اعلان کیلئے کھڑا ہوا ہوں جو کہ نصیرہ بیگم بنت میر محمد اسحاق صاحب سے قرار پایا ہے۔ مرزا عزیز احمد صاحب گو پچھلے عرصہ میں قادیان کم آتے رہے ہیں اور جب آتے بھی ہیں تو بہت کم لوگوں سے ملتے ہیں یہ نہیں کہ مجھ سے نہیں ملتے بلکہ باقی جماعت کے لوگوں سے سوائے اپنے چند احباب کے کم ملتے ہیں مگر ساری جماعت کے لوگ ان سے واقف ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے ہیں اور انہیں ایک فوقیت حاصل ہے اور وہ یہ کہ جب ہمارے بڑے بھائی مرزا سلطان احمد صاحب کو سلسلہ کے متعلق اظہار خیال کا موقع نہ ملا تھا۔ اس وقت انہوں نے بیعت کی تھی۔ اگرچہ ان کی اس وقت کی بیعت میں اساتذہ کا بہت کچھ دخل تھا اور خود میرا بھی دخل تھا۔ میرے ذریعہ ہی ان کی بیعت کا پیغام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا گیا تھا اور مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بیعت کے متعلق سُن کر بہت خوش ہوتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی والدہ سے بہت محبت تھی۔ جب خاندان میں بہت مخالفت تھی اور آنا جانا بھی بند تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے عزیز احمد کی والدہ کئی بار آتی جاتی ہیں اور روتی رہتی ہیں کہ لوگوں نے خاندان میں یہاں تک تفرقہ ڈال دیا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے مل بھی نہیں سکتے۔

دوسرا خاندان میر صاحب کا ہے جن سے ساری قادیان واقف ہے واقف تو مرزا عزیز احمد صاحب سے بھی ہے مگر میں نے اس لئے ذکر کیا ہے کہ وہ اس نقص کی اصلاح کر لیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ دوست اس نکاح کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کریں گے میں پانچ ہزار روپیہ مہر پر اس نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔'' [121]

شادی کی تقریب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کی دوسری شادی میں شامل ہوئے۔ سیدہ نصیرہ بیگم حضرت مصلح موعود کی ماموں زاد تھیں۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے موقع کی مناسبت سے شادی بیاہ کے بارے میں بعض ہدایات بیان فرمائیں۔ اس کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی تقریر فرمائی جو لجنہ اماء اللہ کی شائع کردہ کتاب اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۲۴۷ تا ۲۴۹ درج ہے۔ بعد میں حضور نے اپنی دعاؤں کے ساتھ دلہن کو رخصت فرمایا۔ اگلے دن صاحبزادہ صاحب نے دعوت ولیمہ کا انتظام فرمایا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے علاوہ قادیان کے معززین کی کثیر تعداد نے شرکت فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کے نکاح مورخہ ۲۶؍دسمبر ۱۹۵۵ء کے موقعہ پر فرمایا

''یہ لڑکا بھی ہمارے خاندان میں سے وقف ہے۔ مرزا عزیز احمد

صاحب کو خدا تعالیٰ نے یہ توفیق دی کہ وہ اپنے اس بچہ کو اعلیٰ تعلیم دلائیں۔

چنانچہ ان کا یہ لڑکا ایم۔اے میں پڑھ رہا ہے ابھی پاس تو نہیں ہوا مگر انگریزی میں ایم۔اے کا امتحان دے رہا ہے اور کہتے ہیں کہ انگریزی میں بڑا لائق ہے میرا ارادہ ہے کہ بعد میں یہ کالج میں پروفیسر کے طور پر کام کرے۔'' ۱۲۲

صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں بطور انگریزی کے استاد کے خدمت کی توفیق ملی۔۱۹۷۲ء میں تعلیمی اداروں کی نیشنلائزیشن کے بعد آپ کو ناظر خدمت درویشاں۔ناظر امور عامہ۔ناظر امور خارجہ۔صدر انصاراللہ پاکستان۔حال ناظر اعلیٰ و امیر مقامی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔

دوسرے صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کو بھی وقف زندگی کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ نے ایم۔اے تک تعلیم پائی وقف زندگی کے بعد بطور ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز۔ناظر تعلیم۔ ناظر اصلاح وارشاد مقامی۔ناظر دیوان۔صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ خدمت کی سعادت پائی۔ اس وقت صدر انصاراللہ پاکستان۔ناظر دیوان اور صدر بیوت الحمد سوسائٹی، نائب صدر وقف جدید کے طور پر خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

بیعت خلافت ثانیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے وصال ۱۳/مارچ ۱۹۱۴ء کے بعد ۱۴/مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا انتخاب عمل میں آیا۔موقعہ پر موجود افراد جماعت نے فوراً بیعت کر لی۔ان بیعت کرنے والوں میں حضرت صاحبزادہ صاحب بھی شامل تھے۔

بیرونی جماعتوں کی اطلاع کے لئے اعلان ،۱۵/مارچ ۱۹۱۴ء

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے وصال اور تجہیز و تکفین نیز خلافت ثانیہ کے قیام کے بعد بیرونی جماعتوں کو جو اطلاع بذریعہ ''الفضل'' دی گئی۔اس کے اعلان کنندگان میں نمبر ۲۹ پر مرزا عزیز احمد ایم اے قادیان کا نام درج ہے۔

بیعت خلافت ثالثہ

حضرت مصلح موعود کی وفات کے بعد حضرت مصلح موعود کی قائم کردہ خلافت کمیٹی کا اجلاس حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا۔اس اجلاس کی کارروائی سے احباب جماعت کو اطلاع دینے کی غرض سے الفضل میں ایک اعلان شائع کیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا انتخاب

تمام احباب جماعت کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آج ۸/نومبر ۱۹۶۵ء بعد نماز عشاء......مبارک ربوہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی.........کی مقررہ کردہ مجلس انتخاب خلافت کا اجلاس بصدارت جناب مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ منعقد ہوا۔جس میں حسب قواعد ہر ممبر نے خلافت سے وابستگی کا حلف اٹھایا اور اس کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ ربہ کو آئندہ خلیفۃ المسیح اور (......) منتخب کیا اور اراکین مجلس انتخاب نے اس وقت آپ کی بیعت کی جس کے بعد آپ نے خطاب فرمایا اور پھر تمام موجود احباب نے جن کی تعداد اندازاً پانچ ہزار تھی رات کے ساڑھے دس بجے آپ کی بیعت کی۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انتخاب کو منظور فرما کر نہایت بابرکت فرمائے۔اس سے ہم ایک دفعہ پھر ایک نازک دور میں سے گزر کر الوصیت کی پیشگوئی کے مطابق ایک ہاتھ پر جمع ہو گئے ہیں۔ الحمدللہ۔(سیکرٹری مجلس مشاورت) ۱۲۳

حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کی وفات

صدر انجمن احمدیہ نے آپ کی وفات پر درج ذیل ریزولیشن منظور کر کے آپ کی خدمات کو سراہتے ہوا لکھا:

''صدر انجمن احمدیہ ربوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے پوتے اور (رفیق) اور صدر انجمن احمدیہ کے سابق ناظر اعلیٰ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب......کی وفات پر نہایت افسردہ ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے اعلیٰ سرکاری عہدہ سے ریٹائرڈ ہو کر ربع صدی سے زیادہ عرصہ تک سلسلہ احمدیہ کی بے لوث خدمات ادا کی ہیں آپ کی ہستی نہایت محبوب شخصیت، منکسر المزاج اور ہر ایک کی دلی ہمدرد رہی ہے آپ نے طویل عرصہ ایک مثالی بے نفس احمدی افسر کے طور پر بسر کیا ہے آپ کا دینی شغف قابل رشک تھا۔ آپ نے اپنی اولاد کی بھی نہایت عمدہ تربیت کی جس کا نتیجہ ہے کہ آپ کے دونوں فرزند اعلیٰ تعلیم یافتہ واقف زندگی سلسلہ کے مخلص خادم ہیں۔ آپ جیسے قیمتی اور نافع الناس وجود کی رحلت سخت رنج اور افسوس کا باعث ہے۔ اور ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے اہل وعیال کو اس عظیم صدمہ میں صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

اللہ کرے کہ سلسلہ احمدیہ کو ہمیشہ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) ایسے بے نفس اور مجاہد خادم ملتے رہیں۔'' [۱۲۴]

جامعہ احمدیہ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی وفات پر قرار دادِ تعزیت میں لکھا:

''حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے فرزند اکبر تھے آپ کو حضور کے رفقاء میں ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ۱۹۰۶ء میں اپنے والد محترم سے بھی پہلے حضور کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۴۵ء میں اعلیٰ سرکاری ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو لمبے عرصہ تک سلسلہء عالیہ کی خدمات کی توفیق عطا فرمائی نہایت نیک، بے نفس، خوش خلق، منکسر المزاج، حلیم الطبع بزرگ تھے آپ کی وفات نہ صرف خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے لئے دکھ کا باعث ہے بلکہ ساری جماعت کیلئے ایک سانحہء عظیم ہے۔'' [۱۲۵]

آپ کو ۱۹۴۵ء میں اعلیٰ سرکاری ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک لمبے عرصے تک سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ آپ پہلے ناظر امور عامہ رہے اس دوران تقسیم پاک و ہند ہوگئی آپ قادیان سے ہجرت کے خطرہ کے موقع پر ایک عرصہ تک امیر مقامی رہے۔ ان دنوں بہت سے نازک مواقع پر آپ نے انتہائی خدمات سر انجام دیں۔ ان نازک ایام میں حضرت مرزا عزیز احمد صاحب نے پورے وقار اور انتہائی جوش اور اولوالعزمی سے جماعت کی عزت واحترام کو قائم رکھا اور تمام احمدی مردوں اور عورتوں کیلئے اطمینان اور تسلی کا موجب بنے رہے۔

جولائی ۱۹۴۹ء سے ۳۰ر اپریل ۱۹۷۱ء تک ناظر اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہے۔ یکم مئی ۱۹۷۱ء نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ اس خدمت سے سبکدوش ہوئے اور آپ کی شاندار خدمات کے اعتراف کے طور پر ۱۲ر مئی ۱۹۷۱ء کو ایک الوداعی تقریب منعقد کی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرکت فرمائی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب مجسم عجز وانکسار بے نفس از حد خوش خلق اور دل کے حلیم تھے۔ دینی معاملات میں نہایت درجہ غیور اطاعت اللہ کا اعلیٰ نمونہ دکھانے والے بزرگ تھے۔ آپ نومبر ۱۹۵۰ء تا نومبر ۱۹۵۴ء یعنی ۴ سال تک مرکز انصار اللہ مرکزیہ کے کامیاب صدر رہے۔ طبیعت ہی اس درجہ رشد وسعادت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اوائل عمر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہء مبارک میں حضور کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور بیعت سے سات برس قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ایک خواب کے ذریعہ اس کی اطلاع بخشی جس کی وجہ سے آپ کا مبارک وجود اللہ تعالیٰ کے ایک نشان کا حامل بن گیا۔ سرکاری ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے جس طرح بے لوث رنگ میں ربع صدی تک سلسلہ احمدیہ کی خدمت کی وہ بھی جملہ اراکین انصار اللہ اور احباب جماعت کیلئے ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ [۱۲۶]

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی نصائح

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب بیان کرتے ہیں: والد صاحب آغاز میں جب ملازمت پر جانے لگے تو حضرت مرزا سلطان صاحب نے ان کو درج ذیل نصائح فرمائیں۔

۱- یہ تو مجھے پتا ہے کہ تم رشوت تو نہیں لوگے۔

۲- اگر چپڑاسی وغیرہ کسی سے کچھ لے لیں تو زیادہ سختی نہ کرنا۔

۳- لوگ جو آپ کی ملاقات کے لئے آئیں ان کو ملاقات کے لئے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور دفتر میں ایسی جگہ بیٹھنا جہاں باہر بیٹھے ہوئے لوگ نظر آتے ہوں۔

یہ خاکسار نے بھی دیکھا ہے کہ حضرت والد صاحب جب ملتان میں تھے تو ایسی جگہ بیٹھا کرتے تھے کہ برآمدے میں بیٹھے لوگوں پر آپ کی نظر رہتی تھی اور ملاقات کے لئے آنے والوں کو جلد اندر بلوالیا کرتے تھے۔

آپ قصور، گوجرانوالہ، میانوالی، مظفر گڑھ، فیروز پور، گورداسپور، سیالکوٹ ملتان وغیرہ میں ملازمت کے دوران فرائض منصبی ادا کرتے رہے جہاں رہتے آپ کا جماعت کے احباب کے ساتھ مضبوط تعلق رہا اور لوگوں سے ان کے حسن سلوک کا اعتراف اپنے اور بیگانے سبھی کرتے رہے۔

مٹی کا گلدان بطور سند پیش کرنا

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے بتایا کہ حضرت والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ سیالکوٹ سے جب میرا تبادلہ ہوا تو میں جانے کے لئے چل پڑا تو ایک بوڑھا آدمی ملاقات کے لئے آیا اس کے ہاتھ میں مٹی کا گلدان تھا۔ اس نے وہ گلدان یہ کہتے ہوئے پیش کیا کہ میاں صاحب آپ کی خدمت میں میری طرف سے یہ سند خوشنودی ہے کہ آپ نے یہاں اچھے طریقے سے اپنے فرائض منصبی کو نبھایا ہے۔ پھر بتایا کہ میں نے آپ کے دادا صاحب کو دیکھا ہے اور آپ

کے والد صاحب کو بھی دیکھا ہے۔ آپ ان کے نقش پر رہے ہیں۔

حضرت والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ یہ اس شخص کا مٹی کا گلدان پیش کرنے کا واقعہ ہمیشہ کے لئے میرے دل میں نقش ہوگیا۔

حضرت میاں صاحب کو سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں پاک و ہند کے مختلف اضلاع میں کام کا موقع ملا۔ اس سلسلہ میں میر شفیع احمد دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

''مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے بھی سرکاری ملازم ہیں میں نے دیکھا ہے کہ ان کے دفتر والے ماتحت اور افسر بلکہ ہمسایہ تک ان کے چلن اور اخلاق کے مدح خواں ہیں۔'' [127]

حضرت میاں صاحب قادیان کے احباب سے بہت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ سلسلہ احمدیہ کے نامور شاعر صحافی اور مصنف حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب تقسیم ملک کے بعد ربوہ میں رہائش پذیر تھے۔ تو صحت کی کمزوری کی وجہ سے آنے جانے میں دقت محسوس کرتے تھے تو ان کے پاس حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب روزانہ تشریف لے جاتے کچھ دیر باتیں کرتے جس سے ان کو اطمینان قلب ہو جاتا تھا۔ [128]

اس طرح اور بھی اہل علم احباب کے ہاں حضرت میاں صاحب تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ان سے باتیں کر کے ان کے لئے دلی تقویت کا باعث بنتے تھے۔

زور دعا دیکھو تو

محترم مرزا منظور احمد صاحب قادیانی مرحوم فرماتے تھے:

''ایک دفعہ ایک گھرانہ میں ایسا تنازعہ پیدا ہوگیا جس پر اس گھر کی عزت کا دارومدار تھا۔ محترم صاحبزادہ صاحب (مرزا عزیز احمد صاحب۔ ناقل) مرزا منظور احمد صاحب کو ساتھ لے کر اس گھرانہ میں گئے اور ان سے بات کی لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اس گھر سے واپس آتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے کہ مرزا صاحب اب آخری ہتھیار بھی

استعمال کر لیں اور آپ باہر سڑک پر ہی سجدہ ریز ہو گئے۔ مرزا منظور احمد صاحب فرماتے ہیں اس وقت سورج کی شعاعیں آپ کی گردن کے ساتھ یوں مس کر رہی تھیں جیسے سورج کے ساتھ آپ کا تعلق ہو گیا ہے۔ آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور مجھے فرمانے لگے کہ اب جاؤ اور جا کر فریقین سے بات کرو۔ چنانچہ میں گیا اور چند منٹ میں ہی مسئلہ حل ہو گیا اور باعزت سمجھوتہ ہو گیا۔ یہ محض آپ کی دعاؤں کا کرشمہ تھا جس کے متعلق آپ کو یہ یقین واثق تھا کہ۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زور دعا دیکھو تو ۱۲۹

آج انصاف کی حد ہو گئی

محترم مرزا منظور احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

"محترم صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب غالباً فیروز پور میں متعین تھے کہ آپ کی عدالت میں ایک متعصب ہندو کا مقدمہ پیش ہوا۔ اپنے کیس کی کمزوری اور ناجائز حربوں کے استعمال میں ناکامی کے پیش نظر اسے یقین تھا کہ اس کیس کا فیصلہ اس کے حق میں نہیں ہو سکتا لہٰذا اس نے عدالت اعلیٰ میں درخواست کی کہ کیونکہ مجھے مرزا صاحب سے بوجہ ان کے مسلمان ہونے کے انصاف کی توقع نہیں اس لئے میرا یہ مقدمہ کسی اور عدالت میں منتقل کیا جائے اور علاوہ ازیں اس نے ہندو اخبارات میں بھی بڑا پروپیگنڈا کیا کہ مرزا عزیز احمد بڑا متعصب مسلمان ہے اس لئے ایک ہندو کے مقدمہ میں اس جج سے انصاف کی توقع نہیں کی جا سکتی لیکن جب اعلیٰ عدالت میں یہ درخواست پیش ہوئی تو دلائل سننے کے بعد اس اعلیٰ عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ ہمارے سامنے کوئی ٹھوس وجہ ایسی پیش نہیں کی گئی جس کی بنا پر ہم یہ مقدمہ کسی اور جج کے سپرد کریں اس لئے اس مقدمہ کی سماعت مرزا عزیز صاحب ہی کریں گے۔"

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس درخواست کی وجہ سے اور اخبارات میں اس کی طرف سے زہریلے پروپیگنڈا کی وجہ سے میرے دل میں لاشعوری طور پر اس ہندو کے خلاف جذبات پیدا ہو گئے جس کا اثر یہ ہوا کہ شروع مقدمہ میں ہی اس ہندو کو سزا دینے کیلئے اپنے دلائل کو مضبوط کرتا رہا تا آنکہ اس مقدمہ کی سماعت مکمل ہو گئی۔ فیصلہ کا دن مقرر کر دیا گیا محترم صاحبزادہ صاحب اپنے چیمبر میں بیٹھ کر دیر تک فیصلہ کو قلم بند فرماتے رہے اور فیصلہ میں اس کیلئے انتہائی سزا تجویز کرتے ہوئے فائل کو اپنی نگرانی میں گھر لے آئے۔ رات کو سوتے وقت یہ فائل اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لی۔ نصف شب کا وقت ہو گا کہ کسی غیبی طاقت نے محترم صاحبزادہ صاحب کو اپنی گرفت میں لے کر اتنے زور سے بھینچا کہ آپ کا انگ انگ ٹوٹنے لگا اور ساتھ ہی یہ پُر شوکت آواز آئی کہ

"اتنا غلط فیصلہ"

اور اس کے ساتھ ہی آپ کی آنکھ کھل گئی۔ سارا جسم خوف اور پسینہ سے شرابور تھا گھر والوں کو جگایا پانی پیا جب ہوش آیا تو اس وقت وضو کر کے دو نفل ادا کئے۔ بڑا استغفار کیا۔ دعائیں کیں اور سوچنے لگے کہ یہ نظارہ کس کے متعلق تھا۔ اور میں نے کون سا غلط فیصلہ کیا ہے۔ معاً آپ کی توجہ تکیہ کے نیچے پڑی ہوئی فائل کی طرف گئی۔ آپ نے اس ہندو کے مقدمہ کے فیصلہ کو پڑھنا شروع کیا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے اس فیصلہ کو پڑھا تو مجھے اس میں بڑے سقم نظر آئے اور میں نے محسوس کیا کہ واقعی یہ فیصلہ غلط ہے۔ چنانچہ آپ نے اس فیصلہ کو پھاڑ دیا اور ایک نیا فیصلہ لکھا اس کے بعد آپ کو بڑی ہی پرسکون نیند آئی۔

دوسرے روز جب آپ عدالت جا رہے تھے تو ڈرائیور کو حکم دیا کہ موٹر کو اس لان کی طرف لے چلوں جہاں وکلاء بیٹھتے ہیں وہاں کافی وکلاء جمع تھے آپ موٹر سے اتر کران کی طرف گئے انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا آپ نے فرمایا آج میں ایک نہایت اہم فیصلہ کرنے والا ہوں لہٰذا آپ سب کو دعوت دیتا ہوں کہ اس فیصلہ کو سننے کیلئے آئیں۔ اس دن وہ ہندو اپنے گھر

سے بخش بخشوا کر عدالت میں آیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ وہ سزا سے کسی صورت بچ نہیں سکتا اس کے اعزہ واقرباء بھی کافی تعداد میں جمع تھے۔ وہ بڑی گھبراہٹ اور بے چینی سے ادھر ادھر چکر لگاتا رہا۔ اور اپنی جیب سے ایک ایک چیز نکال کے اپنے عزیزوں کو اس خدشہ کے تحت دیتا جاتا کہ نامعلوم اب کتنی لمبی مدت کے لئے زنداں میں رہنا ہوگا۔ عدالت سے جب اس ہندو کا نام پکارا گیا تو وہ کپکپاتے اور ڈگمگاتے قدموں سے کمرہ عدالت میں داخل ہوا سب وکلاء اور حاضرین کی نظریں جج پر لگی ہوئی تھیں کہ دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے کیونکہ اس ہندو کی انتقال مقدمہ کی درخواست اور اخبارات میں معزز جج کے خلاف پروپیگنڈا کی بناء پر ایک ایک کا خیال تھا کہ آج اس ہندو کو سخت سزا سننی ہوگی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا ’’کیوں لالہ جی آگئے۔ وہ کہنے لگا حضور حاضر ہوں آپ نے فرمایا لالہ جی آپ نے بڑا زور لگایا کہ مقدمہ کسی اور کے پاس چلا جائے اور خوب مخالفانہ پروپیگنڈا بھی کیا لیکن آپ کی ایک نہ چلی اور آخر کار میرے پاس ہی پھنسے۔ ہندو لالہ کو اپنا بھیانک انجام نظروں کے سامنے دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا رنگ فق ہوتا جارہا تھا اور صاحبزادہ صاحب فرماتے جارہے تھے لالہ جی تم نے بھی بڑا زور لگایا لیکن اس کے باوجود ہم آپ کو باعزت بری کرتے ہیں اس ہندو کا یہ سننا تھا کہ غش کھا کر زمین پر گر پڑا اور کمرہء عدالت میں موجود ہر شخص کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ

’’آج انصاف کی حد ہوگئی‘‘

ایک دن محترم صاحبزادہ صاحب کے نوکروں نے آپ کو بتایا کہ جب آپ عدالت سے کوٹھی میں واپس آتے ہیں تو اس وقت ایک سایہ سا جو کوٹھی کی چار دیواری سے نظر آتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا پیچھا کرو اور پکڑ لاؤ۔ دوسرے دن وہی سایہ نظر آیا نوکر جو پہلے ہی تاک میں بیٹھے ہوئے تھے اسے پکڑ کر آپ کے پاس لے آئے آپ کیا دیکھتے ہیں کہ یہ تو وہی ہندو ہے جسے آپ نے بری کیا تھا آپ نے نوکروں کو فرمایا اسے چھوڑ دو اور میرے پاس آنے دو۔ آپ

نے پوچھا لالہ جی کیا بات ہے آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ہندو کہنے لگا مہاراج میں آپ کو سچ سچ بتاؤں کہ میں کیوں ایسا کرتا ہوں بات یہ ہے کہ مجھے آپ ایک دیوتا معلوم ہوتے ہیں میرے من میں آپ کے دیدار کے لئے ایک آگ سی لگی رہتی ہے اور جب تک آپ کو دیکھ نہ لوں مجھے کسی پل آرام نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا تو پھر تمہیں یوں چوروں کی طرح جھانکنے کی ضرورت نہیں ہے اور ہاتھ بڑھا کر کہا آؤ آج سے ہم اور آپ دوست بنتے ہیں آپ ہر وقت بلا روک ٹوک مجھے مل سکتے ہیں آپ پر کوئی پابندی نہیں اور اس طرح ایک ہندو آپ کی نیکی و پارسائی اور دیانتداری کی وجہ سے تاعمر آپ کا غلام بے دام بن گیا۔‘‘ [۱۳۰]

حضرت مرزا عزیز احمد صاحب بے لوث خادم دین تھے اپنے ماتحتوں اور احباب سے شفقت کا سلوک کرنے والے فرض شناس اور نرم دل مگر اصولوں کے پکے انسان تھے۔ آپ مستحقین کی امداد سے دریغ نہ کرتے وسیع القلب ایسے تھے کہ اپنے بیگانے یا واقف وناواقف کے درمیان کبھی امتیاز نہ برتا۔ اپنی خاندانی وجاہت پر کبھی نہیں اترائے بلکہ نہایت منکسر المزاج۔ فیصلہ دینے میں صائب رائے اور غلط تجویز کے رد کرنے میں مضبوط چٹان تھے۔

قادیان سے محبت

قادیان واپسی کی بے حد تڑپ تھی اور فرمایا کرتے تھے میں ہر سجدے میں قادیان کیلئے دعا کرتا ہوں۔ حضرت فضل عمر کی زندگی میں فرماتے تھے میں جب پوچھتا کہ کب ملے گا تو کہتے کہ حضور فرماتے ہیں۔ دفعتہ

اپنے ساتھیوں سے محبت

اپنے ساتھیوں اور رفقاء کار کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ حضرت مولوی محمد الدین صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے۔ فرماتے میرے بزرگوار نے ان کو علی گڑھ میں میرا ٹیوٹر بنا رکھا تھا۔ جب کبھی مولوی صاحب دفتر نظارت میں علالت یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے تشریف نہ لاتے تو ان کا بار بار پوچھتے۔

حضرت مولانا ابو العطاء صاحب فرماتے تھے:

''آپ کی وفات کے روز جس نوجوان ٹانگہ بان کے ٹانگہ پر آپ کی کوٹھی پر گیا وہ بھی بڑے درد سے کہہ رہا تھا۔ کہ میں پہلے مددگار کارکن تھا۔ پھر میں نے ملازمت چھوڑ کر ٹانگہ چلانا شروع کیا۔ جب کبھی مجھے حضرت میاں صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا انہوں نے ضرور میرا حال پوچھا اور دریافت فرمایا کہ آیا اتنی آمدنی ہو جاتی ہے جس سے گزراہ ہو جاتا ہے۔'' [۱۳۱]

یہ ایک عام اتفاقی مثال ہے ورنہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کا اسی پہلو سے ہر چھوٹے بڑے سے یہی سلوک تھا۔ وہ متواضع بھی تھے اور انسانوں کے پورے ہمدرد بھی تھے اگر کسی شخص کی خود براہ راست امداد نہ کر سکیں تو اس کی امداد کیلئے ایسی جگہ ضرور سفارش کر دیتے جہاں اس کی امداد ہو سکے۔

حضرت میاں صاحب کی خوش ذوقی اور مزاج کے بارے میں چوہدری فضل احمد صاحب افسر خزانہ صدر انجمن احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:

ہر ماہ دو مرتبہ خاکسار کو شرف ملاقات نصیب ہوتا پنشن بل کی تکمیل کے وقت اور پھر رقم پیش کرنے پر فارغ ہونے پر جب میں جزاک اللہ کہتا تو فرماتے کام میرا کرتے ہو جزاک اللہ بھی کہتے ہو۔ جاتے ہوئے مصافحہ ہوتا اور واپسی پر معانقہ بھی۔ اکثر اوقات چوہدری علی اکبر بھی خاکسار کے ساتھ ہوتے جب میں اکیلا جاتا تو نہایت شفقت سے پوچھتے وہ کیوں نہیں آئے؟

انہیں دعا کیلئے کہتا۔ بسا اوقات گیٹ تک تشریف لاتے اور خوش طبعی میں فرماتے:

''گیٹ تک چلتا ہوں تا ایسا نہ ہو کہ لوٹ آؤ'' [۱۳۲]

حضرت میاں صاحب کی سیرت اور خدمات کے سلسلہ میں حضرت مولانا ابو العطاء صاحب خالد احمدیت تحریر فرماتے ہیں:

''جماعتی نقطۂ نگاہ سے وہ نہایت منکسر المزاج اور باغیرت احمدی تھے۔ جہاں تک ان کی ذات کا سوال ہے وہ انتہائی متواضع اور درگزر کرنے والے تھے اور جہاں تک اسلام و احمدیت کا معاملہ ہوتا تھا وہ نہایت باوقار اور غیور انسان تھے ایسے انسان بہت کم ہوتے ہیں جنہیں قومی خاندانی وجاہت کے علاوہ دنیوی اعزاز اور شان بھی حاصل ہو۔ پھر بھی ان کی طبیعت فروتنی اور تواضع کا مجسمہ ہو۔ مگر حضرت صاحبزادہ صاحب کے بارے میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ کا یہی تاثر ہے کہ ان میں خاکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کی مسجد میں باقاعدہ بالالتزام حاضری اور نہایت خشوع و خضوع سے نمازیں ادا کرنا ہر انسان کو متاثر کرتا تھا ان کا ہر شخص سے ملنے کا مخلصانہ اور محبانہ انداز بہتوں کو آج بھی یاد ہے اور یاد رہے گا۔'' [۱۳۳]

محترم ثاقب زیروی صاحب کا آپ سے تعلق سرکاری ملازمت کے زمانہ سے تھا۔

حضرت میاں صاحب جب سرکاری دورہ پر تشریف لاتے تو آپ کے ہاں عدالت لگاتے اور لوگوں کے فیصلے کرتے۔ لوگ بہت متاثر ہوتے کہ اگر کوئی معمولی سا عہدہ بھی حاصل کر لے تو ہمہ شمہ کو پہچاننے سے انکار کر دیتا ہے یہ حضرت میاں صاحب کی ذات کریمانہ تھی جو اپنے ملنے والے معمولی لوگوں کی عزت افزائی فرماتے تھے۔ ثاقب صاحب بتاتے تھے بہت ایسے لوگ بھی تھے جن کی میاں صاحب خاموشی سے مدد کر دیتے تھے۔ بہت متواضع طبیعت تھے مہمانوں کا انتظار کرتے تھے بعض اوقات گھر میں خاص ڈش تیار کروانے کا کہہ دیتے اور مہمانوں کا انتظار کرنے لگتے اس طرح کا واقعہ محترم ثاقب صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ ایک دفعہ انہوں نے کوئی کھانا گھر میں کہہ کر تیار کروایا بیگم صاحبہ ان کی صحت کے پیش نظر احتیاط کرنے کو کہا کرتی تھیں۔ ایک دن تو کھانا تیار ہو گیا اور مہمان نواز بیگم صاحبہ کہہ رہی تھیں۔ مہمان وغیرہ نہیں آنا تھا۔ آپ نے اپنے لئے کچھ تیار کروائی تھی فرمانے لگے مہمان وغیرہ آئے ہوں تو کھانا تیار ہو تو

مہمان کو کھانے کا انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ مہمان کے انتظار میں رات کے دس بجے اور مجھے فیروز پور سے زیرہ جانے کیلئے بس نہ ملی سردیوں میں رات کے دس بجے تک بس جا چکی تھی دل میں آیا کہ حضرت میاں صاحب کے ہاں چلے جاتے ہیں اس طرح مہمان حضرت میاں صاحب کے ہاں جا کر قیام کیا کرتے تھے۔ خاکسار بھی جا پہنچا باہر سے دیکھا کہ حضرت میاں صاحب کے کمرہ میں روشنی تھی جا کر دروازہ پر دستک دی حضرت میاں صاحب نے فوراً دروازہ کھول دیا اور کمرے میں داخل ہوتے ہی گھر والوں سے کہا کہ لو مہمان بھی آ گئے ہیں جن کا انتظار تھا۔ اور یوں حضرت میاں صاحب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مہمان بھیج ہی دیا۔ ثاقب زیروی صاحب نے اپنی سوانح ’’تجربات جو ہیں امانت حیات کی‘‘ میں حضرت میاں صاحب کی محبت وشفقت کا ذکر کیا ہے۔

محترم ثاقب زیروی صاحب بیان فرماتے تھے:

’’آپ ملازمت کے دوران جہاں بھی رہے احباب جماعت کے ساتھ ان کا مضبوط رابطہ رہا۔ آپ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں غالباً ڈیرہ غازی خان میں متعین تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک رفیق جوتوں کی مرمت کا کام کرتے تھے حضرت مرزا عزیز احمد صاحب اکثر ان کے معمولی سے تھڑے پر تشریف لے جاتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واقعات سنتے ان کی دلجوئی فرماتے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے اس دوکان پر جانے سے اور لوگ بھی ان کی دوکان پر کام کے لئے جانے لگے۔ اس طرح ان صاحب کے روزگار میں اضافہ ہو گیا۔ بعض لوگوں نے آپ کے اس موچی کی دوکان پر جانے کو معیوب خیال کیا تو فرمایا میں تو ان سے حضور کے واقعات سننے کیلئے جاتا ہوں اس سے کوئی غرض نہیں کہ کوئی کیا کہتا ہے۔‘‘

کوئی خانہ خدا کے لئے بھی خالی رہنے دیں

محترم ثاقب زیروی صاحب بیان کرتے تھے۔ جب حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کو ضلع میانوالی میں ملازمت کا موقعہ ملا ہے اس سے قبل حضرت مرزا سلطان احمد صاحب بھی اس ضلع میں رہے تھے اور بعد میں صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بھی میانوالی رہے۔ نواب آف کالا باغ محمد خاں صاحب نے بتایا کہ کسی معاملہ میں میاں مظفر احمد صاحب سے مختلف امور پر تبادلہ خیال ہو رہا تھا۔ اس معاملے کے تمام پہلوؤں پر احاطہ کرنے کی کوشش کے سلسلہ میں نواب صاحب کہنے لگے۔ میاں عزیز احمد صاحب کسی معاملہ پر خوب غور خوض کرنے کے بعد اکثر کہا کرتے تھے کہ

’’کوئی خانہ خدا کے لئے بھی خالی رہنے دیں۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی مہمان نوازی

حضرت صاحبزادہ صاحب کو حضور انور کی مہمان نوازی کا موقعہ بھی ملتا رہا۔ چنانچہ ایک واقعہ کا ذکر تاریخ احمدیت میں درج ہے۔

حضور جب جون ۱۹۳۲ء میں راولپنڈی میں آنکھوں کے معائنہ کیلئے تشریف لے گئے تو واپسی پر کئی دنوں تک صاحبزادہ صاحب کی کوٹھی پر مقیم رہے اور لاہور کے معززین سے ملاقات اور تبادلہ خیال فرمایا۔

محترم چوہدری محمد علی صاحب سابق پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ بیان فرماتے ہیں:

’’خاکسار نے تعلیم کے دوران احمدیت قبول کرنے کی سعادت پائی تھی گھر والوں سے تعلقات ختم ہو کر رہ گئے تھے خاکسار نے ملازمت کرنے کا فیصلہ کیا انٹرویو کے لئے دہلی جانا تھا۔ انٹرویو کے وقت ایک دستاویز کے ساتھ کریکٹر سرٹیفکیٹ بھی پیش کرنا تھا۔ اس سلسلہ میں محترم میاں صاحب کی عدالت میں حاضر ہوا، السلام علیکم کے بعد اپنا مقصد بیان کیا محترم میاں صاحب نے

فرمایا بیٹھ جائیں خاکسار عدالت میں بیٹھا رہا۔ اس دوران آپ نے چائے وغیرہ پلوائی خاکسار نے سرٹیفکیٹ کیلئے عرض کی آپ خاموش رہے اتنے میں عدالت کا وقت ختم ہوگیا۔ آپ مجھے گھر لے گئے کھانا کھلوایا اور شام تک گھر پر رہا۔ شام کو سرٹیفکیٹ پر دستخط کر کے مرحمت فرمایا خاکسار نے عرض کی۔ میاں صاحب اتنا سا کام ہے اور آپ نے شام تک مجھے بٹھائے رکھا۔ آپ نے فرمایا میاں جن الفاظ میں آپ سرٹیفکیٹ کا مطالبہ کر رہے ہو اس میں یہ درج ہے کہ میں اس کو جانتا ہوں جب کہ آپ کے آنے سے پہلے میں آپ کو جانتا تک نہیں تھا۔ اب یہ وقت آپ نے میرے ساتھ گزارا ہے تو میں یہ سرٹیفکیٹ دینے میں حق بجانب ہوں کہ میں نے ایک دن اس کے ساتھ بسر کیا ہے۔"

حضرت میاں صاحب بہت صابر شاکر تھے اس سلسلہ میں ان کی ایک عزیزہ لکھتی ہیں:

"صاحبزادہ صاحب کے پہلے سسرال کے خاندان میں ٹی بی کا موذی مرض تھا۔ اس زمانے میں ٹی بی کا سن کے لوگ خوف کھاتے تھے بھائی سعید مرحوم جو سب میں بڑے تھے ......وہ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم کے ساتھ لندن میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اور وہاں پر ہی بیماری کا علم ہوا۔ خالو ابا لندن گئے اور ان کے سامنے بیٹے کی وفات ہوئی آپ لندن سے واپس آگئے اور چند روز بعد جنازہ قادیان پہنچا پھر کچھ مدت بعد چھوٹے بیٹے مرزا مبارک احمد صاحب کی بیماری کے آثار بھی نمودار ہونا شروع ہوئے......تب ہمارے خالو ابا اکثر ایک شعر پڑھا کرتے۔

دل کی ویراں بستی اکثر مجھ سے پوچھا کرتی ہے
بستے ہیں کس دیس میں اب وہ لوگ کہاں جو آئے تھے" ۱۳۴

اپنے اہل سے سلوک

آپ کا اپنے گھر والوں سے بہت اچھا سلوک تھا۔ کیوں نہ ہوتا۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نمونہ کو دیکھا اور بیوی بھی وہ ملی جو حضرت اماں جان کی بھتیجی تھی۔ جو خدمت کے ہر موقع سے استفادہ کرتیں۔ اور یوں خاوند کے دل میں اپنا ایک مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔ ان کی ایک عزیزہ تحریر کرتی ہیں۔

خالہ امی کو خالو ابا سے بے حد تعلق تھا عمروں کے اس فرق نے دونوں کی زندگیوں میں کوئی اثر نہ ڈالا۔ بے حد محبت اور پیار تھا آپس میں .... بلکہ خالہ امی یہ سنایا کرتی تھیں کہ شادی کے بعد جب آپ آفس جاتے تو ان کی غیر موجودگی میں آپکی سہیلیاں گھر میں جمع ہو جاتیں اور خوب مزے کر رہی ہوتیں۔ کہ جب خالو ابا کے واپس آنے کا وقت ہوتا تو خالہ امی باہر ٹہلنے لگ جاتیں کہ اب یہ ساری واپس اپنے گھروں کو جلدی جائیں کہ میرا میاں آنے والا ہے...... ایک اور بات اپنے بارے میں بتاتیں کہ ان پر خالو ابا کا بہت رعب تھا۔ ۱۳۵

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ صاحب کی وفات پر درج ذیل الفاظ میں ذکر خیر فرمایا:

"آج جمعہ کے دن ویسے تو یہ پچھلی رات کا واقعہ ہے لیکن میں آج اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اسلامی کیلنڈر کی رو سے ہمارا دن غروب شمس سے شروع ہوتا ہے اس لئے ہمارے کیلنڈر کے لحاظ سے آج جمعہ کی رات قریباً دس بج کر ۲۵ منٹ پر ہمارے ایک بزرگ بھائی حضرت مرزا عزیز احمد صاحب وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔"

مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ والسلام کے پوتے تھے۔ اپنے والد سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حلقہ بیعت میں آئے اور احمدی ہوئے اور اس طرح ان کی روحانی حیات شروع ہوئی۔ پھر وہ خلافت سے بھی وابستہ رہے

پھران کے والد حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد خلافت ثانیہ میں عمر میں اپنے چھوٹے بھائی اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں امام وقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق ملی۔

حضرت مرزا عزیز احمد صاحب علی گڑھ یونیورسٹی میں اس وقت داخل ہوئے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پھیلا رہے تھے یعنی اس وقت قریباً جوانی کی عمر ہو چکی تھی۔ آپ نے لمبی عمر پائی مجھے ان کی صحیح عمر تو یاد نہیں وفات کے وقت کم و پیش ۸۲ سال کی عمر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بڑا لمبا عرصہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ بڑے بے نفس انسان تھے اور بڑے ہنس مکھ اور خوش مزاج انسان تھے اور بڑی دعائیں کرنے والے انسان تھے اور انسان سے بڑا پیار کرنے والے انسان تھے اور بچوں کی تربیت کا بڑا خیال رکھنے والے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا صبر عطا کر رکھا تھا۔ جب آپ کی پہلی بیوی وفات پا گئیں اور ان کے بطن سے ان کے دونوں بیٹے بھی فوت ہو گئے تو ان کی وفات کے صدمے کو انہوں نے بڑے صبر سے برداشت کیا پھر جب حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ان کی شادی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر کا یہ اجر عطا فرمایا کہ ان کی نسبتاً بڑی عمر میں دو اور بیٹے عطا فرمائے اور اللہ کا یہ مزید پیار بھی حاصل ہوا کہ ان کے صبر اور اپنے لئے انکی محبت کو دیکھ کر ان کے ہر دو بچوں کو (دین حق) کیلئے محبت رکھنے والے دل عطا فرمائے۔ آپ کے دونوں بیٹے واقف زندگی ہیں اور بڑے اخلاص سے سلسلہ کے کام کرنے والے ہیں۔ میں نے بتایا کہ جس طرح کیلے کا پودا پھل دینے کے بعد

اپنی جڑوں سے دو چار مزید پودے نکالتا ہے اور اس لحاظ سے ہم اسے مردہ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس کا خاندان زندہ ہے اسی طرح حضرت مرزا عزیز احمد صاحب جسمانی لحاظ سے تو وفات پا گئے ہیں مگر وہ روحانی طور پر زندہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نسل کو روحانی طور پر زندہ کیا ان کو خدا کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ تاہم ان کے بیٹوں پر اب ذمہ داری بھی آپڑی ہے۔ باپ کی زندگی میں بعض بچے بعض دفعہ کچھ لاپرواہ بھی ہو جایا کرتے ہیں۔ اگر وہ غلطی کریں تو باپ تصحیح کر دیتا ہے ان کی غلطی کو دور کر دیتا ہے غرض وہ ان کی ہر رنگ میں تربیت کرتا ہے۔ مگر جب انسان کو اپنی بقا کی سب ذمہ داریاں اپنے کندھوں پر خود ہی اُٹھانا پڑتی ہیں تو پھر اسے خود ہی اپنا مربی بھی بننا پڑتا ہے۔

اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وَلِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ (بخاری کتاب الصوم) کہ انسان پر اس کے نفس کا بھی حق ہے۔ پس انسانی زندگی میں جب یہ لمحہ آتا ہے کہ اس کا بزرگ باپ داغ مفارقت دے جاتا ہے تو پھر کوئی باہر سے آکر اس کا مربی نہیں بنتا۔ اس صورت میں انسان خود اپنا استاد بھی ہوتا ہے اور اپنا شاگرد بھی ہوتا ہے۔ خود اپنی تربیت بھی کر رہا ہوتا ہے اور دوسروں سے تربیت حاصل بھی کر رہا ہوتا ہے۔ غرض حضرت میاں عزیز احمد صاحب کی جدائی سے ان کے بیٹوں کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے حضرت میاں صاحب کی مغفرت فرمائے اور ان کی اولاد کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ان کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔'' [۱۳۶]

وفات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ پوتا جس کو آپ کے مقدس ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی وہ ایک ربع صدی تک جماعتی خدمات سرانجام دینے کے بعد ۲۵، ۲۶ر جنوری ۱۹۷۳ء کی درمیانی شب ساڑھے دس بجے ۸۲ سال کی عمر میں اپنے آقا و مولا اور خالق حقیقی کے حضور حاضر ہوگیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہزاروں افراد نے اپنی دعاؤں کے ساتھ آپ کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں سپرد خاک کیا۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

حوالہ جات

۱- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۰۷

۲، ۳- تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ ۶۱

۴- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۰۷

۵- حیات النبی جلد اوّل صفحہ ۵۳ طبع بار اوّل۔ ۷ر اکتوبر ۱۹۱۵ء

۶- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۰۶

۷- نیرنگِ خیال جبلی نمبر۔ مئی، جون ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۸۵

۸- سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸

۹- سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۲۰۵

۱۰- تذکرہ صفحہ ۹۵ طبع ۲۰۰۴ء

۱۱- سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۲۰۵

۱۲- منقول از خط حضرت مسیح موعود محررہ ۱۱ر مئی ۱۸۸۴ء مطابق ۱۴ر رجب ۱۳۰۱ء بنام نواب علی محمد خان صاحب جھجھر مندرجہ الحکم جلد ۳ نمبر ۳۴ صفحہ ۲-۱ ۱۸۹۹ء بحوالہ البشریٰ جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۴۔

۱۳- حیات احمد جلد دوم حصہ سوم صفحہ ۱۱۳

۱۴- سیرت المہدی جلد سوم صفحہ ۲۳۵ تا ۲۳۷

۱۵- سیرت المہدی جدید ایڈیشن جلد دوم صفحہ ۲۴۹

۱۶- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۳۵

۱۷- نیرنگ خیال جبلی نمبر مئی، جون ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۸۵، ۲۸۶

۱۸- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۱۳

۱۹- الفضل ۴ر جنوری ۱۹۱۹ء

۲۰- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۰۰

۲۱- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۰۲

۲۲- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۱۶، ۱۷

۲۳- تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ ۲۹۰

۲۴- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۴۴ و تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ ۲۴۴

۲۵- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۰۶

۲۶- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۰۷

۲۷- روزنامہ الفضل ربوہ ۲۸ رجنوری ۱۹۷۳ء

۲۸- تذکرہ صفحہ ۲۸۴ طبع ۲۰۰۴ء

۲۹- تذکرہ صفحہ ۵ طبع ۲۰۰۴ء

۳۰- اصحابِ احمد جلد چہارم صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۳ جدید ایڈیشن

۳۱- تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۸۷

۳۲- نیرنگِ خیال جبلی نمبر۔ مئی، جون ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۹۱، ۲۹۲

۳۳- نیرنگِ خیال جبلی نمبر۔ مئی، جون ۱۹۳۴ء

۳۴- حیات النبی جلد اوّل صفحہ ۵۳ طبع اوّل

۳۵، ۳۶- انجمن صفحہ ۱۳۵ از فقیر سید وحید الدین صاحب۔ آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور

۳۷- نیرنگِ خیال جبلی نمبر۔ مئی، جون ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۸۸

۳۸- نیرنگِ خیال جبلی نمبر۔ مئی، جون ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۸۹

۳۹- ''انجمن'' صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸ از فقیر سید وحید الدین صاحب۔ آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، نیرنگِ خیال جبلی نمبر۔ مئی، جون ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸

۴۰- انجمن صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۱

۴۱- تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۵۸۰

۴۲- روزنامہ الفضل ربوہ ۹/ مارچ ۱۹۷۳ء

۴۳- الفضل ۱۱/ دسمبر ۱۹۴۰ء

۴۴- الفضل ۶/ جون ۱۹۲۴ء صفحہ ۶، ۹۔ خطبات محمود جلد سوم صفحہ ۱۷۲

۴۵- تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۹۲ تا ۹۴

۴۶- الفضل ۶/ جون ۱۹۲۴ء

۴۷- الفضل ۲/ اکتوبر ۱۹۲۸ء

۴۸- ٹریکٹ ''الصلح خیر'' صفحہ ۲، ۳

۴۹- الفضل ۱۱/ دسمبر ۱۹۴۰ء

۵۰، ۵۱- الفضل قادیان مورخہ ۱۱/ جولائی ۱۹۳۱ء

۵۲- روزنامہ الفضل ۱۳/ مارچ ۱۹۹۹ء

۵۳- تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱

۵۴، ۵۵- الفضل قادیان ۱۱/ دسمبر ۱۹۴۰ء

۵۶- انجمن صفحہ ۱۴۱، ۱۴۲۔ از جناب فقیر سید وحید الدین صاحب

۵۷- الفضل قادیان ۶/ جون ۱۹۳۱ء

۵۸- تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۲۸۷

۵۹- ادبی دنیا لاہور اگست ۱۹۳۱ء صفحہ ۶۹

۶۰- حمایت اسلام، لاہور ۹/ جولائی ۱۹۳۱ء صفحہ ۴

۶۱- الحکم ۱۴/ جولائی ۱۹۰۸ء

۶۲- الفضل قادیان مورخہ ۷/ جولائی ۱۹۳۱ء

۶۳- الفضل قادیان مورخہ ۱۸/ جولائی ۱۹۳۱ء

۶۴- الفضل قادیان مورخہ ۷/ جولائی ۱۹۳۱ء صفحہ ۳

۶۵- الفضل قادیان مورخہ ۱۸/ جولائی ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۰

۶۶- ''سیرت المہدی'' جلد سوم صفحہ ۲۳۵، ۲۳۷ مطبوعہ قادیان اپریل ۱۹۳۹ء

۶۷- حیات احمد جلد اوّل صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱

۶۸- ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۴ اشتہار ۲۲/ اکتوبر ۱۸۹۹ء بحوالہ مکاشفات صفحہ ۱۷۔ تذکرہ صفحہ ۲۸۴ طبع ۲۰۰۴ء

۶۹- ۲۲/ اکتوبر ۱۸۸۳ء براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۱۵، ۵۱۶۔ تذکرہ صفحہ ۸۸

۷۰- الموعود انوار العلوم جلد ۱۷ صفحہ ۶۳۶

۷۱- تذکرہ صفحہ ۴۵۲

۷۲- تذکرہ صفحہ ۴۱۴

۷۳- بدر جلد ۶ نمبر ۱۴ ۱۹۰۷ء

۷۴- رسالہ الوصیت حاشیہ صفحہ ۲۲

۷۵- الفضل قادیان مورخہ ۴ راگست ۱۹۳۱ء صفحہ ۶

۷۶- ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۵۵

۷۷- ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۰

۷۸- ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۳۰

۷۹،۸۰،۸۱- روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲ راپریل ۱۹۷۳ء

۸۲- بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷ راکتوبر ۱۹۰۷ء

۸۳- الفضل ۱۱ ردسمبر ۱۹۴۰ء

۸۴- الفضل ۴ رجولائی ۱۹۳۱ء

۸۵- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۱۵

۸۶- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۴۴

۸۷- الحکم ۱۴ راگست ۱۹۳۵ء

۸۸- تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ ۳۸۴

۸۹- تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۱۹۴

۹۰- تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۱۶۲

۹۱- نیرنگِ خیال جبلی نمبر مئی، جون ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۸۷

۹۲- تذکرہ رؤسائے پنجاب (پنجاب چیف) از سر لیپل ایچ گریفن، کرنل میسی۔ ترجمہ سیّد نوازش علی جلد دوم
صفحہ ۶۸، ۶۹۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔

۹۳- حیات احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۴۱، ۴۲

۹۴- حیات احمد جلد اوّل نمبر ۳ صفحہ ۳۹

۹۵- حیات احمد جلد اوّل نمبر ۳ صفحہ ۶۱

۹۶- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴

۹۷- سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۰۹

۹۸- نقوش۔ آپ بیتی نمبر صفحہ ۵۷۶ تا ۵۷۸

۹۹- الفضل ۶ رجنوری ۲۰۰۵ء

۱۰۰- ہفت روزہ لاہور۔ ۹ راگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

۱۰۱،۱۰۲،۱۰۳،۱۰۴- روزنامہ الفضل ۵ راکتوبر ۱۹۹۳ء

۱۰۵- تذکرہ صفحہ ۲۸۴ جدید ایڈیشن

۱۰۶- تذکرہ صفحہ ۲۸۵ جدید ایڈیشن

۱۰۷- الحکم ۱۰ رمارچ ۱۹۰۶ء صفحہ نمبر ۱ کالم نمبر ۲

۱۰۸- خطبات محمود جلد سوم نکاح ۴۷۸ تا ۴۷۹

۱۰۹- تاریخ احمدیت جلد سوم ۴۸۹ از مولانا دوست محمد صاحب ایڈیشن دوم دسمبر ۱۹۶۲ء

۱۱۰- الفضل ۲۴ رفروری ۱۹۷۳ء

۱۱۱- اصحاب احمد جلد ہفتم ۹۶، ۹۷ جدید ایڈیشن

۱۱۲- الحکم ۲۴ رجنوری ۱۹۰۶ء

۱۱۳- اصحاب احمد جلد دہم صفحہ ۲۳ جدید ایڈیشن

۱۱۴- بدر قادیان ۱۴ رمارچ ۱۹۰۷ء بحوالہ ملفوظات جلد پنجم جدید ایڈیشن صفحہ ۱۷۲

۱۱۵- بدر مورخہ ۱۷ اراکتوبر ۱۹۰۷ء ملفوظات جلد پنجم جدید ایڈیشن ۱۷۳

۱۱۶- روایات بیان فرمودہ صاحبزادہ میرزا عزیز احمد صاحب رجسٹر روایات صحابہ نمبر 7 صفحہ ۷۷، ۷۹

۱۱۷- خالد نومبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۰

۱۱۸- خطبات محمود جلد سوئم خطباتِ نکاح صفحہ نمبر ۵۰۸

۱۱۹- اخبار بدر ۳ تا ۱۰ رنومبر ۱۹۱۰ء

۱۲۰- بدر ۵ رجنوری ۱۹۱۱ء

۱۲۱- خطبات محمود جلد سوم نکاح صفحہ نمبر ۲۷۱، ۲۷۲

۱۲۲- خطبات محمود جلد سوم خطبات نکاح صفحہ نمبر ۶۷۵

۱۲۳- الفضل ۱۰ر نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱

۱۲۴- روزنامہ الفضل ربوہ ۳۱ر جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ ۱

۱۲۵- از مجلّہ جامعہ۔ جنوری تا مارچ ۱۹۷۳ء۔ صفحہ نمبر ۸۴

۱۲۶- روزنامہ الفضل ۳۱ر جنوری ۱۹۷۳ء صفحہ نمبر ۶

۱۲۷- سیرۃ المہدی جلد سوم صفحہ نمبر ۲۳۷

۱۲۸- تشحیذ الاذہان فروری ۱۹۷۹ء صفحہ نمبر ۳

۱۲۹- الفضل ۱۰ر اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ نمبر ۴ بحوالہ حکایات صالحین صفحہ ۱۵، از سید شمس الحق صاحب

۱۳۰- الفضل ۲۷ر مئی ۱۹۳۰ صفحہ نمبر ۶ بحوالہ حکایات صالحین از سید شمس الحسن صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۳

۱۳۱- الفضل ۶ر فروری ۱۹۷۷ء صفحہ نمبر ۴

۱۳۲- الفضل ۲۴ر فروری ۱۹۷۳ء صفحہ نمبر ۴

۱۳۳- الفضل ۶ر فروری ۱۹۷۳ء

۱۳۴- مصباح نومبر ۲۰۰۵ء۔ ۴۷، ۴۸

۱۳۵- مصباح۔ دسمبر ۲۰۰۵ء۔ صفحہ نمبر ۴۶

۱۳۶- خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ ۱۹ تا ۲۱

اشاریہ

﴿مرتبہ: عبدالمالک﴾

اسماء

مقامات